اشاعتِ اسلام

یعنی

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

تالیف

ادیب جلیل مورخ اسلام حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

اِشاعتِ اسلام

یعنی

دُنیا میں اِسلام کیونکر پھیلا

تالیف

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جسمیں تاریخی واقعات کے مستند و معتبر حوالوں اور تصحیح اغلاط کا اہتمام خاص طور پر کیا گیا ہے

ناشر

مکتبہ بُرہان اُردو بازار جامع مسجد دھلی

قیمت مجلد

قیمت غیر مجلد

فہرست مضامین اشاعت اسلام

تقریظ

شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد صاحب دامت برکاتہم

مذہب اسلام کی صداقت اور اسکے اصول کی حقانیت کچھ ایسی تھی کہ قلوب عالم اور ارواح عام انسانیہ میں مثل مقناطیس کے صاف جذب ہوکر نہ پہنچی اسکی تعلیمات صحیحہ کی چمکتی ہوئی روشنی بھی کچھ ایسی کمزور نہ تھی کہ کفر و بطلان کی آنکھوں کو خیرہ اور چکاچوند نہ کر دیتی، ہاں اسکے سچے اصول اور محکم قواعد نے نہ صرف حکماء زمانہ کے دماغوں کو منور اور درخشندہ کیا بلکہ اقوام عالم کے افتادہ اور گوشہ نشین عناصر کے عقول و اذہان کو بھی اپنی تیز و تند شعاعوں سے جگمگا دیا، اسکی روحانی تربیت و اخلاقی اصلاحات نے بھی نہ صرف حلقہ بگوشان ادیان سابقہ کو اپنا گرویدہ بنایا بلکہ ریگستانوں میں بادیہ پیمائی کرنیوالوں اور پہاڑوں میں وحشیانہ زندگی بسر کرنیوالوں کو بھی اپنا رام کر لیا، یہی وجہ ہے کہ نہایت تھوڑی سی مدت میں بحر اٹلانٹک کے سواحل سے لیکر بحر پیسفک کے کناروں تک اور بحر منجمد شمالی کے برفستان سے لیکر صحراء کبیر افریقہ کی انتہائی اور گرم حدود تک ہزارہا میل کی مسافت میں لا الہ الا اللہ کا ڈنکا بجنے لگا۔ تلواروں میں یہ قوت کہاں ہے اور ہتھیاروں میں یہ عالمگیریت کس طرح آسکتی ہے کہاں ہیں شپرہ چشم اشخاص حقیقی روشنی سے بے بہرہ ہونے والے، سچائی اور حقانیت سے بے فیض معاندین اور ہٹ دھرموں سے دھوکے کھانے والے آئیں اور دیدۂ بصیرت کھولیں تاریخ اسلام کے سنہری اوراق کا مطالعہ کریں نور اور ظلمت میں تمیز کریں کھرے کھوٹے کو پرکھیں اسلام کی دلربائی اور اسکی محبوبیت کا نظارہ کریں اور علم حقیقی اور واقعی روشنی سے اپنے دل و دماغ کو منور کریں زیادہ توفیق نہ ہو تو حضرت مولانا الاستاذ العلامۃ المحقق مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس مضمون "دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا" کو جو کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے شیریں بحار تحقیق کا ایک قطرہ اور انکی سچی تاریخی واقفیت کا ایک نقطہ ہے بغور ملاحظہ کریں تاکہ متعصب پادریوں اور نادان ہٹ دھرم آریوں کی دروغگوئی و ابلہ فریبی کا پول کھلے اور اسلام کی جہانگیر صداقت کا پتہ چلے فجزاہم اللہ تعالیٰ فی الدارین احسن الجزاء، آمین

کتبہ احقر الطلبہ

حسین احمد غفرلہ

(الفیض آبادی ثم المدنی الدیوبندی)

[illegible] فرق ہے کہ کفر قبل الاسلام کا شر اور ضرر اخف ہے اسلئے اس کا تدارک جزیہ یا صلح کر [illegible] اور کفر بعد الاسلام یعنی ارتداد کا شر اور ضرر اغلظ ہے کہ ایسا شخص طبعًا بھی زیادہ مخالف و [illegible] اور دوسروں کو اسکی حالت دیکھ کر اسلام میں تردد [illegible] بھی ہو جاتا ہے نیز اس میں ملت کی ہتک عزت [illegible] اس لیے اس کا تدارک صرف سیف سے تجویز کیا گیا اور مرتدہ چونکہ عادتًا محارب نہیں ہوتی صرف تذبذب ہتک [illegible] کی دوام سے دفع کر دیا گیا ہے کہ عقوبت میں فطرتًا خاصہ رجز کا ہے۔

بہر حال قانونِ اسلام کا مع رفع تمامی شبہات کے، اعتراض اشاعت اسلام بالسیف کے لئے دافع ہونا ظاہر ہو گیا جو کہ حقیقت شناسانِ اہل انصاف کی شفاء کے لیے کافی ہے مگر چونکہ اس وقت عام طور سے مادیت و اخباریت کا اکثر طبائع پر رنگ غالب ہے اس لیے اس شبہ کے جواب میں سخت ضرورت اس کی تھی کہ خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکے نائبان ذوی الاحترام یعنی ذمہ دارانِ اسلام کے واقعات جزئیہ بھی اس اصول مذکورہ کی تائید و موافقت میں دکھلائے جاویں چنانچہ اس ضرورت کو محسوس کر کے متعدد حضرات نے اس موضوع پر توجہ کی ہے لیکن علوم دینیہ میں مہارت نہ ہونے کے سبب اکثر کے کلام میں خود وہ اصول و مدعا جس کی تائید مقصود تھی متروک و فائت ہو گئے ہیں جس سے وہ تائید بالکل اس مثل کے مصداق ہو گئی ہے کہ "یکے بر سر شاخ و بن می برید"۔ تو اس طرح سے وہ ضرورت پھر باقی کی باقی رہی۔ حق تعالے جزائے خیر عطا فرمائے، مخدومی معظمی نبراس العلماء راس الفضلاء تاج الادباء سراج البلغاء حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ناظم مدرسہ دار العلوم دیوبند دام و دامت بالفیوض والبرکات والمواہب کو جنہوں نے اپنے رسالے اشاعت اسلام ملقب بہ "دنیا میں اسلام کیوں کر پھیلا" میں جس کے چند اجزاء اس وقت میرے سامنے ہیں اس ضرورت کا حق بوجہ اکمل اوا فرمایا جس میں اولًا تمہید میں بقدر ضرورت اصول کی طرف بھی ارشاد فرمایا ہے اور ثانیًا واقعات صحیحہ کو ایسی خوبی کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ دلالت علی المقصود کے ساتھ انطباق علی الاصول کا پورا لحاظ رکھا ہے جس سے شائقان فروع، عاشقان اصول دونوں کو مستفید کرتا ہوا اس شعر کا مصداق ہو گیا ہے

بہار عالم حسنش دل و جاں تازہ میدارد	برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی را

یہ تو اس کے معنی اور معنی کی کیفیت ہے پھر عنوان اور الفاظ میں سادگی اور حسن کو ایسے طور پر جمع کیا ہے کہ عبارت میں نہ فرسودہ قدامت ہے نہ تکلف آمیز جدت، جس سے وہ اس شعر کا مصداق ہو گیا ہے

دل فریبان نباتی ہمہ زیور بستند	دلبر ماست کہ با حسن خدا داد آمد

چونکہ میں ثنا سے زیادہ دعا کو اپنا وظیفہ سمجھتا ہوں اس لیے بجائے ثناء کے اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ

[illegible] قول تعالیٰ۔ آمنوا بالذی انزل علی للذین آمنوا وجہ النہار واکفروا آخرہ لعلہم یرجعون ۱۲ منہ من حجۃ اللہ البالغہ ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشاعت اسلام

ملقب بہ

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

حصہ اول

مذہب اسلام نے وجود میں قدم رکھتے ہی جس سرعت اور تیزی کے ساتھ عالم میں اپنی صداقت کا سکہ بٹھلایا اُس کی نظیر دوسرا کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ ہمارے سامنے دو سلسلے موجود ہیں۔ ایک ملکی فتوحات کا۔ دوسرا مذہب کی اشاعت کا۔ دونوں پر نظر ڈالتے ہیں تو حقانیت اسلام کے اعتراف کے سوا چارہ نہیں ہوتا۔ فتوحات ملکی نے چند ہی سالوں میں سیلاب عظیم کی طرح قدیم اور زبردست سلسلوں کو تہ و بالا کر کے تہذیب و تمدن کا نیا دور دنیا میں پھیلا دیا۔ مجموع مذہب کو خیال کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نور آفتاب کی طرح ایکدم اُس نے تمام عالم کو منور کر دیا۔ حقانیت اسلام کا اثر بجلی کی رو کی طرح سرایت کرتا چلا گیا اور سخت سے سخت معاندوں سے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اول درجہ کا بغض رکھتے تھے یہ کہلا دیا کہ دنیا میں کوئی شخص آپ سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ مگر اب آپ سے زیادہ کوئی محبوب بھی نہیں ہے[1]۔ بہت سے ناواقف یا متعصب و معاند دونوں سلسلوں کو ایک سمجھکر اشاعت اسلام کو ملکی محاربات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے

[1] ... قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیلا قبل نجد فجاءت برجل من بنی حنیفۃ یقال لہ ثمامۃ بن اثال فربطوہ بساریۃ من سواری المسجد ...

[illegible] کے یہ الفاظ تھے

[illegible] لا یُعۡبَدُوۡا

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل کیا ان اُصول مقررہ و مسلمہ [illegible] ہے کہ جبراً مسلمان بنانیکا مرتکب ہوتا۔ اگر کوئی ایسا کرتا تو [illegible] اسلام کے مطابق ہوتا۔ یا ایسا ہی سمجھا جائے جیسے دوسرے احکام [illegible]

[illegible] نہیں ہے کہ مسلمانوں نے اس حکم کی پوری پابندی کی یہی وجہ ہے کہ گو اسلام نے [illegible] قدم رکھتے ہی جلد جلد ممالک روم و شام و مصر و عراق کی کایا پلٹ دی اور [illegible] و تمدن کے اصولوں کی تعلیم دے کر اسلام کے محاسن کا گرویدہ بنا دیا مگر کسی ایک [illegible] اس کا ثبوت ملنا مشکل ہے کہ وہاں کے باشندوں کو اسلام لانے پر مجبور کیا گیا یا اُسکے [illegible] کے ایسے سامان کئے گئے ہوں جن سے وہ لوگ اپنے مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام قبول کریں [illegible] اور سلاطین اسلام نے اس بارہ میں جس استغنا سے کام لیا ہے اُس کے ثبوت کیواسطے [illegible] ہے کہ اشاعت اسلام کیلئے مشن قائم نہیں کئے گئے۔ نہ منادو واعظ مقرر کئے گئے۔ سلطنت [illegible] اس طرف توجہ نہیں کی۔ یہود و نصاریٰ اسی آزادی کیساتھ مذہبی رسوم ادا کرتے تھے۔ جیسے [illegible] ان کو ممالک اسلامیہ میں وہی حقوق حاصل تھے جو خود مسلمانوں کو اُن کی جان و مال کی [illegible] قدر و قیمت تھی جو مسلمانوں کی۔ ایک معاہد ذمّی کے بدلے میں مسلمان کو قتل کر دینا اسلام کا [illegible] مسئلہ ہے۔ اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے اگر اس [illegible] سرمیں کیجاتیں جو عیسائیت کے لئے ہوئیں یا ہو رہی ہیں تو بلاد اسلامیہ میں کسی غیر [illegible] باقی نہ رہتا اسلام کی ذاتی خوبیوں اور سادہ تعلیم کے ساتھ اگر مسلمان رغبت بھی [illegible] ایک متنفس بھی ایسا رہتا جو اسلام کو قبول نہ کر لیتا۔ اور کیا جس طرح اُندلس جیسا [illegible] کروڑوں مسلمان آباد تھے۔ جہاں سات آٹھ صدیوں تک اسلامی جھنڈا لہراتا رہا [illegible] والوں سے خالی ہو گیا۔ روم و شام۔ مصر و عراق۔ ہند و سندھ وغیرہ [illegible] نہ ہوتا۔ کہ سوائے اسلام کے دوسرے مذاہب کا نام و نشان مٹ چکا

[illegible] صرف اس ایک بات سے
[illegible] اس کو سلطان الحکماء کے لقب سے یاد کرکے اپنی کتاب خریدہ
[illegible] اس کے اندازہ کے لئے ذیل کے فقرات ملاحظہ کیئے جائیں

[illegible] عصره
[illegible] هذا العلم ولم يكن في
[illegible] مثله في الطب عمر طويلا وعاش
[illegible] وهو شيخ بهي المنظر حسن الرواء
[illegible] لطيف الروح ظريف الشخص بعيد
[illegible] الهمة ذكي الخاطر مصيب الفكر حازم
[illegible] شيخ النصارى قسيسهم ورأسهم ورئيسهم

[illegible] علم طب میں عالم کا مقصود ہے۔ اپنے زمانہ کا بقراط و جالینوس ہے
گذشتہ لوگوں میں بھی کوئی علم طب کے اندر اس درجہ کو
نہیں پہنچا۔ بڑی عمر پائی اور جلالت و اقتدار کے ساتھ عمر بسر کی
میں نے اُس کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ ایک بوڑھا روشن
چہرہ والا۔ تازہ اور شیریں ہیئت صورت والا بیٹھی گفتگو والا۔ روح اسکی
لطیف۔ اور جسم اس کا ظریف۔ ارادہ اور ہمت بلند طبیعت کی
فکر صائب رائے عمدہ تھی۔ نصاریٰ کا شیخ اور عالم تھا۔ اور
ان کا سردار اور افسر تھا۔

انصاف سے عماد اصبہانی کے ان الفاظ کو دیکھنا چاہئے کہ ایک مسلمان عالم کیسے کھلے
دل سے ایک عیسائی کے فضل و کمال کا اعتراف کرتا ہے۔

ابن تلمیذ مذکور باوجودیکہ ایوان خلافت میں دخیل اور کامل رسوخ یافتہ تھا۔ خلیفہ کی ہمنشینی
و منادمت کا فخر اُس کو حاصل تھا۔ ذمہ داریوں کے عہدوں پر فائز تھا۔ مگر اپنے مذہب پر
برقرار قائم رہا۔ کوئی امر اُس کو ترک مذہب کے لئے داعی نہوا۔ عماد اصبہانی فرماتے ہیں کہ مجھکو ابن تلمیذ کا
حال دیکھکر سخت تعجب ہوتا تھا کہ باوجود کمال علم و فہم کے اسلام جیسی دولت سے کیونکر محروم
رہا۔ ہدایت و ضلالت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

شریعت اسلام کے مقررہ اصول کیساتھ اہل اسلام اور سلاطین اسلام کا برتاؤ دوسرے
مذاہب والوں سے یہ ہے جس کا نمونہ ہم نے ان دو مثالوں میں دکھلایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے
کہ اسلام کی اشاعت میں جبر و زبردستی یا کسی قسم کی ناملائم و مبتذل تدبیروں کو ہرگز دخل نہ تھا
[illegible] ایسی سرعت کیساتھ اسلام کا دنیا میں پھیل جانا اور بڑے بڑے منکروں کا اسلام کے
[illegible] میں داخل ہوجانا اس کی وجہ صرف وہی ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے کہ اسلام
[illegible] اور عقل کے موافق۔ صداقت اور راستبازی کو ساتھ لئے ہوئے شرک فی العقیدہ

[illegible] اسلام کیسا [illegible]

[illegible] کے اس وقت یہ لوگ بھی

[illegible] ہوگیا۔ یہ اسلام کی پرزور تاثیر تھی اُس

[illegible] رہنا بھی دشوار تھا، چہ جائیکہ کسی سے مقابلہ کرتے۔

[illegible] دعوت کا اصلی زمانہ ہجرت کے بعد کا ہے انصار مدینہ نے

[illegible] کیے۔ مہاجرین کو اپنے گھروں میں ٹھیرایا۔ اپنی جائدادیں گھر باریں

[illegible] کے لیے اپنی جانیں قربان کردیں اور جو کچھ ہوا تاریخیں ان کے حالات سے

[illegible] انصار میں اسلام کب اور کیونکر شائع ہوا؟ یہ بھی اُسی وقت جبکہ اسلام کا

[illegible] اوّل درجہ کا جرم تھا۔ ان کے جان و مال مباح سمجھے جاتے تھے۔

[illegible] آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جو قبائل حج کو آتے تھے اُن سے مِل کر اسلام کی

[illegible] کی خوبیاں بیان فرماتے تھے۔ ایک سال مدینہ کے چند لوگوں کو دعوتِ اسلام

[illegible] یہود سے سنا کرتے تھے کہ عنقریب ایک نبیؐ عرب میں مبعوث ہونے والے ہیں

[illegible] سن کر آپس میں کہا کہ یہی نبیؐ مبعوث ہیں۔ مدینہ لوٹ کر گئے اور وہاں جاکر ذکر کیا

[illegible] آپ کا ذکر پھیل گیا۔ اگلے سال بارہ آدمی مدینے سے اور آئے اور عقبہ پر آپ سے ملے

[illegible] اسلام لے آئے۔ آپ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو اُن کے ساتھ کیا کہ اُن کو تعلیم قرآن دیں

[illegible] احکام سکھلائیں، مصعب بن عمیرؓ مدینے میں پہنچکر اسعد بن زرارہؓ کے یہاں ٹھہرے

[illegible] مسلمان اُن کے پاس جمع ہوگئے۔ سعد بن معاذؓ اور اُسید بن حضیرؓ دونوں سردار تھے

[illegible] سعدؓ نے اُسیدؓ سے کہا کہ تم جاکر اِن لوگوں کو روکو۔ اُسیدؓ گئے اور غصہ سے

[illegible] مصعبؓ کو خطاب کرکے کہا کہ تم کیوں ہمارے نوجوانوں کو بہکانے آئے ہو، یہاں سے

[illegible] مصعبؓ نے کہا کہ بھلا ایسا ہو کہ آپ بیٹھکر ہماری بات سُن لیں۔ اگر پسند ہو تو آپ

[illegible] اُسیدؓ نے کہا اچھا۔ مصعبؓ نے اسلام کے احکام بیان کئے۔ اُسیدؓ نے

[illegible] یہی بات ہے اور اسی وقت مسلمان ہوگئے اور کہا کہ ایک شخص

[illegible] اگر وہ مسلمان ہوگئے تو پھر کوئی باقی نہ رہے گا یہ کہہ کر اُسیدؓ لوٹے

[illegible] العقبۃ وہی العقبۃ الاولیٰ [illegible] اسعد بن زرارۃ وعوف ومعاذ [illegible]
[illegible] اوتجلس فتسمع فان رضیت امراً قبلتہ وان کرہتہ کف [illegible]

[illegible] اسلام کی [illegible]

[illegible] قبل [illegible] اسلام اسی وقت ہوا - اور اُن کے
[illegible] تو صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام کے ذاتی محاسن
[illegible] اخلاق مسلمانوں کا طرزِ عمل - اسلام کی اشاعت کے اصلی
[illegible] اسلام کی اصلی شوکت و عظمت کا زمانہ سمجھا جاتا ہے اور حقیقت میں
[illegible] اسی وقت سے شروع ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ کی ابتدا
[illegible] سابق بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ ہجرت سے پہلے ہی
[illegible] مضبوط ہو چکا تھا - مکہ معظمہ کے سب بڑے بڑے خاندانوں میں دو دو
[illegible] جماعتوں کے اسلام اپنا رنگ جما چکا تھا - یہاں تک کہ مکہ معظمہ سے متجاوز
[illegible] اور [illegible] مدینہ منورہ تک اسلام کا اثر پہنچ گیا تھا - مدینہ کے قبیلہ اوس
خزرج کے لوگ (جو بعد میں انصار کے معزز اور قابلِ فخر خطاب سے ملقب ہوئے) اس وقت
مسلمان ہو چکے جبکہ اہل مکہ کے نزدیک اسلام سے بڑھ کر کوئی جرم نہ تھا - رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اعلان کے ساتھ کسی کو تلقین نہ فرما سکتے تھے - اہل مدینہ نے عقبہ پر بیعت ضرور کی
لیکن اس طرح اخفا اور رازداری کے ساتھ کہ نہ اہل مکہ کو خبر ہوئی اور نہ ان کے رفقا کو جو مدینے
سے بقصد حج ان کے ساتھ مکہ میں آئے تھے - مدینے کے دونوں قبیلے جو صدیوں سے باہمی
جنگ و جدل میں مبتلا تھے آپ کی زبان مبارک سے اسلام کے احکام اور محاسن سن کر
[illegible] کے ساتھ مسلمان ہوئے کہ قبل از ہجرت ہی گویا علانیہ تمام مدینہ مسلمان ہو چکا تھا مدینے
میں [illegible] لوگوں نے جمال مبارک کی زیارت کی تھی اور ان میں بھی کسی کو آپ کی خدمت میں
[illegible] کی نوبت نہ آئی تھی لیکن وہ کیسا قوی اور دیرپا اثر تھا کہ چند
[illegible] کے ساتھ مدینے کو اسی رنگ میں رنگ دیا - مدینے کے گھر گھر میں اسلام
[illegible] بچے بوڑھے اسلام پر فریفتہ - محبتِ خدا و رسول میں
[illegible] اشتیاق کے ساتھ آپ کی تشریف آوری کے دن گننے لگے -

... رہا۔ مگر وہ بڑا بددین آدمی تھا۔
... صدقے لیکر خود جمع کرلیتا تھا۔ یہاں تک کہ
... کے پاس جمع ہوگئے تھے۔ وہ مرگیا تو نصاریٰ سے میں نے
... کی ان لوگوں نے بوجہ حسن عقیدت مجھکو جھڑک دیا میں نے انکو
... تب تو انھوں نے اُس کی لاش کو دفن بھی نہ کیا۔ بلکہ لٹکا کر سنگسار کردیا۔
... ایک نہایت اچھا عالم فاضل زاہد بٹھلایا گیا۔ مجھکو اُس سے بہت محبت ہوگئی
... اس کی وفات کا وقت آیا تو میں نے کہا کہ مجھ کو کچھ وصیت کرو کہا موصل میں ایک
... ہے تم وہاں چلے جاؤ میں وہاں گیا اور اُن کی خدمت میں رہا۔ یہ بھی ایسے ہی عالم زاہد
... تھے۔ ان کی وفات کا وقت آیا تو میں نے کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجیے۔ کہا کہ اس
... اب کوئی شخص نہیں ہے البتہ عموریہ میں ایک شخص ہے وہاں چلے جاؤ۔ میں نے
... جا کر اپنا سب حال بیان کیا انھوں نے مجھکو ٹھیرنے کا حکم دیا میرے پاس وہاں کچھ
... بکریاں اور گائیں جمع ہوگئیں۔ جب اُن کی وفات کا وقت آیا تو میں نے عرض کیا کہ اب
... کے پاس جاؤں۔ فرمایا کہ اب دنیا میں کوئی شخص اس برگزیدہ طریقے پر معلوم نہیں
... البتہ ایک نبی کا زمانہ قریب آگیا ہے جو دین ابراہیمی لیکر آئیں گے۔ وہ ایسی جگہ
... کرکے جائیں گے جہاں کھجور کے درخت ہیں۔ ان کی خاص علامتیں ہیں۔ مونڈھوں کے
... میں خاتم نبوت ہے۔ صدقے کی چیز نہ کھائیں گے۔ ہدیہ کو قبول کریں گے۔ اگر
... ہو تو اُن کے پاس چلے جانا۔ اتفاق سے عرب کا ایک قافلہ وہاں کو گذرا میں نے اُن
... کہا کہ مجھکو اپنے ساتھ لے چلو۔ میں اپنی بکریاں اور گائیں تمکو دیدوں گا۔ وہ وادی القریٰ
... لے گئے مگر وہاں ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ وہاں میں کھجور کے درخت دیکھ کر سمجھا
... ہے۔ میرے مالک کے یہاں بنی قریظہ کا ایک یہودی مہمان ہوا وہ مجھکو خرید کر
... سے آیا میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی جگہ ہے۔ میں اپنے مالک کے

... ایک بڑا شہر ہے ۱۲

... لوں کے ساتھ مدینہ منورہ پر چڑھ کر آئے
... حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے گرداگرد
... حضرت سلمانؓ بہت قوت وجفاکشی سے خندق کھودنے
... ان کی مستعدی جفاکشی اور اخلاص کو دیکھ کر مہاجرینؓ وانصار
... مہاجرینؓ کہتے تھے سلمانؓ ہم میں سے ہیں۔ انصار کہتے تھے ہم میں سے ہیں
... کا فرمانا بجائے خود صحیح تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اختلاف کو سنکر
... سلمان اہل بیت میں سے ... ہیں۔ اس لئے سلمانؓ مولے رسول اللہ صلی اللہ
... وآلہ وسلم کے کہلائے جاتے ہیں۔ حضرت سلمانؓ کو سلمان الخیر بھی کہتے ہیں اور وہ خود
... آپ کو سلمان ابن الاسلام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما جس طرح مسلمان ہوئے
... سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کو دعوت اسلام دینے کی نوبت بھی نہیں آئی بلکہ یہ پہلے
... سے منتظر تھے۔ خبر سنتے ہی آکر مسلمان ہو گئے۔ حضرت عبداللہؓ خود عالم تھے۔ کتب سابقہ
... دیکھنے سے اُن کو ذاتی طور پر علم تھا۔ اور حضرت سلمانؓ کو بڑے مقدس اور عالم نصرانی نے
... ہدایت کی تھی۔

مدینہ منورہ میں منافقین | مدینہ منورہ کے دو قبیلے اوس وخزرج اگرچہ اکثر مسلمان ہو گئے
... مگر ان میں ایک جماعت منافقین کی بھی تھی جو ظاہر میں اسلام قبول کر چکے تھے۔ مسلمانوں
... ساتھ ارکان اسلام ادا کرنے میں شریک رہتے تھے۔ مگر فی الحقیقت اسلام اور مسلمانوں کے
... دشمن تھے۔ یہ جماعت مسلمانوں کے ساتھ لڑائیوں میں بھی شریک ہوتی تھی۔ لیکن ہر
... طریقے سے مسلمانوں کو ستانے اور تکلیف پہنچانے میں درگذر نہ کرتی تھی۔ مسلمانوں کی ...
... باتوں پر اعتراض مسلمانوں میں تفریق ڈالنا اُن کا کام تھا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی
... اور دشمن اسلام کے ٹھہرانے اور چھپانے کے واسطے ایک مسجد بھی بنائی تھی جس کا

... اور اپنا وطن چھوڑ کر آئے تھے اور عرصۂ دراز سے مدینۂ منورہ میں قیام تھا۔ جہاں کے مسلمان
... آنا ... ۱۳۰۰

...سے ہرگز نہیں کہا
...کر رہے ہیں۔ شاید اُن سے غلطی
...نازل ہوگئی اور آپ نے زید بن ارقم کے کان
...کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے کان کی تصدیق فرمائی ہے۔
...کے بیٹے جن کا نام بھی عبداللہ تھا سچے مسلمان تھے اُن کو یہ سارا واقعہ
...حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا قصد
...آپ کو قتل کرنے کا ہے اگر ایسا ہے تو آپ مجھے اجازت دیجئے میں خود اس کا سر اُتار
...خدمت کر دوں گا۔ فرمایا نہیں ہم اُس کے ساتھ نرمی کریں گے۔ اور جب تک وہ ہمارے
...رہے گا حق صحبت ادا کریں گے اس قصہ کے بعد یہ حال ہو گیا کہ جب عبداللہ بن اُبی
...ایسا ویسا کلمہ زبان سے نکالتا تھا۔ خود اُس کی قوم کے لوگ اُس کو ڈانٹ دیتے اور
...دھمکا دیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی صداقت اور دنیا کے تمام مذاہب پر غالب
آجانے اور دنیا کے اس کونہ سے اُس کونہ تک پھیل جانے کا کامل یقین اور وعدہ ہائے خداوند
...جل وعلا پر اس قدر بھروسہ تھا کہ ان سخت مخالفوں اور اندرونی دشمنوں کی عداوت کو جو ہر
وقت مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے سد راہ نہ سمجھا اور ایسے مجرموں
کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمایا جن کے ساتھ نرمی کرنے کو کسی سلطنت دنیوی کا قانون بھی اجازت
نہیں دیتا۔ لیکن انجام وہی ہوا۔ اسلام پوری قوت کے ساتھ پھیلا اور مدینہ منورہ منافقوں
کے وجود سے خود بخود پاک و صاف ہو گیا۔

...حدیبیہ ہجرت سے تیسرے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا قصد فرمایا ایک
...ہزار چار سو مسلمان ہمرکاب تھے۔ راستہ میں چلتے چلتے آپ کی ناقہ جس کا نام قصوا تھا بیٹھ گئی
...لوگوں نے کہا کہ قصوا تھک گئی۔ آپ نے فرمایا کہ تھکی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رُکی ہے۔ اور
...فرمایا کہ اہل مکہ جو بات مجھ سے ایسی طلب کریں گے جس میں بیت اللہ کی حرمت ثابت
...ہو قبول کر لوں گا۔ پھر ناقہ کو اشارہ فرمایا وہ کھڑی ہو کر چلنے لگی اور آپ مکہ معظمہ کے قریب

...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... حتی اذا سلک فی ثنیۃ المرار ...

[illegible] اتباع کرتے ہیں۔

[illegible] وہ ان سے محبت رکھتے ہیں یا اُن سے بغض رکھتے ہیں اور جدا

[illegible] اس وقت تک کوئی ایک شخص بھی اتباع کر کے اُن سے علیحدہ نہیں ہُوا۔

[illegible] ہمارے اور اُن کے درمیان جو لڑائیاں ہوتی ہیں اُس میں فتح کس کو ہوتی ہے۔

[illegible]یان۔ کبھی ان کو کبھی ہم کو فتح ہوتی ہے۔

[illegible]صر۔ وہ کبھی عذر اور خلاف عہد کرتے ہیں۔

[illegible]سفیان۔ عذر کبھی نہیں کیا مگر آجکل ہمارے اُن کے درمیان معاہدہ ہو رہا ہے اس میں [illegible]امون نہیں ہیں کہ وہ کیا کریں گے۔

[illegible]سفیان کہتے ہیں کہ مجھے کسی سوال کے جواب میں جھوٹ بولنے کا موقع نہ ملا۔ البتہ اس سوال کے [illegible]ب میں ذرا موقع ملا اس لئے میں نے ایسی بات کہی۔

قیصر نے سب جوابات سُن کر کہا کہ میرے سوالوں کے جو جواب تم نے دیئے اُن سے معلوم ہوتا [illegible]ے کہ بیشک یہ نبی ہیں۔ انبیا ہمیشہ اعلیٰ و اشرف خاندان کے ہوتے ہیں۔ اگر کسی نے پہلے اُن کی [illegible]دان میں نبوت کا دعویٰ کیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ انھوں نے بھی خاندانی بات کا اتباع کر کے دعویٰ [illegible]یا۔ اگر ان کا خاندان ملک چھینا گیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اپنا ملک واپس لینے کے واسطے دعوے [illegible]ہے۔ انبیا کے پیرو ہمیشہ ضعفا و مساکین ہوتے ہیں۔ جس شخص کے دل میں حلاوت ایمان [illegible]اتی ہے کبھی برگشتہ نہیں ہوتا۔ انبیا کبھی عذر اور خلاف عہد نہیں کرتے۔

[illegible]س ابوسفیان کو خطاب کر کے کہا اگر تم نے یہ باتیں سچ کہی ہیں تو اُن کے ملک و دین کا غلبہ [illegible] جہاں میں بیٹھا ہوں ضرور ہو جائے گا۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں اُن کے پاس ہوتا اور [illegible] دھو کر پیتا۔ قیصر روم جیسے عظیم الشان بادشاہ سے جو سلاطین دنیا میں اول درجہ [illegible]کمران تھا۔ ابوسفیان یہ گفتگو سُن کر حیران رہ گئے اور وہاں سے افسوس

... کسی کے لئے حلال نہیں ہوا۔ نہ مجھ سے

پہلے نہ میرے بعد صرف میرے لئے تھوڑی دیر کیلئے حلال ہوا ہے

... ہوئے تھے کہ جہاں تک ہوگا اہل مکہ کو معافی دی جاویگی۔

... کی حفاظت کی جاوے گی۔ حرمت بیت اللہ کو ملحوظ رکھا جائیگا

... لڑائی میں پیش قدمی نہ کی جائے گی [1] فتح مکہ کے متعلق چند واقعات بیان

... ہیں جن سے ہر ذی عقل کو اعیاناً ہمارے تمام دعاوی کی تصدیق ہو جاوے [2]

... صلح حدیبیہ کا ذکر کر چکے ہیں کہ قریش سے دس سال کے لئے صلح ہو چکی تھی۔ اس

کے بعد مسلمانوں کی طرف سے ایک فعل بھی ایسا نہیں ہوا جو عہدنامہ کے خلاف سمجھا جاتا

... اس عہدنامہ کو توڑنے کی ابتدا قریش کی طرف سے ہوئی اِس بنا پر آپ نے فتح مکہ کا قصد

فرمایا اور یہ دُعا کی کہ الٰہی کسی ذریعے سے بھی اُن کو ہمارے ارادے اور روانگی کی اطلاع نہ ہو۔ حق

تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور آپ مکہ کے قریب پہنچ گئے مگر اہلِ مکہ بالکل غافل تھے۔ اِس

دعا کا منشا بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر اُن کو اوّل ہی اطلاع ہو جاتی تو وہ ضرور پورے

سامان کے ساتھ مقابلہ کے لئے آمادہ ہوتے اور پھر خواہ مخواہ خونریزی ہوتی جس سے آپ

بالکل بچنا چاہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ ہجرت کرکے مدینہ منورہ کو

جاتے تھے۔ راستہ میں آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم مہاجرین میں سب سے آخر ہو

جیسے میں انبیا میں سب سے آخر ہوں اور یہ حکم دیا کہ سامان کو مدینہ منورہ بھیجدو اور تم ہمارے ساتھ رہو

آپ کے چچا حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے ابوسفیانؓ اُن لوگوں میں تھے جنہوں نے اسلام

کی مخالفت کی تھی۔ مسلمانوں کی ایذادہی میں کوئی کسر نہ رکھی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی مذمت و ہجو کرنا ان کا روزمرہ کا کام تھا۔ بارہا مقابلے پر آ چکے تھے۔ ابوسفیان بھی معہ اپنی بیوی

... میں ملے اور خدمت مبارک میں حاضر ہونا چاہا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے

... حارث کے والد دوسرے صحابی ہیں چنانچہ ان کے مشرف با سلام ہونیکا حال عنقریب بیان ہوگا ۱۲

... رسول اللہ ... العهد والميثاق ... من خزاعة وكانوا في عقده وعهده ... [illegible] ... ابو سفيان ... والله ... الأرض حتى تموت

[illegible] نے لشکر اور اُن کی حالت کو دیکھ کر سمجھ گیا
[illegible] قریش کی خبر نہیں۔ اگر کسی ذریعے سے اہلِ مکہ کو اطلاع
[illegible] میں تو اچھا ہے۔ اِسی فکر میں نکلا تھا کہ چند آدمیوں کی آواز
[illegible] کہا یہ لوگ بغرض تجسس نکلے تھے۔ ابوسفیان نے مجھ سے لشکر کا حال
[illegible] کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔
[illegible] کیا کرنا چاہیے۔ میں نے کہا حاضر دربار مبارک ہو کر امن حاصل کرو میں اُن کو اپنی سواری
[illegible] لے چلا راستے میں حضرت عمرؓ مل گئے۔ انھوں نے دیکھتے ہی کہا الحمد للہ آج ابوسفیان بلا کسی
[illegible] کے قابو میں آگئے۔ مگر میں نے بہت جلدی کے ساتھ اُن کو خدمت اقدس میں پہنچایا۔ پیچھے
پیچھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اجازت دیجیے ابوسفیان
کی گردن مار دوں مگر آپ نے اُن کو امن عطا فرمایا۔ دوسرے روز وہ پھر حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ (رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام قبول فرمانے ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس ارشاد سے ان کی عزت افزائی
کی فرمایا مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِی سُفْیَانَ فَهُوَ آمِنٌ (جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ امن میں آگیا)
[مسلمانوں کے دل میں فتح مکہ کی امنگیں بھری ہوئی تھیں وہ اس دن کے منتظر بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ بن عبادۃ انصاری کو جھنڈا عنایت فرما کر حکم دیا کہ کدی کی جانب سے لشکر کو
لے کر داخلِ مکہ ہوں تو وہ خوشی کے ساتھ یہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے ؎

اليوم يوم الملحمه	اليوم تستحل الحرمه
آج کا دن لڑائی کا دن ہے	آج بیت اللہ کی حرمت اٹھا دی جائیگی

[illegible] جب آنحضرت کو اطلاع پہنچی تو اسی وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجکر جھنڈا اُن سے واپس
لے لیا اور فرمایا سعدؓ غلط کہتے ہیں۔ اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَرْحَمَۃِ۔ (آج کا دن رحمت اور معافی کا دن ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لشکر کے سرداروں کو ارشاد فرمایا کہ سوا اُس شخص کے جو
[illegible] کسی کو قتل نہ کریں۔ اسی وجہ سے مسلمان بلا کسی لڑائی کے داخلِ مکہ ہو گئے۔ البتہ خالد بن
[illegible] داخل ہوئے تھے وہاں عکرمہ بن ابی جہل اور اُن کے ہمراہیوں نے مقابلہ

[illegible] سعد بن عبادۃ حین مر بہ قال یا ابا سفیان الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الحرمۃ "الکعبۃ" فقال النبی صلعم بل یوم تعظم فیہ الکعبۃ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] گواہی دیتا ہے کہ آپ نبی ہیں

[illegible] جنھوں نے احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و[illegible]

[illegible] تھا۔ فتح مکہ کے دن یہ بھی خوف کی وجہ سے طائف بھاگ گئے

[illegible] ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے اُن کا اسلام قبول فرمایا اور

[illegible] رضی اللہ عنہ کے قتل کی کیفیت دریافت فرمائی جس کو سُن کر آپ پر گریہ غالب ہو گیا

[illegible] فرمایا کہ تم میرے سامنے نہ آیا کرو۔ وحشی نے حضرت حمزہؓ کے قتل کی مکافات اس طرح کی

[illegible] کو اسی آلہ سے اسی طرح قتل کیا جس طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا

[illegible] سفیان کی زوجہ ہندہ بنت عتبہ کی عداوت اور بغض کا یہ حال تھا کہ جنگ احد میں جب حضرت

[illegible] ہو گئے تھے تو اُن کا جگر نکال کر چبایا۔ فتح مکہ تک اُن کی یہی کیفیت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ

[illegible] وسلم نے ابوسفیان کو حکم دیا کہ ہمارے داخلے سے پہلے قریش کو لشکر اسلام کی خبر کر دو۔ اور معافی کا

[illegible] سنا دو۔ تو ابوسفیان نے بیت اللہ میں کھڑے ہو کر للکارا اور کہا کہ "لشکر اسلام آگیا جس کا تم

[illegible] نہیں کر سکتے۔" قریش نے کہا پھر کیا کریں۔ انھوں نے معافی کا اعلان سنا دیا۔ تو ہندہ نے

[illegible] سفیان کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا۔ لوگو! اس احمق بوڑھے کو قتل کر دو۔ یہ کیا کہتا ہے۔ ابوسفیان نے

[illegible] جا کر بیٹھ رہ ورنہ گردن اُڑا دی جائے گی۔ ہندہ بھی اُن چار عورتوں میں تھیں جنکے قتل کا حکم

[illegible] نے اوّل اپنے گھر کے سب بتوں کو توڑا۔ اور کہا کہ ہم تمہاری وجہ سے بڑے دھوکے میں تھے

[illegible] میں ملکر پوشیدہ طور سے حاضر خدمت ہوئیں اور اسلام لائیں اور دو بکری کے بچے

[illegible] کیا کہ میری بکریاں بچے کم دیتی ہیں۔ آپ نے برکت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد بکریاں بہت

[illegible] تی تھیں کہ یہ آپ کی دعا کی برکت ہے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمکو اسلام کی ہدایت کی

[illegible] عفو اور چشم پوشی اور حسن اخلاق اور غایت نرمی کے ہیں۔ جن کا ظہور

[illegible] ہوا ہے۔ اب ہم یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد قبائل عرب میں اسلام

[illegible] اسلام اور اطاعت کا اظہار کر دیا جبکہ

[illegible] مسلمان ہو گئے اور ملکِ عرب میں سوار شاذ و نادر

[illegible] تھا۔ عامر بن طفیل دس آدمیوں کے ساتھ مدینہ میں آتا اور رسول اللہ

[illegible] طرح بے باکی اور جراٴت سے گفتگو کرنے پر کفایت نہیں کرتا بلکہ دھمکی بھی

[illegible] نہایت حلم و کرم عفو اور درگذر نہ تھا۔ کہ آپ نے عامر کی گفتگو سن کر اس کو کچھ بھی سخت جواب

[illegible] فرمایا اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ عَامِرًا (یعنی اے اللہ عامر کے شر سے محفوظ رکھ) عامر یہ گفتگو کر کے واپس ہوا

[illegible] ملامت کی کہ ایسا موقع ملنے پر بھی تو نے کچھ نہ کیا آج سب قصہ طے ہی ہو جاتا۔ اربد نے

[illegible] میں نے تو چند بار تلوار سے حملہ کرنا چاہا مگر ہر دفعہ تو میرے سامنے آجاتا تھا کیا میں تجھکو

[illegible] کر دیتا۔

ایک عاقل منصف کو سمجھنے کا موقع ہے کہ جب آپ کو ہر چھوٹے بڑے معاملہ کی بذریعے وحی

[illegible] دی جاتی تھی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عامر کے بدارادہ کی اطلاع نہ ہوتی مگر سبحان اللہ کیسی حکمت

[illegible] کہ حقانیت اسلام اور اپنے مرسل من اللہ ہونے کو ہر ہر پہلو سے ظاہر فرما دیا۔ آپ نے عامر اور

اربد کو یہ موقع دیا کہ دل کی ہوس پوری کریں اور دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے سچے نبی کی کیسی

تائید فرماتا ہے۔

اگر عامر اور اس کے رفقاء کو جمال مبارک دیکھنے اور سچی اور موثر گفتگو کو سننے سے اثر

[illegible] ہوا تھا۔ تو ایسی کھلی اور روشن دلیل صداقت کو دیکھنے کے بعد تو دل میں اسلام راسخ ہو جاتا

افسوس شقاوتِ ازلی نے فہم و ادراک و عقل و تمیز سب کو مسخ کر دیا تھا۔ وہ دولتِ ایمان

[illegible] مشرف نہ ہوا اور آپ کی تیر بہدف دعا کا نشانہ بن کر رہا۔ عامر کو راستہ ہی میں موت

[illegible] بیکسی کے ساتھ کہ بے یار و مددگار اہلِ وطن سے دور طاعون کی گلٹی نمودار ہوئی

[illegible] سلول کی ایک عورت کے گھر میں پڑ کر جان دیدی۔ عامر جیسے متکبر اور با نخوت

[illegible] کے لئے جس نے تمام عرب کے خلاف دربار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی گردن

[illegible] اور اپنی سرداری اور قوت کے گھمنڈ میں تہدید آمیز گفتگو کی تھی۔ یہ بہت ننگ

[illegible] حالت کے اندر ایک غریب عورت کے گھر مرنے کے لئے

[illegible] قال لہ ... یا عامر ان الناس قد اسلموا فاسلم قال ان اللہ لقد آلیت لا انتہی حتی تتبع العرب
[illegible] قال یا محمد خالنی قال لا حتی تؤمن باللہ وحدہ لا شریک لہ فلما ابی علیہ رسول اللہ صلی

... سمجھتے اور اس کی گستاخی پر ... سب بصدق دل مسلمان ہو گئے اور اس بستی ... میں ... شرک کی حالت میں باقی نہ رہا۔

... خدمت مبارک میں حاضر رہنے کا بہت تھوڑا سا وقت ملا تھا یعنی ... آپ نے اُن کے ہمراہ کوئی فوجی دستہ نہیں بھیجا تھا جس کے خوف سے قبیلہ کا ... مسلمان ہو جاتا۔ ضمام کے اندر اس تھوڑے سے فیض صحبت سے وہ قوت جاذبہ پیدا ... نے تمام قبیلہ کو جن کے رگ و ریشہ میں مشرکانہ عقاید سمائے ہوئے تھے اپنی طرف ... لیا۔ یہ تھی اسلام کی اصلی قوت اور کرامت جس کے طفیل سے اسلام پھیلا اور جس نے جسموں سے ... دلوں کو مسخر کر لیا جس نے دلوں پر محبوبانہ قبضہ کیا نہ کہ قیدیوں کی طرح پیروں کو جبر کی زنجیروں میں باندھا اور دل متنفر و آبی رہے۔ اور یہ تھا اسلام کا حقیقی جلوہ کہ جس کے اندر ایک ذرہ بھی سرایت کر گیا وہ دوسروں کو بھی اپنی قوت قلبی اور مؤثر بیان سے اپنی طرف کھینچ لیتا تھا یہ ایسے لوگوں کا حال ہے جن کو بہت قلیل مدت یعنی ساعت و ساعت کا فیض صحبت یا دیدار جمال مبارک حاصل ہوا تھا۔ جن حضرات کی عمریں جان نثاری میں گذریں سفر و حضر میں ہمرکاب حضور اقدس رہے۔ جن کو ایک گھڑی کی جدائی شاق تھی۔ اُن کے رسوخ ایمانی تاثیر قلبی اور قوت جاذبہ کا اسی سے قیاس ہو سکتا ہے۔

فتح مکہ ہجرت سے آٹھویں سال رمضان المبارک کے مہینے میں ہوئی اور اس کے بعد سوا سال کے اندر عرب کے وفود حاضر ہوئے۔ جوق جوق لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور حق تعالیٰ نے اپنے سچے نبی کو سورۂ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ نازل فرما کر جتلا دیا کہ تمہاری بعثت کی غرض پوری ہو چکی اور اسلام کی حقانیت کا سکہ جو عالم کے قلوب میں بیٹھ چکا ہے مٹ نہیں سکتا اور نہ اس کی اشاعت ... رک سکتی ہے۔

حجۃ الوداع نویں سال آپ نے حج کیا۔ اس حج کو اس وجہ سے کہ عالم حیات میں آپ ہمیشہ کیلئے بیت اللہ سے رخصت ہو گئے حجۃ الوداع کہتے ہیں اور اس وجہ سے کہ آپ نے تمام مسلمانوں کو

اسلام کی اشاعت کس طرح ہوئی

...نے سے حالات بیان کرنے کے بعد ہم چاہتے ہیں ... ہزارہا حالات وواقعات میں سے بھی چند ایک کا ذکر ... ہو جائے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اسی نقش قدم پر چلے اور یہ کہ اُن کے ... محاسن اور اس کے جذبات پوری قوت کے ساتھ موجود تھے۔ جن کو دیکھ کر ... اسلام کی طرف رغبت ہوتی تھی اور صحابہ کرام کے ان ہی حالات ومعاملات کے ذریعہ ... نے دنیا پر اپنا تسلط جمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دُنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

حصۂ دوم

زمانہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

...کا مرتد ہو جانا

فتح مکہ اور وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تقریباً ڈیڑھ سال کا زمانہ ... عرصہ میں جیسا کہ ہم پچھلے حصہ میں بیان کر چکے ہیں۔ سارے ملک عرب میں اسلام پھیل ... قبائل عرب میں کوئی قبیلہ بھی ظاہرا اسلام سے منحرف نہ رہا۔ لیکن ان نو مسلموں میں ... ایسے تھے جو فی الواقع مسلمان نہ ہوئے تھے، بلکہ اپنی قوم کی دیکھا دیکھی احکام اسلام ... اسلام و مسلمانان میں داخل ہو گئے تھے

... نے زبان سے اقرار کیا کہ میں ایک منٹ کے لئے بھی مسلمان نہ ہوا تھا

... تھے اکثروں کو اسلام

... مسلمان ہو کر آخر دشمن اسلام اور مسلمانوں

... خود سری اور ہوس خام کا مرض اتنا بڑھا کہ عورتیں بھی دعوی
... ایک عورت تھی اپنی ننہال یعنی بنی تغلب میں رہتی تھی۔ دعوی نبوت
... اور آن بان کے ساتھ بہت سا لشکر لئے ہوئے اپنی قوم یعنی بنی تمیم کی طرف
... عیسائی تھے ان کا سردار ہذیل بن عمران اپنا مذہب چھوڑ کر بنی تغلب کو ساتھ لیکر سجاح
... ہو گیا۔ بنی تمیم کی حالت خود بخود مخدوش تھی بہت سے اسلام پر پختگی سے قائم تھے اور بعض
... مذبذب میں تھے۔ وہ آپس کے قصہ میں مشغول تھے کہ سجاح مدعی نبوت بن کر آئی۔ بنی تمیم کو
سخت آفت کا سامنا ہو گیا۔ بعض نے تو سجاح کا ساتھ دیا اور بہت سے علیحدہ رہے۔ سجاح کا قصد
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لڑنے کا تھا۔ لیکن اس نے پہلے مسیلمہ سے نبٹ لینے کو مقدم سمجھ کر
یمامہ کا قصد کیا۔ مسیلمہ کو سخت فکر ہوا کہ اگر سجاح کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہوا تو مسلمان یمامہ پر قبضہ
کر لیں گے۔ اس لئے اس نے ایک تدبیر سے سجاح کے ساتھ مصالحت کی ٹھہرائی۔ اس سے یہ کہا کہ نصف
زمین ہمارے لئے تھی اور نصف قریش کیلئے۔ لیکن قریش نے بوجہ ناانصافی نصف پر قناعت نہ کی اب
وہ نصف تجھکو دیجاتی ہے اور اس کے بعد نکاح کا پیام دیدیا۔ سجاح رضامند ہو گئی۔ نکاح ہو گیا۔
سجاح کے متبعین کو معلوم ہوا تو انھوں نے کہا کہ مسیلمہ نے تجھکو مہر میں کچھ نہیں دیا اس سے مہر کا مطالبہ
کر۔ سجاح نے مطالبہ کیا تو مسیلمہ نے کہا کہ میں تمہارے مہر میں منجملہ پانچ نمازوں کے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرض کی تھیں دو نمازیں صبح اور عشا کی معاف کرتا ہوں۔

یہاں جھوٹے مدعیان نبوت کی حقیقت تھی سجاح کے ساتھی بھی خوب سمجھ گئے وہ سخت پشیمان ...
... کا سردار عطارد بن حاجب نہایت پشیمانی میں کہتا ہے۔ شعر

اضحت نبیتنا انثی نطوف بها	واصبحت انبیاء الناس ذکرانا

اور لوگوں کے نبی تو مرد ہیں مگر ہمارا نبی ایک عورت ہے جس کو ہم لئے پھرتے ہیں۔

... جوش تھا جس کے اندر نادانستگی سے لوگ سجاح کے ساتھ ہو گئے تھے تھوڑی
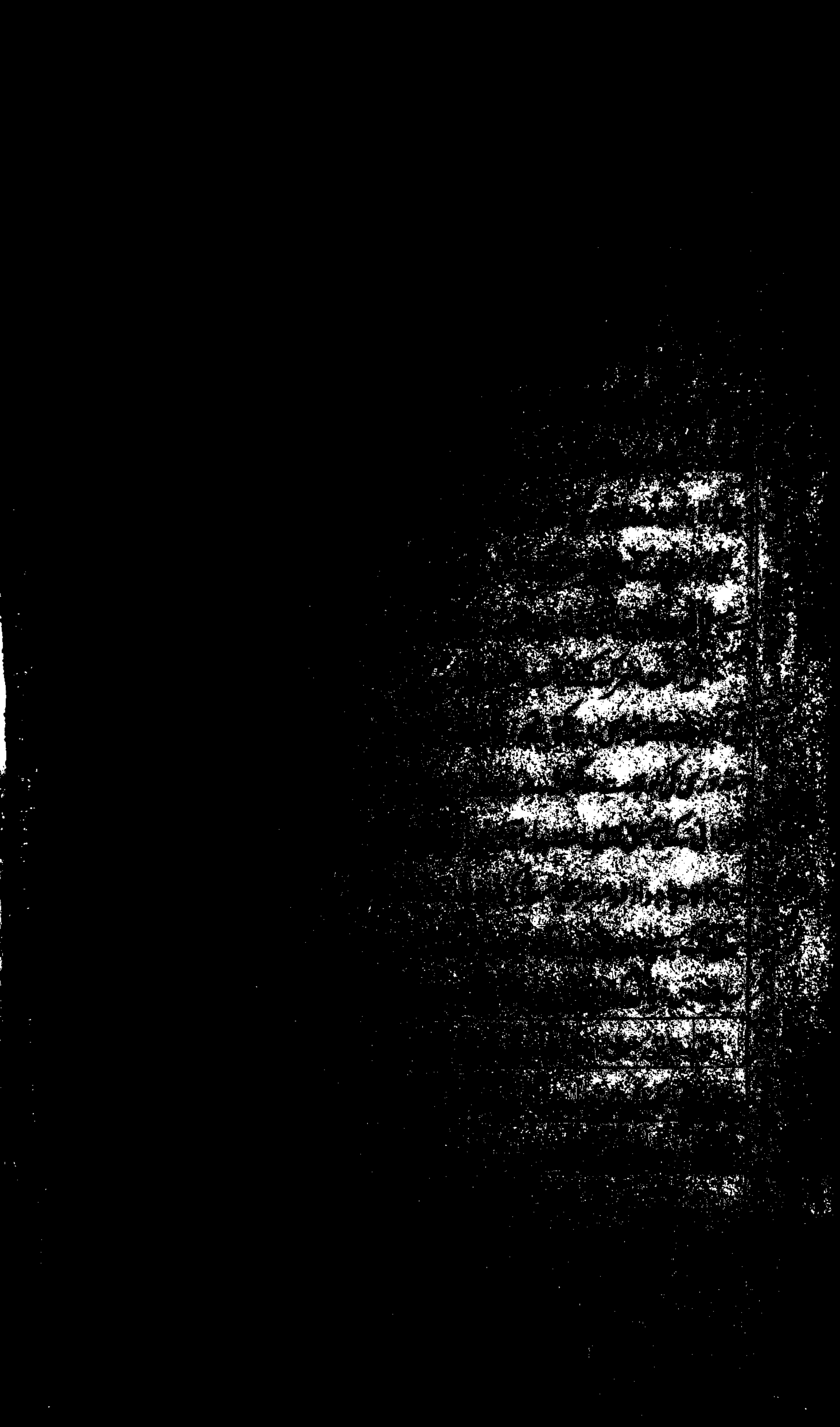
[illegible] نفس کو بھی دخل ہونا ممکن تھا ورجتنا کوئی اعلیٰ درجہ کا مقبول ہوتا ہے اس کی ادنیٰ لغزش بھی قابل گرفت ہوتی ہے۔

حضرت سعدؓ معمولی درجہ کے شخص نہ تھے آپ عشرہ مبشرہ میں کے ایک فرد اور اس پایہ کے افراد میں سے تھے جن پر مسلمانوں کا ناز کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ آپ کو ان اشعار کی اطلاع پہنچی۔ تو فرمایا۔ اللّٰھم ان کان ھذا کاذبا وقال الذی قالہ ریاءً وسمعۃ فاقطع عنی لسانہ (الٰہی اگر اس نے غلط کہا ہے اور نام آوری و شہرت کی غرض سے کہا ہے تو اس کی زبان بند کر دے)

حضرت سعدؓ کی دعا مقبول ہوئی۔ یہ شخص صف میں کھڑے ہوئے تھے کہ ایک تیر سیدھا منہ میں آکر لگا جس سے زبان بھی بند ہوگئی اور شہید ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے بوجہ قبولیت اُن کو درجہ شہادت سے سرفراز فرمایا اور حضرت کی دعا حقیقت اور ظاہر صورت دونوں طور سے قبول فرمائی

اہل بحرین کا مرتد ہونا اور مسلمانوں کی غیبی تائید کا عجیب واقعہ	منذر بن ساوی جو کسریٰ کی طرف سے بحرین کے حاکم تھے اُن کے مسلمان ہوجانیکا حال ہم بیان کر چکے ہیں۔ جارود بن معلی بحرین کے ایک مقتدر

رئیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور احکام اسلام خوب سیکھ کر واپس ہوئے اور اپنے قبیلہ عبد القیس کو تعلیم احکام اسلام دینے میں مشغول ہوئے اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثہ درپیش آگیا۔ منذر بن ساوی بھی بیمار تھے اُن کا انتقال بھی کچھ ہی دنوں بعد ہوگیا۔ اور اہل بحرین میں مرتد ہونیکی سمی ہوا جو قبائل عرب میں چل رہی تھی اثر کرگئی۔ بحرین کے دو زبردست قبیلوں میں سے بنی بکر تو مرتد ہوگئے۔ اور انھوں نے نعمان بن المنذر کی قدیم سلطنت کو دوبارہ قائم کرکے منذر بن النعمان کو جس کا لقب غرور تھا۔ بادشاہ بنانا چاہا۔ قبیلہ عبد القیس تردد میں تھے۔ اُن کو یہ خیال تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوتے تو اُن کی وفات نہ ہوتی۔ جارود بن معلی نے ان لوگوں کو جمع کرکے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے انبیاء بھیجے تھے۔ سب نے کہا بھیجے تھے۔ جارود نے کہا پھر وہ کہاں گئے؟ سب نے کہا وفات پاگئے۔ جارود نے کہا بس تو آپ کی بھی وفات ہوگئی جس طرح اور انبیاء کی ہوئی تھی۔ وانا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ جارود کی اس تقریر کے بعد قبیلہ عبد القیس تو پختگی سے قائم رہے۔ اس واقعہ سے یہ بھی نتیجہ

[illegible] سعد انزل الی الناس فلعتذر الیھم مافیہ من القروح فی فخذیہ والیتیہ فعذرہ الناس لم یذکران سعداً دعا علی قائل ھذین البیتین فقال اللّٰھم ان کان [illegible] الاسیر حتی مات النبی صلعم فقالت عبد القیس لوکان محمد نبیا لما مات وارتدوا وبلغہ ذالک فبعث فیھم فجمعھم ثم قام فخطبھم فقال یا معشر [illegible]

[illegible] کہ قریب ہی پانی چھلکتا ہوا نظر آیا۔ سب نے خوش خوش خدا تعالیٰ کا [illegible] سب نے پانی پیا اور جو برتن پاس تھے سب کو بھر لیا۔ اور ابھی دن چڑھنے نہ پایا تھا کہ [illegible] وقت ہی سب کے سب معہ اسباب آموجود ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے یہ کرشمہ تائید آسمانی دکھا کر مسلمانوں کو سمجھا دیا کہ اپنے دین کی اشاعت و استحکام ہم خود کرتے ہیں۔ تمہاری تدابیر و جفاکشی پر کوئی امر موقوف نہیں ہے تمکو تمہاری سعی و اخلاص کا ثواب دینا منظور ہے اور یہ بھی اُن کو بتلا دیا گیا کہ اگر تم سچے دل سے اسلام کی خدمت گزاری کروگے تو تائید غیبی تمہارے ساتھ رہے گی ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔ اگر تم اللہ کی تائید میں کھڑے ہوگئے تو اللہ تمہاری مدد کریگا اور تمکو ثابت قدمی عطا فرمائیگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضؓ بھی اس لشکر میں تھے انھوں نے پانی کا برتن بھر کر اُس جگہ رکھدیا اور یہاں سے روانہ ہونے کے بعد منجاب بن راشد سے کہا کہ تم اُس جگہ کو جانتے ہو۔ جہاں پانی تھا انھوں نے کہا کہ خوب جانتا ہوں جاکر دیکھا تو وہ برتن پانی کا بھرا ہوا رکھا تھا۔ منجاب نے کہا آج سے پہلے اس موقع پر کبھی نہیں دیکھا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے فرمایا کہ میں نے اس وجہ سے برتن بھر کر رکھ دیا تھا کہ اس کو آکر دیکھوں گا۔ اگر یہ پانی کی جگہ ہے یا کوئی چشمہ ہے تو معلوم ہو جائیگا اور اگر خدا کی طرف سے تائید ہے اور جس طرح من و سلویٰ بنی اسرائیل پر آسمان سے نازل ہوئی تھی ہمارے لئے بھی مَن ہے تو معلوم ہو جائیگا اب معلوم ہو گیا کہ یہ مَن تھا اور خدا تعالیٰ نے غیب سے امداد فرمائی ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

مالک بن نویرہ کا مرتد ہو کر مسلمان ہونا

مالک بن نویرہ نے بھی سجاح کی موافقت کی تھی مگر ساتھ ہی اس کو اس ارادہ سے روکا تھا کہ مدینہ منورہ پر چڑھ کر جائے یا مسلمانوں سے مقابلہ کرے، جب سجاح کی نبوت کا خاتمہ ہو گیا اور وہ اپنی ننہال بنی تغلب میں بھاگ کر چلی گئی تو مالک بھی اپنی حرکت پر سخت پشیمان اور نادم تھے۔ وہ حیران تھے کہ کیا کریں۔ ادھر وکیع اور سماعہ جنھوں نے سجاح کا ساتھ دیا تھا اپنے فعل پر نادم تھے۔ یہ دونوں اپنی قوم کے صدقات جمع کر کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے اور اطاعت قبول کر لی۔ مالک بن نویرہ نے اپنی قوم بنی یربوع سے کہا کہ ہم کو پہلے ہی اطاعت کی طرف بلایا گیا تھا مگر ہمنے دیر کی جس کا نتیجہ ہمارے لئے اچھا ہوا۔ اب تم نے اور ہم نے دیکھ لیا ہے کہ مسلمانوں کے کام بغیر ظاہری تدابیر اور انتظام کے درست ہوتے جاتے ہیں اور تائید غیبی اُن کی شامل ہے۔ ایسی قوم سے عداوت و مقابلہ کرنا جن کے کام خدا تعالیٰ کی تائید سے چلتے ہیں عقل کا کام نہیں ہے

[illegible] جس [illegible] ہمارے خود بادشاہ کہنا چاہیے علیٰحدہ ہوتا تھا یہی
[illegible] بے سرو سامان ملک کو کسریٰ جیسے عظیم الشان بادشاہ سے آمادۂ کارزار بنا دیا
[illegible] باوجود اس سازوسامان کے عہدہ برآ نہ ہوسکا۔ اس حُبِ ریاست اور خیال خام سلطنت کی
وجہ سے بہتوں کو باوجود اس امر کے تیقن کے کہ آپ سچے نبی ہیں اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم اور اسلام لانے سے روکا۔ جیسا کہ ہم مسیلمہ کا حال ابھی بیان کر چکے ہیں۔ بنی حنیفہ اتنی بڑی قوم
تھی کہ اس میں لاکھوں بہادر جنگجو نبرد آزما موجود تھے۔ مسیلمہ کو سلطنت کا خبط سمایا اور اُس نے
اول اپنی حماقت سے یہ سمجھ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی طالب ریاست و سلطنت ہوں گے
اسی بات پر صلح کر لینی چاہیے کہ ہم اور آپ ملکر ساری دنیا کو فتح کریں اور نصف ملک قریش کے
حصے میں آجائے اور نصف ہمارے۔ لیکن یہاں تو دین حق کی تبلیغ منظور تھی۔ اس کو صاف جواب دیدیا گیا
باذان عامل کسریٰ (جس کے مسلمان ہونے کا مفصل حال بیان ہو چکا ہے) اور اہل یمن کے
مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باذان کو کل یمن کا امیر عامل مقرر فرمایا اور حضرت
معاذ رضی اللہ عنہ کو سب عاملوں کے اوپر نگراں مقرر فرمادیا۔ اسود عنسی جس کا حال ہم اوپر بیان
کر چکے ہیں اس کے دماغ میں حکومت کا خبط سمایا اور اس نے دعویٰ نبوت کر کے شعبدہ بازی کے
ذریعے سے لوگوں کو گرویدہ کر کے عاملان یمن کے مقابلہ کو تیار ہو گیا۔ مسیلمہ اور اسود دونوں کسی حال اور
کسی طرز سے بھی دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے۔ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی حیات ہی میں دعویٰ کیا تھا۔

مدینہ منورہ منافقوں کے وجود سے بالکل پاک نہ ہوا تھا۔ ان میں کے کچھ آدمی اور اُن کے
خیالات باقی تھے۔ وہ ہر وقت مسلمانوں کی ایذاہی اور بیخکنی کے لئے آمادہ تھے۔ اسلام کے سب سے
بڑے مخالف اور دشمن یہود تھے۔ اُن کی جڑ ابھی موجود تھی۔ عیسائیت کے رگ و ریشے ملک عرب
... میں پھیلے ہوئے تھے۔ عیسائیت کو قیصر کی عظیم الشان سلطنت سے تقویت حاصل تھی اسلئے
اس کا اثر عرب اور اہل عرب پر زیادہ تھا۔ خود عرب کے بہت سے قبائل عیسائی بن چکے تھے۔
عرب کے بہت سے قبائل نے خوشی اور رضا سے اسلام قبول کیا تھا۔ مگر وہ اسلام کی خوبیاں

... خیال تھا کہ اگر قبائل عرب مدعی اسلام ہو کر زکوۃ دینے سے اِنکار کریں تو ہم اُن
... نہ کریں ہم اپنی جان کی حفاظت یا مخالفان اسلام کی مدافعت کے لئے لڑائی کے قصے
... ہوں بلکہ صبر کئے ہوئے بیٹھے رہیں اور اللہ کی عباد ت میں زندگی کے دن پورے کردیں
... صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قلبی کیفیت یہی تھی۔ اُن کا دل محبت خداوندی سے
... قدر لبریز اور کسی کی محبت اور عداوت اور تمام اخلاق ذمیمہ سے ایسا پاک وصاف تھا کہ وہ
... آن بھی کسی دوسرے مشغلہ میں پڑنا نہیں چاہتے تھے۔ مگر یہ وقت تھا جس میں حضرت ابوبکر صدیق
... اللہ عنہ کی فضیلت کا حق تعالیٰ کو اظہار منظور تھا۔ آپ سمجھ چکے تھے کہ اس وقت ہمارا مدافعت
... نا اور سکوت کرکے اپنے حال پر بیٹھ رہنا اسلام کے نیست ونابود ہونے کا پیش خیمہ ہے۔ قانون
... قل اور واقعات عام کی بنا پر یہ کھلی ہوئی بات تھی کہ مسلمان اس فتنہ کے زمانہ میں خاموش بیٹھ کر
... اپنی ہستی اور اسلام کے وجود کو قائم نہیں رکھ سکتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فوراً اس کے تدارک کی تدبیریں فرمائیں اور ارشاد فرمایا کہ جو لوگ
... وۃ دینے سے انکار کریں گے میں اُن سے بھی مقابلہ کروں گا۔ سب صحابہ نے نہایت ادب اپنے
... جب التعظیم خلیفہ اور امیر المومنین کا حکم مانا اور جس سرعت سے یہ فتنہ پھیلا تھا اُسی سرعت سے دبا دیا
... اسلام کی اسی حالت اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی انھیں تدابیر کی طرف اشارہ کرکے حضرت ابن مسعود
... اللہ عنہ فرماتے تھے

... قمنا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... کدنا نہلک فیہ لولا ان اللہ اعاننا بابی بکر۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم پر ایسا وقت آگیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ ابوبکر سے ہماری امداد نہ فرماتا تو ہم بالکل غارت ہو جاتے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد وعمل سے ہمکو اس نتیجہ پر پہنچنا دشوار نہیں ہے کہ دین
... معاملہ میں مداہنت کرنے سے اسلام کی جڑیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں اور یہ کہ اسلام کے کسی رکن کا انکار
... اثر بھی وہی ہوتا ہے جو کل ارکان کے انکار کا اور یہ کہ کوئی قوم متفق ہو کر کسی رکن کو چھوڑ بیٹھے تو
... کو فہمائش کے لئے اُن سے مقابلہ کرنا چاہئے۔

... اس واقعہ اور اسی قسم کے دوسرے واقعات سے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ

... لما توفی النبی صلعم واستخلف ابوبکر بعدہ وکفر من کفر من العرب قال عمر بن الخطاب لابی بکر کیف تقاتل الناس وقد قال رسول اللہ صلعم ... الا ان رأیت ان اللہ شرح الصدر ابی ابکر للقتال فعرفت انہ الحق۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ صبح المطابع دہلی صفحہ ۱۵۷ ج ا

... کے اعلیٰ ہر تدبیر اسی وجہ سے مفید ... ہوئے بد وبھی جو فوری جوش میں بر سر مقابلہ ... سے بول اٹھے کہ ایسے لوگوں سے کیونکر مقابلہ ہوسکتا ہے ... ہیں۔

... فی الحقیقت بہت بڑی غیبی امداد اور تائید تھی ایک فہمیدہ اور غائر نظر ... معلوم کرسکتا ہے کہ مذہب اسلام فقط اہل عرب ہی کے واسطے مخصوص نہ تھا بلکہ دنیا بھر کا مذہب ... مامور تھے کہ ہر ایک ملک والوں کو دعوت اسلام پہنچائیں مسلمانوں کو سرزمین عرب سے قدم ... اہل مذاہب کو مذہب کی خوبیوں سے واقف کرنا لازمی امر تھا اور اس صورت میں ضروری ... اپنی اندرونی حالت سے بےفکر اور مطمئن ہو کر پوری قوت کے ساتھ قدم نکالیں تاکہ معرکہ آرائی کے موقع ... اس قوت سے کام لے سکیں۔

لیکن عرب کی یہ حالت تھی کہ ان میں بہت سے گو بظاہر مسلمانوں میں داخل ہوگئے تھے مگر حقیقتاً مسلمان نہ تھے اور وہ کسی موقعہ کے منتظر تھے اور بہت سے لوگ گو مسلمان تو ہوگئے تھے مگر حقیقی اسلام کے ذائقہ سے واقف نہ ہوئے تھے فیض صحبت اٹھایا نہ تھا۔ حُبِ جاہ و ریاست دل میں موجود تھی آزادی اور مطلق العنانی کے لطف کو بھولے نہ تھے۔ احکام شرعیہ کی تقلید اور محاصل شرعی کی قیود کے خوگر نہ ہوئے تھے منافق موجود تھے یہود جو سب سے زیادہ مسلمانوں کے دشمن تھے ان کی جڑیں قائم تھیں۔ اس حالت میں قبائل عرب کو بگڑنے اور مخالفت کرنے کے واسطے ایک بہانہ کی ضرورت تھی۔ اور جو مادہ خلاف اور عداوت کا ... محبت جاہ و ریاست یا طلب آزادی و مطلق العنانی کا ان میں مخفی تھا اس کا ظاہر ہونا ضروری تھا۔ ایسی مخذوش حالت میں کہ اہل عرب میں یہ فاسد مادہ اندر ہی اندر پکتا رہا مسلمان سرزمین عرب سے باہر قدم نکالتے تو ان کو کیسی ... دقتوں کا سامنا تھا۔ اول تو خود ان کی جماعت میں ایسی قلت ہوتی کہ کسی قوم کے سامنے ان کے پیام و اسلام کا کچھ بھی اثر ہوتا اور در صورت مقابلہ ان کو عہدہ برآ ہونے اور اپنی محافظت کی کوئی صورت نہ ہو ... دوسرے ان کے باہر نکلتے ہی عرب کی اندرونی مخالفت ظہور پذیر ہوتی اور خلیفۂ وقت دارالخلافت ... اہل و عیال سب دشمنوں کے نرغے میں آجاتے۔ اور وہ ایسی بے اطمینانی کی حالت میں کچھ بھی ... بیرونی دشمنوں میں محصور ہو کر فنا ہو جاتے۔

[illegible] افضل و اعلیٰ ہو گئے اور

[illegible] جائیں مگر صحابہؓ کی ہمسری نہیں کر سکتے۔

[illegible] افعال و احوال و معاملات کو دیکھنے سے اول نظر میں معلوم

[illegible] کی نعمتوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔ اُن کو سوائے رضا

[illegible] احکام شریعت کوئی امر مطلوب نہیں۔ صحابہؓ دنیا کے تمام معاملات کرتے تھے۔ تجارت

[illegible] صنعت و حرفت میں مشغول تھے۔ تعلقات خانہ داری اور معاشرت احباب و اخوان کے حقوق

[illegible] ادا کرتے تھے مگر اُن کے قلب میں سوا محبت خدا و رسول اور کوئی امر نہ تھا ان کی یہ حالت

[illegible] مثل دوسرے لوگوں کے کاروبار میں مشغول دیکھے جاتے تھے۔ مگر کسی کو دنیا طلبی کا گمان اُن

[illegible] تھا۔ جنگ اُحد میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کی جماعت کو ایک معین جگہ پر

[illegible] فرما کر ارشاد فرما دیا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ٹلنا۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی کفار مکہ شکست کھا کر بھاگے تو

[illegible] لشکر مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوا۔ اس جماعت نے یہ سمجھ کر کہ فتح تو ہو ہی چکی اب یہاں کھڑے

رہنا کچھ ضروری نہیں ہے۔ جگہ چھوڑ دی اور مال غنیمت میں حصہ لینے کے واسطے چلے گئے مال غنیمت میں

[illegible] لینا شرعاً منع نہ تھا بلکہ اس کی اجازت تھی مگر اس جماعت پر محض اس وجہ سے کہ بلا اجازت رسول

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے جگہ چھوڑ دی عتاب ہوا اور یہ آیات نازل ہوئیں۔

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ	تم میں سے بعض ایسے ہیں جو دنیا کو طلب کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو آخرت کو طلب کرتے

اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

[illegible] علمت ان احداً من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ [illegible] وسلم یرید الدنیا حتی نزلت الآیۃ	اس آیت کے نزول سے پہلے مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بھی کوئی دنیا کا طالب ہے۔

[illegible] ظاہر ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود بھی دنیا میں تھے ضروریات زندگی کو پورا کرتے تھے اپنے

[illegible] دوسرے صحابہ کو بیع و شرا اور ہر قسم کے دنیوی کاموں میں مشغول اور تمام معاشرتی و تمدنی ضروریات

[illegible] پورا کرتے دیکھتے تھے۔ پھر بایں ہمہ ان میں سے کسی کی طرف طلب دنیا کا گمان نہ ہوتی

تھی [illegible] کہ دل میں سوا اللہ اور رسولؐ کے کسی چیز کی محبت نہ تھی۔ اُن کے رگ و ریشہ میں

[illegible] سرایت کئے ہوئے تھی، دنیا کے کاروبار جو کچھ بھی تھے ضروریات

[illegible] رسول اللہ صلعم الی ان [illegible] علیہ [illegible] ومن معہ فلما رای [illegible] عبد اللہ ابن جبیر [illegible] رسول اللہ صلعم حتی استشہد۔ روح المعانی [illegible]

[illegible] تائید نازل ہوئی اور
[illegible] رضی اللہ عنہ نے تیار ہم متاع دنیا کو طلب نہ کیا
[illegible] بلکہ دینا اسلام ہی کے مصالح پر مبنی تھا مال کی طرف رغبت
[illegible] اسلام کی تقویت کیلئے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو رہا بھی کیا تو اسلام
[illegible] دنیا کی طمع اور لالچ کو اس میں ذرا بھی دخل نہ تھا مگر چونکہ بصورت ظاہری مال کی طرف
[illegible] دلئے یہ رائے قابل عتاب ہوگئی اور ایک خاص وجہ سے یہ نرمی جو فی الحقیقت محمود تھی
[illegible] ثمرات مرتب بھی ہوئے جن کی توقع کی گئی تھی بمقابلہ رائے حضرت عمرؓ کے پسند نہ کیگئی۔
الغرض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اسلام کے سچے اور مجسم نمونہ بنکر اشاعت اسلام کیلئے اٹھے
[illegible] کے حالات و معاملات اسلام کے پاکیزہ عقائد کے لئے بمنزلہ دلیل کے تھے۔ اسلامی عقائد و احکام
[illegible] کے بموجب صحابہؓ کو دیکھا جاتا تھا تو دعویٰ حقانیت اسلام دلائل قویہ ظاہرہ سے ثابت و مستحکم ہوتا
تھا اور ہر شخص اُس کو حق سمجھنے پر مجبور ہوتا تھا۔ قرن صحابہ میں اسلام کی حیرت انگیز ترقی اور سریع
اشاعت کا اصلی راز یہی ہے۔ اگرچہ صحابہ کی معرکہ آرائیوں اور شجاعت و تدبیر حرب کے افسانے بھی ایسے
[illegible] کہ دنیا کی کوئی تاریخ اُس کی نظیر یا اس کے مشابہ حالات کو پیش نہیں کر سکی۔ مگر ہم اس موقع پر اُن حالات
[illegible] درج نہ کریں گے اور نہ فتوحات کے وسیع میدانوں کی سیر کرادیں گے بلکہ یہ دکھاویں گے کہ قومیں
[illegible] قومیں اسلام کے دائرہ میں کیوں داخل ہوئیں۔ اُن کے واسطے وہ کون سے اسباب تھے جن کی وجہ
[illegible] برضا و رغبت اسلام قبول کر لینے پر مجبور ہوئے۔

ناظرین صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات اور تائید غیبی کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ اُن
[illegible] کا جمع کرنا ایک ایسے مختصر رسالہ میں سخت دشوار ہی نہیں بلکہ غیر مناسب بھی ہے۔ مگر تاہم جس قدر
[illegible] عجیب حالات ہم لکھیں گے اُن سے ہمارا دعویٰ خوب محقق و مبرہن ہو جاوے گا۔

[illegible] کا خشک ہو جانا

اہل بحرین کے مرتد ہونے اور حضرت علاء بن الحضرمیؓ کا ان کے مقابلہ کے لئے مامور
ہونے اور مسلمانوں کی غیبی تائید کا عجیب واقعہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ مرتدین کو اس جگہ
[illegible] لشکر تو ان میں کے مقتول ہوئے اور جو بچے کچھ تو دوسری جانب کو بھاگ گئے اور
[illegible] پناہ گزین ہوئے۔ دارین ایک بستی ہے جو سمندر کے کنارہ سے جہاز پر سفر کرنے

... دعا کو قبول فرمایا اور دریا میں ان کے لئے سہل اور نہایت ... بے آب وگیاہ میدانوں میں غیبی تائید کا کرشمہ دیکھ لیا تھا اُس سے بڑھ کر ... دکھلا دیا کہ دین اسلام کے ساتھ تائید الٰہی شامل ہے اُس کی اشاعت نہ ظاہری ... پر موقوف ہے نہ کسی قسم کے جبر واکراہ کو اس میں دخل ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کو کیسا ہی سنگدل اور حق سے منحرف شخص بھی جب دیکھے گا ناممکن ہے کہ اسلام کی حقانیت اس کے قلب میں راسخ نہ ہوجائے اور گو وہ اپنے قدیم مذہب پر کتنا ہی ہٹ اور ضد کے ساتھ قائم رہنا چاہے لیکن دین اسلام کی ... کشش کبھی اس کو اپنے اصرار اور ہٹ دھرمی پر قائم رہنے نہیں دے سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ موضع ہجر کا ایک عیسائی راہب جو اسلامی لشکر کے ساتھ جس نے بر وبحر دونوں جگہ تائید آسمانی کی جلوہ گری دیکھی تھی اسلام قبول کرلینے[1] پر مجبور ہوا۔ کسی نے اس سے پوچھا کہ تیرے مسلمان ہونے کی کیا وجہ تھی۔ اُس نے جواب میں کہا۔

ثلاثة اشياء خشیت ان یمسخنی اللہ بعدھا ان انا لم افعل۔ فیض فی الرمال وتمهید البحر ودعاء سمعة فی عسکرھم فی الهواء سحراً

تین چیزیں ایسی دیکھیں کہ اُن کے بعد بھی مسلمان نہ ہوتا۔ تو مجھکو مسخ ہونے کا اندیشہ تھا۔ اول تو بے آب وگیاہ میدان میں پانی کا ظاہر ہوجانا۔ دوسرے سمندر میں راستہ ہوجانا۔ تیسرے ایک دعا جو میں نے مسلمانوں کے لشکر میں صبح کے وقت آسمان کی طرف سے سنی۔

لوگوں نے کہا وہ دعا کیا تھی۔ کہا وہ دعا یہ ہے۔

اللھم انت الرحمٰن الرحیم۔ لا الٰہ غیرك والبدیع لیس قبلك شئ والدائم غیر الغافل والحی الذی لا یموت وخالق مایری ومالا یری وکل یوم انت فی شان وعلمت اللھم کل شئ بغیر تعلم

میں ان حالات کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ مسلمانوں کی اعانت وتائید میں ملائکہ کی شرکت اسی وجہ سے ہوئی کہ وہ حق پر ہیں۔

ہر شخص جس کے دل میں تھوڑا سا بھی انصاف اور سر میں عقل ہے سمجھ لیگا کہ مسلمانوں کی فتوحات اور معرکہ آرائی اور شجاعت ودلیری کے چشم دید واقعات نے ایسے عیسائی کو جو اپنے مذہب کا عالم اور راہب تھا مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کیا نہ مسلمانوں کی طرف سے اس کی تحریک ہوئی کہ وہ اسلام کو قبول کرے۔ وہ نہایت اطمینان قلب کے ساتھ اسلامی لشکر کے ہمراہ رہکر اپنے مذہب پر مضبوطی سے ... مسلمان ہوا تو صحابہ کے حالات اور تائید آسمانی کے واقعات دیکھکر کیا اس کے بعد بھی کسی ...

[1] ... سیف بن عمر ... انه کان مع المسلمین فی ھذہ المواقف المشاھد ... من اھل ھجر راھب فاسلم ... فقیل له ما دعاك الی الاسلام؟ فقال خشیت ...

...ہو وہ کبھی مغلوب نہیں ہو سکتا۔ اور عیاض بن غنم کی امداد کیلئے ... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فراست تھی اور یہ مسلمانوں کے افراد کا ... کامل تھا۔

حیرہ کا بطور ... صلح ہونا

ملک عراق میں داخل ہونے کے لئے حیرہ بطور دروازہ کے تھا۔ بادشاہان فارس کی طرف سے حیرہ پر بڑا حاکم رہتا تھا اور حیرہ کے انجام پر تمام گردو نواح کے شہروں اور قصبات کا مدار تھا۔ اکثر اطراف کے چودھری اسی انتظار میں تھے کہ حیرہ کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے اہل حیرہ نے صلح کر لینی چاہی اور گفتگوئے مصالحت کیواسطے ایاس بن قبیصہ اور عمرو بن عبدالمسیح (عیسائی) حضرت خالد کی خدمت میں حاضر ہوئے عمرو بن عبدالمسیح کی عمر کئی سو سال کی تھی اور اُس کا لقب ابن بقیلہ تھا۔ (عربی میں سبزی اور ترکاری کو بقل کہتے ہیں بقیلہ اُس کی تصغیر ہے۔ عبدالمسیح ایک موقعہ پر سبز چادریں اوڑھے ہوئے آیا تھا لوگ اس کو ابن بقیلہ کہنے لگے۔

عمرو بن عبدالمسیح جب حضرت خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا تمہاری عمر کتنی ہے کہا کئی سو سال کی۔ آپ نے فرمایا تم نے سب سے زیادہ عجیب بات کیا دیکھی۔ کہا حیرہ اور دمشق کے درمیان متصل آبادی تھی۔ ایک گاؤں دوسرے گاؤں سے ملا ہوا تھا۔ ایک تنہا عورت سفر کرتی تھی اور اسکو ایک روٹی کے سوا کسی قسم کے توشہ اور زادراہ کی ضرورت ہوتی تھی۔ حضرت خالدؓ نے ہنس کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم ایک ایسے شخص کے ذریعہ سے گفتگو کرنا چاہتے ہو جس کی عقل و حواس درست نہیں رہے وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ کہاں سے آیا ہے۔ ابن بقیلہ نے سنکر حضرت خالدؓ سے گفتگو کی اور اُن کے ہر سوال کا معقول جواب دیا۔ جس پر آپ کو یقین ہو گیا کہ اس کے حواس بالکل درست ہیں اور یہ جو کچھ اپنے علم اور تجربہ کے متعلق کہتا ہے صحیح ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ القوم اعلم بما فیھم (قوم اپنے اندرونی حال کو زیادہ جانتی ہے)

عمرو بن عبدالمسیح کے خادم کے ساتھ ایک تھیلی میں زہر تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیا ہے اور کیوں ساتھ لیا ہے اُس نے جواب دیا کہ یہ سم ساعۃ (فی الفور ہلاک کرنیوالا زہر) ہے اور یہ اسلئے لایا تھا کہ اگر میں تم لوگوں کے حالات ایسے نہ دیکھتا جو اب دیکھ رہا ہوں تو میں اپنی قوم کے واسطے ... وہ بات کا واسطہ اور ذریعہ نہ بنتا بلکہ زہر کھا کر ہلاک ہو جاتا۔ حضرت خالدؓ نے زہر کو اپنی ہتھیلی پر

[illegible] سپہ سالار تھا مسلمانوں کا لشکر یہاں جمع ہوگیا [illegible] ایک عربی شخص کو اس غرض کے لئے بھیجا کہ مسلمانوں کے لشکر میں رہکر اُنکی [illegible] حالات کی خبر لاوے یہ شخص چونکہ خود عربی تھا مسلمانوں میں آملا۔ اور ایک رات دن [illegible] اُن کے شب و روز کے حالات دیکھے۔ راتوں کو تہجد گزاری اور تلاوتِ کلام الٰہی کرتے دیکھا ہر شخص کو دیکھا کہ بلا تصنع و تکلف عبادت میں مشغول ہے۔ ایک دوسرے کا باہمی معاملات میں نہایت صفائی سے برتاؤ ہے۔ ہر شخص امیر کے حکم کا دل و جان سے مطیع و فرمانبردار ہے۔ یہ حالات دیکھکر واپس ہوا۔ سپہ سالار روم نے پوچھا کہو کیا دیکھا۔ اُسنے کہا،

بالليل رهبان وبالنهار فرسانٌ۔ ولو سرق ابنُ ملكهم قطعوه ولو زنى رُجِمَ لاقامة الحق فيهم۔	یہ لوگ رات کو راہب اور عابد ہیں۔ اور دن میں بہادر شہسوار اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرے تو ہاتھ کاٹ ڈالیں اور اگر زنا کرے تو رجم کردیں۔ حق کے جاری کرنے میں کسی کی رعایت نہیں ہے۔

سپہ سالار نے سنکر کہا۔

ان كنت صدقتني لبطن الارض خير من لقاء هولاء۔	اگر تو نے سچ بیان کیا ہے تو زمین کے اندر اُتر جانا اس سے بہتر ہے کہ اُن لوگوں سے مقابلہ کیا جائے۔

صحابہ کے یہی حالات تھے جن کو دیکھ کر ہر مخالف شخص بھی متاثر اور اسلام کی حقانیت کا قائل ہوجاتا تھا۔ ہزار عقلی دلائل کا یہ اثر نہیں ہوسکتا تھا نہ معرکہ آرائیوں میں دادِ شجاعت دینے سے صداقت اسلام کا ایسا سکہ بیٹھ سکتا تھا۔ اور یہی ہمارا دعویٰ تھا کہ اسلام کی اشاعت کا سبب صحابہ رضی اللہ عنہم کے فیض صحبت اور اُن کے اخلاق و عبادات و معاملات کا مشاہدہ تھا۔ مگر باوجود ان واضح دلائل کے دیکھنے اور اسلام کی صداقت کا یقین قلبی حاصل ہونے کے سپہ سالار مسلمان نہ ہوا۔ کیونکہ توفیق الٰہی شاملِ حال نہ تھی۔

میدان یرموک میں جرجہ کا مسلمان ہونا

اور میدان یرموک میں عین معرکہ کے وقت جرجہ جو رومی لشکر کے مقدمۃ الجیش کا سپہ سالار تھا خود بخود آکر مسلمان ہوگیا۔ یرموک کے میدان میں جب فریقین کی جانب سے پوری طرح صف آرائی ہوچکی تو جرجہ اپنی صف سے نکل کر درمیان میں آیا حضرت خالد بن الولید سپہ سالار لشکر اسلام کو آواز دی۔ حضرت خالد تشریف لائے اور جرجہ کے

[illegible] تمہارے کہنے کو مان لے اور اسلام قبول کرلے۔
خالدؓ۔ ایسا شخص ہمارے مساوی ہوجاتا ہے اُس کے حقوق ہمارے حقوق کی برابر ہیں اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں۔ اُن میں اوّل اور آخر ادنیٰ و اعلیٰ شریف غیر شریف سب برابر ہیں۔
جرجہ۔ یہ بات تو مستبعد ہے کہ وہ شخص تمہاری برابر ہوجائے۔ تم لوگ مقدم اور اسلام کی طرف سبقت کرنے والے ہو۔
خالدؓ۔ یہ صحیح ہے کہ ہم سابق ہیں۔ مگر ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھوں سے دیکھا فیض صحبت اُٹھایا۔ معجزات دیکھے۔ آپ کی خدمت میں تمام اُمور کا مشاہدہ کیا۔ ایسی اُمور دیکھ کر ہمارا مسلمان ہوجانا کچھ زیادہ افضلیت کی بات نہیں۔ جو شخص بھی ایسے حالات کا مشاہدہ کرے گا وہ بصدق دل ایمان لے آویگا۔ ہاں جن لوگوں نے نہ یہ حالات دیکھے نہ فیض صحبت اُٹھایا اور نہ اُن عجائب اُمور کا مشاہدہ کیا وہ سچے دل سے دائرۂ اسلام میں داخل ہونگے تو ہم سے افضل ہونگے۔
جرجہ۔ بیشک آپ نے صحیح فرمایا۔
اس صاف اور بے لوث گفتگو نے جرجہ کو مسخر کرلیا اور وہ بجائے اسکے کہ مقابلہ کرتے حضرت خالدؓ سے اس امر کے خواہشمند ہوئے کہ مجھ کو اسلام کی تلقین کیجائے۔ حضرت خالدؓ انکو اپنے خیمہ میں لیگئے اور غسل کے بعد دو رکعتیں پڑھوائیں وہی قلب جو اسلام کے بغض سے پُر تھا مسخر ہوکر محبت خدا و رسول سے مالامال ہوگیا۔ جرجہ اُسی وقت پچھلے پیروں میدان کارزار میں واپس ہوکر شہید ہوگئے۔
حضرت خالدؓ کی گفتگو اسلامی احکام کا سچا فوٹو تھا۔ فی الحقیقت اسلام کے احکام ایسے ہی صاف اور بے لوث ہیں اُن میں جبر و اکراہ تو کجا۔ عدل و انصاف اور سیاست و تمدن کے قوانین میں حاکم رعیت۔ فاتح مفتوح۔ مسلم غیر مسلم۔ سب برابر ہیں۔ اسلام یا مسلمانوں پر یہ الزام کہ اسلام کی اشاعت میں سوا اُس کی صداقت اور حقانیت کے کسی دوسرے سبب سے کام لیا سراسر ظلم و ناانصافی ہے۔

[illegible] من دخل فيكم اليوم يا خالد مثلكم من الاجر والذخر قال نعم وافضل قال وكيف يساويكم وقد سبقتموه قال انا دخلنا في هذا الامر وبايعنا نبينا [illegible] قال بالله لقد صدقتني ... الي الله ... [illegible] قال علمني الاسلام فمال به خالد الى فسطاطه فشن عليه قربة من ماء ثم صلى ركعتين

[illegible — marginal Arabic notes along the left edge]

... نے جواب دیا کہ ہم ہرگز صلح نہ کریں گے جب تک افریدوں ... کے ... نہ کھالیں گے۔ اس جواب کو سنکر بہر سیر کے گورنر نے کہا کہ ان ... کی طرف سے تو فرشتے جواب دیتے ہیں ان سے مقابلہ کی کیا صورت ہو۔

لشکر اسلام جس درجہ اپنے امیر کا مطیع تھا اس کی نظیر کسی قوم میں ملنا دشوار ہے ناممکن تھا کہ سپہ سالار سے پیش قدمی کر کے کوئی معمولی سپاہی جواب دے سکتا۔ پھر یہ تائید آسمانی نہیں تھی تو کیا تھی کہ ایک مسلمان کی زبان سے بلا سمجھے بوجھے کچھ الفاظ نکلتے ہیں اور ان کا یہ اثر پڑتا ہے کہ ذمہ دار والئ ملک شہر کو مسلمانوں کے حوالہ کر کے چلا جاتا ہے۔

گورنر بہر سیر معہ رعایا اور لشکر کے مدائن چلا گیا۔ اور اب مسلمانوں کو مدائن کی فکر ہوئی۔ اہل فارس نے ساحلِ دجلہ پر سے کشتیاں وغیرہ سب اٹھا دیں اور عبورِ دجلہ کی کوئی صورت باقی نہ ... کثرتِ باراں کی وجہ سے امسال عموماً دریاؤں میں طغیانی زیادہ تھی حضرت سعدؓ اسی فکر میں تھے کہ دجلہ میں طغیانی اور زیادہ آگئی اور اس کے پھیلاؤ اور زور شور کا انتہا نہ رہا۔

مسلمان یہ حالت دیکھکر حیران تھے۔ اسی اثناء میں حضرت سعدؓ نے خواب دیکھا کہ مسلمان دجلہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ اس خواب نے آپ کو اس جانب متوجہ کر دیا۔ اور آپ نے لشکر کو جمع کر کے فرمایا کہ "دشمن نے دریا کی طغیانی میں پناہ لے رکھی ہے تم اُسپر حملہ نہیں کر سکتے۔ اور وہ جب چاہے حملہ کر سکتا ہے میری رائے یہ ہے کہ اس سے قبل کہ دنیا تم پر غالب آجائے اور اسمیں ملوث ہونے سے تمہارے حالات بدل جائیں۔ صدق و اخلاص میں کمی آجائے۔ اللہ کیواسطے کچھ کام کر لو۔ میں تو عزم مصمم کر چکا ہوں کہ اللہ کے بھروسہ پر گھوڑوں کو دریا میں ڈالدوں اور اسی حالت میں عبور کروں" آپ کا لشکر کل سواروں کا تھا پیادہ پا ان میں کوئی نہ تھا سب نے بطیب خاطر جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے عزم میں برکت عطا فرمائے ہم سب مطیع اور تیار ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ کچھ سوار ہم سے آگے جا کر پرلے کنارہ پر قابض ہو جائیں۔ عاصم بن عمرو ... الباس چھ سو سواروں کو لیکر دجلہ میں داخل ہوئے۔ کنارہ کے قریب اہل فارس نے کچھ مزاحمت کی مگر وہ ہٹا دیئے گئے اور کنارہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ کل لشکر دریا میں داخل ہو جائے اور یہ کلمات دعائیہ وردِ زبان رکھے۔

نستعین باللہ ونتوکل علیہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

[illegible] دریا [illegible] کا اطمینان وسکون کے ساتھ باہم گفتگو کرتے
[illegible] جان ومال کا نقصان نہ ہونا کچھ کم عجیب بات نہ تھی۔ بیشک اسلام کی
[illegible] کے دین آسمانی ہونے کی پوری شہادت تھی۔ مگر اس سے بھی زیادہ حیرت
[illegible] بات تھی کہ دریا کے زور شور میں تیرتے ہوئے جو گھوڑا تھک جاتا اُس کے آرام کرنے
[illegible] اسی جگہ پانی میں ٹیلہ ظاہر ہوجاتا تھا جس پر کھڑے ہو کر گھوڑا سستا لیتا اور تھکن اُتار لیتا
[illegible] قریب قریب تمام گھوڑوں کو ایسا اتفاق ہوا۔ اسی وجہ سے اس دن کا نام تواریخ عرب
میں یوم الماء اور یوم الجراثیم رکھا گیا۔

اگرچہ گھوڑے دریا میں تیر سکتے ہیں مگر اتنے گہرے دریا کو جس میں معمولی حالت میں جہاز چلتے ہوں بے انتہا جوش وطغیانی کی حالت میں اور جبکہ اُس کا عرض میلوں کا ہو رہا ہو طے کرلینا گھوڑوں کی طاقت سے بالکل خارج اور عادت کے بالکل خلاف تھا۔ جن لوگوں نے ہندوستان میں گنگا جمنا اور دریائے سندھ وغیرہ دریاؤں کو برسات کی طغیانی میں دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ ایسے وقت اُن کو گھوڑوں یا ہاتھیوں کے ذریعہ سے عبور کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اہل مدائن نے اس خارج از عقل وقیاس حالت کو دیکھا تو شہر خالی کر کے چل دیئے مگر ممکن ہے کہ کوئی ہٹ دھرم اب بھی کج بحثی کر کے اس روشن کرامت اور واضح دلیل کو مٹانا چاہے۔

لیکن اس امر کو کہ جہاں ضرورت ہوئی دریا میں ٹیلا ظاہر ہوگیا اور گھوڑے زین پر کھڑے آرام کرنے لگے کسی سببِ ظاہری سے متعلق نہیں کرسکتا اور اُسکو بجز اقرار کرامتِ اسلام وتائیدِ آسمانی کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس عجیب وغریب تائیدِ آسمانی کو نافع بن الاسود ان اشعار میں بیان کرتے ہیں ؎

بحرها من برهن ار بیضًا		و املنا علی المدائن خیلاً	

ہم نے مدائن پر گھوڑوں کو جھکا دیا کہ مدائن کا دریا اُنکے واسطے میدان کی طرح خوشنما تفریح کی جگہ تھی

یوم ولوا وحاص منا جریضًا		فانتثلنا خزائن المرء کسری	

ہم نے کسریٰ کے خزانوں کو نکال لیا جبکہ اُن لوگوں نے پشت پھیری اور کسریٰ مغموم ہو کر ہم سے بھاگا

[illegible]یمت کی فراہمی | مدائن سے جسقدر مال غنیمت حاصل ہوا اُس سے قبل کسی معرکہ میں

... سے معلوم ہوا کہ ان کا نام عامر بن قیس ہے۔ حضرت سعدؓ کو اس ... کی خبر ہوئی تو آپ نے مسرت کے ساتھ فرمایا۔

... ان الجیش لذو امانۃ ولولا ما سبق لاھل بدر رضی اللہ عنہم لقلت انھم علی فضل اھل بدر۔	خدا کی قسم یہ لشکر نہایت امین ہے اور اگر اہل بدر کی افضلیت ثابت نہ ہو چکتی تو میں کہتا کہ یہ بھی اُن کی طرح ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

... الذی لا الہ الا ھو ما اطلعنا علی احد من اھل القادسیۃ انہ یرید الدنیا مع الاخرۃ ولقد اتھمنا ثلاثۃ نفر فما رأینا کاما نتھم وزھدھم وھم طلیحۃ وعمرو بن معدیکرب وقیس بن المکشوح۔	قسم ہے اُس ذات کی جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہم نے قادسیہ کے لشکر میں سے کسی ایک کو بھی یہ نہ سمجھا کہ وہ آخرت کے ساتھ دنیا کا طالب ہے تین شخصوں کی نسبت گمان تھا مگر تحقیق کے بعد اُن کا سا زہد و امانت ہم نے کسی میں نہ دیکھا وہ تین شخص طلیحہ اور عمرو بن معدیکرب اور قیس بن المکشوح تھے۔

یہ تینوں صاحب وہی تھے جو فوری جوش میں مرتدین کے ساتھ مل گئے تھے مگر پھر مسلمان ہو گئے۔ اُن پر بدگمانی بے موقع نہ تھی۔ مگر ایمان چونکہ اُن کے اندر قدم جما چکا تھا اس لئے ان کے بھی وہ ہی اوصاف پائے گئے جو دوسرے راسخ الایمان حضرات میں تھے۔

مدائن کا فاتح وہی لشکر ہے جو ابھی حضرت سعدؓ کی ماتحتی میں قادسیہ میں داد شجاعت دیکر ... ہر ایمانی دکھلا کر رستم کا خاتمہ کر کے آیا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت جابرؓ اس لشکر کو ... قادسیہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔

ساٹھ ہزار لشکر اور ایسا بے انتہا مال غنیمت کہ خمس نکالنے اور قیمتی اسباب علیحدہ کرنے کے بعد ... ں بارہ ہزار درہم نقد حصہ ملا اور بے تعداد دولت بازاروں۔ جنگلوں۔ بھاگتے ہوئے لوگوں ... کی گئی اور اُس میں سے ایک حبے میں بھی نہ خیانت ہوئی نہ کوئی چیز گم ہوئی۔ اسمیں شک ... ایسے پاک افراد کے اجتماع کی جن کو بمقابلہ ثواب آخرت دنیا کی طمع ذرہ بھر بھی نہ تھی کیا کسی ... سکتی ہے۔ اس سے زیادہ اُن کی بے لوثی اور دنیا سے بے لاگ ہونے کی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ

[illegible] ہاتھوں سے پھیلا جنھوں نے اسلام کی سچی تعلیم پر [illegible]

[illegible] دبوں میں سما گئے۔

[illegible] رضی اللہ عنہ کا ارشاد بالکل صحیح تھا کہ دنیا میں ملوث ہونے سے پہلے [illegible]

[illegible] کام کرلو۔

جس وقت مسلمانوں کی حالت میں تغیر آیا۔ اسلام کے کسی حکم سے منحرف ہوئے۔ خود انہیں کو نقصان پہنچا۔ نفس اسلام پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ نہ اس کی رفتارِ ترقی میں فرق پڑا۔

ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح ہم نے اسلام کی صداقت اور تائید آسمانی کے دلچسپ حالات سے مردہ دلوں میں تازہ روح پھونکی ہے اسی طرح اُن کی اسلامی سچائی اور برگزیدگی کا دوسرا پہلو بھی دکھلادیں کہ مسلمانوں نے جب کبھی احکام اسلام کو پسِ پشت ڈالا اُن پر کیا آفتیں نازل ہوئیں لیکن حقیقی اسلام اسی ترقی پر رہا۔ ایک قوم اگر اپنے ہاتھوں سے برباد ہوئی تو دوسری قوم اسلام کی سچی فرمانبردار ہوکر ترقی کا علم اُٹھائے ہوئے سامنے آگئی۔ ایک راستہ اگر بند ہوگیا تو اسلام کے لئے دوسرا راستہ کھُل گیا۔

جزیرۂ سردانیہ کی فتح اور مسلمانوں کا غرق آب ہونا

بحرِ روم میں جزیرہ صقلیہ اور کریٹ کے بعد سردانیہ سب سے بڑا جزیرہ ہے موسیٰ بن نصیر فاتح اندلس نے ایک لشکر اس جزیرہ کی فتح کے واسطے جہازوں پر سوار کرکے روانہ کیا۔ جزیرہ فتح ہوگیا۔ عیسائیوں نے سونے چاندی کے برتن اور اس قسم کے دوسرے اموال کو بندرگاہ کے اندر پانی میں ڈالدیا۔ اور بہت سے مال کو ایک گرجا میں دو چھتی کے اندر رکھدیا مسلمانوں کو بے انتہا مال غنیمت میں ملا۔ لیکن اُس میں غلول یعنی خیانت بھی بہت ہوئی اُن کو خیانت کا ایک طرح سے موقع بھی مل گیا۔

ایک مسلمان نہانے کے واسطے دریا میں اُترا تو اُس کے پیر کو کوئی چیز لگی۔ نکال کر دیکھا تو چاندی کی رکابی تھی۔ بس اس سے پتہ چلا تو جس کے جو چیز ہاتھ لگی سب نکال لی۔ علیٰ ہذا ایک شخص اُس گرجا میں داخل ہوا۔ چھت میں ایک کبوتر بیٹھا ہوا دیکھا اُس نے تیر مارا کبوتر تو بچ گیا مگر پتھر کا ٹکڑا ٹوٹ کر نیچے گرا اور اُس کے ساتھ کچھ دنانیر بھی گرے جنکو اس نے اٹھالیا۔ اس طرح وہ سارا مال بھی ہاتھوں ہاتھ سب نے لئے اور مال غنیمت میں بے انتہا چوری ہوئی۔ چوری کے لئے بہت سے

فصرتم عبیداً للعبید الدیالم	رضیتم بان الدیلمی خلیفۃ
اور تم دیلمی غلاموں کے غلام بن گئے	تم دیلمی کے خلیفہ ہونے پر راضی ہوگئے

یہ اشارہ ہے کہ ملوک دیلم جو نائب خلیفہ تھے اُن کا اثر خلیفہ پر بڑھ گیا۔

وخلوا بلاد الروم اہل المکارم	فعودوا الی ارض الحجاز اذلۃ

تم ذلیل ہوکر سرزمین حجاز کی طرف لوٹ جاؤ۔ اور ذی عزت اہل روم کے ممالک کو خالی کردو

اس قصیدہ کے آخر میں لکھا ہے۔

وعاملتم بالمنکرات العظائم	ملکنا علیکم حین جار قویکم

ہم تمہارے اوپر اس وقت غالب آئے جب تمہارے قوی نے ضعیف پر ظلم کیا اور تم بڑے شنیع فعل کرنے لگے

کبیع ابن یعقوب ببخس دراہم	قضاتکم باعوا جہارا قضاءھم

تمہارے جج اس طرح کھلم کھلا فیصلوں کو فروخت کرنے لگے جسطرح یوسف علیہ السلام تھوڑے دراہم میں بیچے گئے

اس قصیدہ کے آخری اشعار کا ایک شعر یہ ہے۔

وانشر دین الصلب نشر العمائم	سافتح ارض الشرق طرا ومغربا

عنقریب شرق اور غرب کے سب ممالک کو فتح کرونگا۔ اور صلیب کے دین کو اسطرح پھیلا دونگا جیسے عمامہ کو پھیلا دیتے ہیں

ناظرین ان چند ہی اشعار سے قصیدہ کا لب لباب اور عیسائی بادشاہ کی نخوت غرور خیالات اور ارادوں کا اندازہ کرسکتے ہیں۔

اس منظوم خط کا جواب اُسوقت کے مشہور مستند عالم قفال مروزی نے تحریر فرمایا جو خط اپنی فصاحت برجستگی۔ جوابات کی معقولیت اور واسی الزامات اور استنباطِ نتائج کے اعتبار سے اس پایہ کا تھا کہ مسیحی بادشاہ خلاف توقع اس بلند پایہ جواب کو دیکھ کر حیران رہ گیا وہ تعجب سے پوچھتا تھا کہ جواب لکھنے والا کون شخص ہے۔

قفال مروزی نے ہر بات کا فیصلہ کن اور قطعی جواب دیا ہے مگر ہماری غرض یہاں اُن جوابات نقل کرنے کی نہیں ہے البتہ بعض جوابات بطور نمونہ دکھلا کر اصل مقصود ظاہر کرنا چاہتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

بقسوۃ لایحتذی فعل راحم	وقال مسیحی ولیس کذاکم

یعنی عیسیٰ کی [illegible]

نہایت رحیم مہربان اور اپنی امت کے [illegible]
سنگدل اور سخت اُن کا متبع کیونکر ہو سکتا ہے۔

ولیس مسیحیا جھولا مثلثا	یقول [illegible]
ایک ایسا شخص جو حضرت عیسیٰ کو خدا کہتا ہو	کبھی عیسیٰ یعنی مسیح [illegible]
وما الملك الطهر المسیحی غادرا	ولا فاجرا کانت للمظالم [illegible]

جو بادشاہ پاک اور متبع مسیح علیہ السلام ہو۔ کبھی عہد شکن اور ظلم کی طرف مائل نہیں ہو سکتا

اس طرز جواب سے سمجھ لینا چاہیے کہ ہر ایک بات کا کیسا دنداں شکن جواب ابن حزم [illegible] میں دیا گیا ہے یہ سارا قصیدہ اور اُس کا جواب اس قابل تھا کہ حرف بحرف نقل کرکے اعتراض و جواب کا موازنہ کرتے مگر طول کا اندیشہ اور اصل مقصد سے دور پڑ جانے کا خیال ہے اس لئے ہم تمام اعتراضات اور اُنکے جوابات کو نقل نہیں کرتے ہیں۔ اگر کسی وقت خواہش دیکھی گئی تو [illegible] کہ دونوں قصیدے بلکہ تیسرا قصیدہ جو اس کے جواب میں ابن حزم نے لکھا ہے نقل کر دیں لیکن جو سب سے بھاری اور چبھتا ہوا اعتراض عیسائی بادشاہ نے کیا تھا جسکے لکھنے کے وقت [illegible] بھی خبر نہ تھی کہ اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ اور وہ یہ نہ سمجھا تھا کہ گو میں دل سے حقانیت اسلام کا قائل نہیں ہوں۔ مگر میرا اعتراض مجھی پر حجت ہو جائیگا اُسکا جواب جو [illegible]

وقلتم ملکنا کو بجور قضاتکم	وبیع [illegible]

تم کہتے ہو کہ ہم اس وجہ سے تم پر غالب ہوئے کہ تمہارے قاضیوں نے ظلم کیا اور اپنے [illegible]

وفی ذاك اقرار بصحة دیننا	وانا ظلمنا [illegible]

لیکن اس میں تو ہمارے دین کی حقانیت کا اقرار ہے کہ ہم نے ظلم کیا تو ہم [illegible]

ان اعتراضات اور جوابات کے دیکھنے سے اتنی بات بخوبی [illegible] موافق دونوں کے نزدیک اسلام کی ترقی اور اشاعت کا مدار صرف اُن [illegible] کے صدق و اخلاص پر تھا۔

... بالشاہدہ صاف اعتراف کرتا ہے جب تک تم مسلمان اپنی اصلی حالت پر رہے۔ ہم مغلوب ہی ہوتے چلے گئے۔ ہم اسوقت غالب آئے جب تم نے اپنے سیدھے راستہ صدق واخلاص دیانت وانصاف وغیرہ اوصاف حمیدہ کو چھوڑ کر ظلم اختیار کیا اور افعال شنیعہ کے مرتکب ہوئے۔

ممکن تھا کہ جواب میں ان اعتراضات کو دفع کرنیکی کوشش اسطرح کی جاتی کہ واقعات کی تغلیط کرتے اور اُن افعال کی تاویل۔ مگر نہیں مجیب نے ہٹ دھرمی اور تعصب سے کام نہیں لیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ تو اسلام کی حقانیت کی روشن دلیل ہے۔ جب ہمنے ظلم کیا طریقہ حق کو چھوڑا تو فتح ونصرت تائید آسمانی نے بھی ہمارا ساتھ چھوڑا۔ ہم پر دوسری قومیں مسلط ہوگئیں ہم ذلیل ہوئے اور ملک کے ملک ہمارے قبضہ سے نکلتے چلے گئے۔

یہ دو واقعے ہم نے دوسرا پہلو دکھانے کی غرض سے درج کئے ہیں۔ اب ہم پھر اصلی مقصد کی طرف عود کرتے ہیں۔

قیروان کی بنا ہزاروں بربر کا مسلمان ہونا

قیروان غربی افریقہ کے اُن مشہور شہروں میں ہے جو زمانہ دراز تک افریقہ کا دارالسلطنت۔ اور گورنر افریقہ کے قیام گاہ ہونے کیوجہ سے اسلامی عظمت واقتدار اور شان وشوکت کی زندہ یادگار رہی۔ زمانہ دراز تک غربی افریقہ میں اس سے بڑا کوئی شہر نہ تھا۔ قیروان کی بنیاد ۵۰ھ ہجری میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں رکھی گئی۔ اس لئے بھی یہ شہر مذہبی حیثیت سے مقدس سمجھا جاتا تھا ہزاروں جلیل القدر علماء اُسکی خاک سے ظاہر ہوئے اور وہیں آغوش لحد میں تاقیامت آرام سے گوشہ نشین ہوگئے۔

لیکن جیسا یہ شہر اپنے مقدس بانیوں اور اسلام کے اقتدار وعظمت کے مرجع نائبین سلطنت کے قیام گاہ ہونے کی وجہ سے نہایت مقتدر مانا جاتا تھا۔ ایسا ہی اُس کی بنیاد اور آبادی کا واقعہ بھی صفحات عالم پر یادگار رہنے والا۔ اور اسلام کی صداقت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف اور ذاتی محاسن اور مقبولیت عام کا سکہ بٹھلانیوالا تھا۔ یہ وہ مبارک وقت تھا کہ ایک ہی وقت ہزاروں حق سے منحرف اور خدائے واحد کی توحید کے بجائے شرک وبت پرستی کو اختیار کرنیوالے سربسجود ہوگئے اور اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ کہکر سچے دل سے دین اسلام کے جاں نثار بن گئے۔

[illegible] میں کیا تاثیر تھی کہ سب حشرات اور درندوں میں ہل چل پڑگئی وہ [illegible] وقت جلاوطن ہونے کیواسطے تیار ہوگئے۔ جماعتیں کی جماعتیں وہاں سے نکلنی شروع ہوگئیں۔ شیر اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے بھیڑیئے اپنی اولاد کو لئے ہوئے۔ سانپ اپنی سپولیوں کو کمر سے چپٹائے ہوئے نکلے چلے جاتے تھے۔ یہ ایک عجیب ہیبت ناک و تعجب انگیز منظر تھا جو نہ اس سے قبل کہیں دیکھا گیا تھا۔ نہ کسی کے وہم وگمان میں تھا۔

یہ یقینی امر ہے کہ اس حالت میں جبکہ درندے اور سانپ وغیرہ اس طرح بکثرت پھیلے چلے جاتے ہوں کوئی شخص قریب کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ ہزاروں آدمی تماشائی اس حالت کو دیکھنے کے واسطے کھڑے ہوں۔ مگر سب جانتے تھے کہ اسوقت یہ کسی نہایت جابر اور قاہر حکم کے تابع اور مسخر ہوئے جاتے ہیں۔ دوسرے کو انسے کیا اندیشہ ہوسکتا ہے۔ انکو اپنی جان بچانی بھاری پڑ رہی ہے اسلئے بے تکلف ہزاروں مخلوق تماشا دیکھ رہی تھی۔

قوم بربر جو اس ملک کے اصلی باشندے اور اس جنگل کی حالت اور خطرات سے بخوبی واقف تھے ان حالات کو اپنی آنکھ سے مشاہدہ کر رہے تھے۔ کیا یہ بات ممکن تھی کہ حقانیتِ اسلام کی ایسی روشن دلیل کو دیکھنے کے بعد بھی وہ باطل پرستی پر قائم رہتے۔ اُسی وقت ہزارہا بربری صدق دل سے ایمان لے آئے اور اسلام کے حلقہ بگوش غلام بن گئے۔

یہ ایک تاریخی صحیح واقعہ ہے جسکی تکذیب وہی شخص کر سکتا ہے جو اصول تاریخ اور مسلمانوں کے بے لوث اور آزاد طریقہ تاریخ نویسی سے ناواقف ہو اور جو تواریخ عالم پر بلا حجت و دلیل یک بخت پانی پھیرنے کے واسطے تیار ہو جائے۔

دنیا بھر کے فلاسفر۔ علم طبیعات اور طبقات الارض کے ماہر۔ اسباب و مسببات کے تعلقات پر بحث کرنے والے اگر تمام ذہنی و دماغی قوتیں صرف کر ڈالیں تو وہ ہرگز نہیں بتلا سکتے کہ عقبہ کی اس آواز میں کیا تاثیر تھی اور کیا سبب تھا کہ اُن کی آواز سنتے ہی ایسے وحشی اور موذی جانور اطاعت کے لئے آمادہ ہوگئے۔ اس کا سبب اگر بتلا سکتا ہے تو وہی شخص جو خالق و مخلوق کے ربط اور اس کی حقیقت سے واقف ہو اور جو یہ جانتا ہو کہ تمام مخلوقات اور تمام اسباب مسببات خالق کائنات کے اشارہ اور حکم پر چلتے اور اسکی مرضیات کے تابع ہوتے ہیں مملوک کو جو تعلق

[illegible]

سے اسباب وعلل سے [illegible]

فراموش کرنیوالے اس تعلق خالق ومخلوق کے [illegible]

صحابہ رضی اللہ عنہم چونکہ بالکلیہ تمام خواہشات [illegible]
اُن کی توجہ بجز بارگاہ حق تعالیٰ دوسری جانب دتھی۔ وہ تمام مدارج [illegible]
اس لئے اُنکا حکم بھی وہی اثر رکھتا تھا جو خداوند عالم جل شانہ کا

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ان تعلقات کے ادراک واحساس کا کوئی آلہ آجتک ایجاد نہیں ہوا۔ انکا اصلی علم انہیں لوگوں کو ہوتا ہے جو ایمان کے ساتھ تہذیب نفس کے پُرخطر عقبات کو طے کر چکے اور [illegible] قلب حاصل کر چکے ہوں۔ یا تقلیدی علم اس جماعت کو ہے جو اخلاص کے ساتھ ان کی متبع ہو۔

العرض اسلام کی یہ خوبیاں اور مسلمانوں کے یہ اوصاف تھے جنہوں نے عالم [illegible] کو واضح کر دیا اور انہیں زبردست حالات نے دنیا پر اسلام کی حکومت جاری کی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حشرات وہوام بھی بزور شمشیر قدیم مسکن ووطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے۔ یا جو ہزاروں اخلاق [illegible] آسمانی کو دیکھکر اسلام لے آئے انپر مسلمانوں کی سطوت وجبروت کا کوئی اثر تھا۔ ہرگز نہیں [illegible]

قیروان میں جامع مسجد کی تعمیر اور سمت قبلہ کی تعیین

الغرض یہ سارا میدان ان موذی جانوروں سے بالکل [illegible] صاف ہو گیا کہ اس وسیع میدان اور آبادی میں چالیس سال [illegible] وغیرہ کی صورت نہیں دکھلائی دی۔ اور جب اسلامی لشکر کو ان حشرات کی طرف سے [illegible] ہو گیا تو آبادی کا کام شروع ہوا۔ سب سے اوّل دارالامارت کی بنیاد رکھی گئی [illegible] مسلمانوں نے مکانات بنائے۔ اور اسکے ساتھ ہی حضرت عقبہ نے جامع مسجد [illegible] حضرت عقبہ کو حقیقی سمت قبلہ کے تعیین اور دیوار قبلہ کے صحیح رُخ [illegible] بہت کچھ تردد تھا اگرچہ نماز کی ادا کے لئے یہ ضروری نہیں کہ [illegible]

ن ہو بلکہ استقبال جہت کافی ہے۔ یہی وجہ ہو کہ اس وقت تک صحابہ بطور تحری استقبال قبلہ
ے اور نماز ادا کرتے رہے لیکن اسلامی دارالحکومت میں جامع مسجد کی تعمیر جو اعلیٰ درجہ کا مذہبی شعار
و معمولی امر نہ تھا۔ اُنکو یہ خیال تھا کہ اسوقت اگر سرسری نظر سے سمت قبلہ کو متعین کرکے دیوار قبلہ قایم
کردی گئی تو ممکن ہے کہ کسی وقت اس میں کوئی غلطی محسوس ہو اور جامع مسجد کا منحرف عن القبلہ ہونا
کوئی وسوسہ قلوب عوام میں پیدا کرے۔

ایک شب حضرت عقبہؓ اسی غم و تردد کی حالت میں تھے کہ یکایک کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے
سنا کہ کل صبح تم جامع مسجد میں داخل ہونا تم کو تکبیر کی ایک آواز آویگی تم اُس آواز کی سمت میں چلنا
جس جگہ اور جس موقع پر جاکر آواز موقوف ہوجائے وہی جگہ قبلہ کی ہے وہاں پر نشان لگا دینا
اور قبلہ کی دیوار قائم کردینا یہی وہ سمت قبلہ اور دیوار قبلہ ہوگی جسکو اللہ نے مسلمانوں کے واسطے ہمیشہ کیلئے پسند فرمایا

ایسا ہی ہوا۔ صبح ہی جامع مسجد میں داخل ہوئے تو تکبیر کی آواز آئی اور جس طرف کو وہ
آواز جاتی تھی اُسی طرف کو حضرت عقبہؓ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک جگہ پہنچ کر وہ آواز منقطع ہوگئی
اسی خط پر نشان لگادیا اور اُسی سمت پر قیروان کی تمام مسجد بنائی گئیں۔

یہ غیبی تائیدات تھیں جو جزیرہ نما عرب اور تمام ایشیا سے تجاوز ہوکر افریقہ و یورپ میں بھی
مسلمانوں کی رہنمائی کرتی تھیں۔ اور یہ وہ باتیں تھیں جن کی وجہ سے تمام بلاد و امصار میں خود
بخود اسلام کے واسطے راستہ صاف ہوتا چلا گیا۔

الفرس یعنی گھوڑی کا چشمہ

مسلمانوں کے واسطے ہر ہر موقع پر اس طرح تائیدات آسمانی ظہور پذیر ہوتی
تھیں کہ غیر مسلم اقوام اُنکو دیکھ کر متحیر رہ جاتے تھے۔ حضرت عقبہ رضؓ کو ملک افریقہ
کے مختلف سفروں میں ایک دفعہ ایسے مقام پر قیام کا اتفاق ہوگیا جہاں پانی کا نام و نشان دُور
تک نہ تھا مسلمانوں کو پیاس کا غلبہ ہوا اور قریب تھا کہ سب کے سب ہلاک ہوجاویں حضرت
عقبہ نے یہ حالت دیکھی تو سخت مضطرب ہوئے اور سب سے بہتر تدبیر یعنی رجوع الی اللہ کی
طرف جو مسلمانوں کی اصلی علامت و خصوصیت ہے متوجہ ہوگئے۔ دو رکعت نماز پڑھکر بارگاہ
خداوندی میں تضرع و زاری سے دعا شروع کی۔ آپ دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ آپ کی
گھوڑی نے سُم سے زمین کو کریدنا شروع کردیا اور زمین کے اندر سے ایک صاف پتھر ظاہر

ہوا میں ہی سے ...

حضرت عقبہؓ نے اللہ تعالیٰ ...

اور سب نے خوب سیر ہوکر پانی پیا اسکے بعد ...
کے نام سے موسوم ہوگیا کہنے کے لئے تو یہ معمولی بات ...
اندر چشمہ ظاہر ہوگیا لیکن جو لوگ ایمان راسخ رکھتے ہیں ...
واقف ہیں جو اس بات پر ایمان لاچکے ہیں کہ اسباب کے احاطے ...
زبردست قوت ہے جس کے اشارہ پر اسباب حرکت کرتے ہیں۔

جو انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پر معجزات اور خرق عادات کے ...
وہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ بالکل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے مشابہ ہے ...
اس کا ظہور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ہوا اس لئے اسکو معجزہ کہتے ہیں اور اس ...
عقبہؓ کی دعا سے ہوا جو نبی نہیں ہیں۔ اس لئے اسکا نام کرامت ہوگیا۔

یوم الاباقر | مسلمانوں کے تائیدی واقعات کے سلسلہ میں ذیل کا واقعہ بھی اتنا ...
سننے کے بعد اسلام کی حقانیت اور مسلمانوں کے مؤید من اللہ ہونے کی نسبت ...
منکر اور پردہ پوش کو بھی انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔

قادسیہ کے مشہور عالم تاریخی واقعہ سے پہلے جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں ...
رضی اللہ عنہ نے عاصم ابن عمروؓ کو میسان کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ عاصم ابن عمرو ...
دشمن قلعہ میں داخل ہوکر محفوظ ہوگئے اور مسلمانوں کو رسد کے بہم پہنچانے میں ...
آئی دودھ اور گوشت کا ملنا سخت دشوار ہوگیا۔ ایسی حالت میں جس قسم کی تکلیف ...
احتمال ایک ایسے لشکر کے لئے جو دشمن کے ملک میں پیش قدمی کرتا ہوا چلا جاتا ...
مقامات اور حالات سے کما حقہٗ واقفیت نہیں رکھتے ہو سکتا ہے ...

عاصم بن عمروؓ نے ہر چند کوشش کی مگر گائے بیل بکریاں ...
اتفاق سے ایک بن کے کنارہ پر اہل فارس میں سے ایک شخص ...
پوچھا کہ دودھ اور بار برداری کے مویشی کہاں ہیں ...

لیکن اسی وقت بن کے اندر سے ایک بیل نے بآواز بلند کہا۔

کذب عدو اللہ۔ ھا نحن۔	دشمن خدا جھوٹ کہتا ہے ہم تو یہاں موجود ہیں۔

یہ آواز سنتے ہی عاصم اُس بن میں داخل ہوئے اور سب گائے بیلوں کو ہانک لائے، اور لشکر پر تقسیم کر دیا جس سے لشکر میں خوش حالی اور فراخی پھیل گئی۔ دودھ گوشت کی کمی نہ رہی یہ تائید ایسے وقت پہنچی جبکہ مسلمان رسد کے نہ ملنے سے سخت تنگی میں تھے۔ حجاج بن یوسف کو اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو اُس نے چند ایسے حضرات سے جن کے سامنے کا یہ ماجرا تھا طلب کر کے تصدیق کرنا چاہا۔ سب نے گواہی دی کہ ہم نے خود بیل کی آواز سُنی اور خود ان بیلوں کو دیکھا۔ حجاج نے کہا تم غلط کہتے ہو۔ اُنھوں نے کہا تمہارا تکذیب کرنا اُس وقت ٹھیک ہوتا کہ ہم وہاں موجود نہ ہوتے اور تم موجود ہوتے۔ لیکن جبکہ ہم موجود تھے اور تم نہیں تھے تو یہ تکذیب کرنا بالکل بے جا اور ناجائز اور خلاف اصول ہے۔ حجاج نے یہ سُنکر کہا بے شک تم صحیح کہتے ہو لیکن یہ تو بتلاؤ کہ لوگ اس واقعہ کو دیکھ کر کیا کہتے تھے۔ کہا لوگ اس واقعہ سے اسپر استدلال کرتے تھے کہ حق تعالےٰ مسلمانوں سے راضی ہے اور یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ تائید الٰہی شامل اور فتوحات ہم رکاب ہیں۔ حجاج نے کہا یہ تو جبھی ہوسکتا ہے کہ کل جماعت کے لوگ متقی اور ابرار ہوں۔ اُن لوگوں نے کہا یہ تو ہمیں معلوم نہیں کہ اس لشکر کے دلوں کے اندر کیا بات پوشیدہ تھی اور وہ کن حالات کو اپنے اندر لئے ہوئے تھے اور کن مقامات کو پہنچے ہوئے تھے۔

فاما ما رأینا فما رأینا قط ازھد فی دنیا منھم ولا اشد بغضا لھا لیس فیھم جبان ولا غال ولا غدار۔	لیکن ظاہر میں تو جو کچھ ہم نے دیکھا وہ یہ بات تھی کہ کوئی شخص ان سے زیادہ زاہد دنیا سے بے لاگ اور اس کو بغض و نفرت کی نگاہ سے دیکھنے والا نہ تھا نہ اُن میں کوئی نامرد تھا اور نہ خیانت کرنیوالا اور عہد شکن تھا۔

اس موقع پر اوصاف مذکورہ بالا کا ذکر کرنا اس امر کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ مسلمانوں کی کامیابی کا اصلی راز یہی تھا اور یہی وہ اوصاف تھے جن کی وجہ سے وہ مویّد من اللہ تھے اور جنھوں نے ان کے لئے فتوحات کے راستے صاف کئے تھے اور یہ فتوحات صرف کھلے میدانوں سربفلک پہاڑوں یا آباد اور معمور شہروں تک محدود نہ تھیں بلکہ اقلیموں اور ملکوں سے پہلے قلوب مسخر ہوتے تھے

[illegible] فرمانبرداری کا ظہور ہوا تھا اور یہاں بھی۔ لیکن باوجود ایک نوع ہونیکے ان دونوں میں کچھ فرق بھی ہے جسکو میں ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔

بظاہر سرسری نظر میں قیروان کا واقعہ زیادہ اہم معلوم ہوتا ہے کہ وحشی اور موذی جانور صحابہ کی ایک ہی آواز میں اپنے مانوس وطن کو چھوڑ کر چلے گئے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام اور ادب کو اس درجہ ملحوظ رکھا کہ کوئی وحشیانہ حرکت ان سے سرزد نہ ہوئی اور غور کیا جائے تو یہ ایک قسم کا انقلاب ماہیت ہے۔ جسکے نہایت مستبعد اور محال ہونے میں کسی کو بھی تامل نہیں ہوسکتا۔ بخلاف پالتو جانوروں کے کہ وہ اصل طبیعت سے انسان کے ساتھ مانوس ہیں اگر وہ آڑے وقت اُن کے کام آگئے تو کیا تعجب ہے۔ لیکن میرے خیال میں یوم الاباقر کا واقعہ زیادہ اہمیت رکھتا اور ایثار اور حب فی اللہ کا زیادہ پتہ دیتا ہے۔

یوم قیروان میں درندے اور زہریلے جانور صحابہ کی آواز سُنکر نکل پڑے جسمیں دو ہی احتمال ہوسکتے ہیں یا تو یہ کہ برضاء و رغبت تعمیل حکم کے لئے تیار ہو گئے۔ یا یہ کہ جان بچانے کو وہاں سے چلے گئے کیونکہ اُنکو دھمکی دی گئی تھی کہ اگر اس کے بعد کسی کو یہاں پاویں گے تو قتل کر دیں گے۔

اور یوم اباقر میں بلا کسی قسم کے ایماء اور حکم کے محض مسلمانوں کی راحت اور رضاء خداوندی حاصل کرنے اور دین حق کی تائید کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے موجود ہو گئے۔ صورت اولیٰ میں اطاعت حکم ہے یا خوف جان۔ اور صورت ثانیہ میں ایثار ہے اور اپنی جان کی قربانی اور ان دونوں صورتوں کا فرق ظاہر ہے۔ خصوصاً جب یہ بھی دیکھا جائے کہ ان جانوروں نے اپنی موجودگی کو خود بیان کر دیا۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ اس روایت کی تسلیم میں کسی کو تامل ہو۔ یا حیوانات کے کام کرنے اور ایثار کو خلاف عقل یا خلاف عرف وعادت سمجھکر انکار کرنے بیٹھ جائے۔ سو امر اوّل میں تو اس وجہ سے کلام کرنے کی گنجائش نہیں کہ یہ روایت طبری اور ابن الاثیر جیسی معتبر اور مستند کتابوں کی ہے امام حافظ علامہ طبری کا پایہ تنقید وتحقیق میں جس درجہ پر ہے اس کو تمام اسلامی مصنفین ومورخین تسلیم کئے ہوئے ہیں۔ اور اسلامی تواریخ میں اکثر کا ماخذ وہی ہے۔ علاوہ بریں یہ واقعہ قرون اولیٰ میں اس درجہ مشہور اور بروایات معتبرہ منقول تھا کہ حجاج بن یوسف نے اپنے زمانہ میں یعنی صدی اوّل

...حتى ظننا انه كان
...لب عند ما حتى كادت ان تنشق
...نزل النبى صلى الله عليه وسلم
حتى اخذها فضمها اليه فجعلت تان
انين الصبى الذى يسكت حتى استقرت
قال بكت على ما كانت تسمع من الذكر
من القرآن رواه البخارى۔

کرلیا گیا اور آپ اُسپر بیٹھ گئے تو وہ کھجور کا ستون جسپر سہارا لگا کر آپ خطبہ پڑھتے تھے اسقدر رو دیا اور چیخا کہ قریب تھا کہ پھٹ جائے۔ یہ حالت دیکھکر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور اس ستون کو چپٹا لیا تب وہ اسطرح سسک سسک کر رونے لگا جسطرح بچہ کو چپکا کرتے ہیں اور وہ سسکیاں لیکر تھمتا ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ ستون کا رونا قرآن اور ذکر کی مفارقت پر تھا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ بالکل بے روح اور خشک لکڑی سے بہ برکت قرب ذات بابرکات سرورکائنات علیہ الف الف صلوٰۃ وتسلیمات، نہ صرف زندوں کے سے افعال وحرکات صادر ہوئے بلکہ جسم مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت اور ذکر الٰہی سے بعید ہوجانیکی وجہ سے وہ حالت طاری ہوگئی جو ایک عاشق زار پر ہوتی ہے جو ذکر الٰہی اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا فنا اور مستغرق ہوگیا ہو جسکو تمام لذتیں اور نعمتیں خاک سے زیادہ بے وقعت معلوم ہوتی ہوں مسلمانو! تم اُس حالت کی صورت کو اپنی آنکھوں کے سامنے قائم کرو تو ایک حیرت انگیز سماں تمہارے سامنے پھر جائیگا خشک ستون آپ کی مفارقت میں بیتاب ہے اور پھوٹ پھوٹ کر رو رہا ہے اور اُس کو گلے سے لگا کر پیار فرماتے ہیں اور اسطرح سسک سسک کر چپکا ہوتا ہے جیسا روتا ہوا بچہ اپنی نہایت مہربان ماں یا باپ کی گود میں پہنچکر چپ ہوتا ہے سبحان اللہ سبحان اللہ یہ حال ایک بالکل بیجان اور بے حس وحرکت شے کا ہے جسکو آپ کے جسم مبارک سے ہونے نے اس درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم جو اشرف مخلوقات اور خلاصہ عالم ہونے کے ساتھ آپ کی خدمت میں دن رات حاضر ہوتے اور تمام معاملات دیکھتے اور ہر قسم کے فیوض سے مستفیض ہوتے تھے وہ کس درجہ عشق ومحبت میں پہنچے ہوئے ہونگے وہ کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے خلیفہ وجانشین ہونگے اور کیوں نہ جن وانس حیوانات و نباتات وجمادات اُن کی جاں نثاری کے واسطے تیار ہوں گے۔

لذت کی کیا کیفیت ہے خشک اور بے جان لکڑی میں اُس کی یہ تاثیر ہے تو انسان میں جو اشرف مخلوقات ہے اور محض اسی غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے کیسی کچھ ہوگی ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ غفلت کے ظلمات میں نہ پڑے اور اپنے دل کو نفسانی آلائشوں سے پاک وصاف کرے انسان اگر ایسا کرے اور کرنا چاہئے تو اس کا مرتبہ تمام مخلوقات سے بالاتر ہے اور وہ مستحق خلافت خداوندی ہے ورنہ اُس کے اسفل سافلین کے اندر گرنے میں کیا کلام ہے۔

ذکر الٰہی اور محبت خدا و رسول ہی میں یہ لذت ہے کہ کوئی لذت اُس کے ہم سر و ہم سنگ کیا پاسنگ بھی نہیں ہے دنیا و مافیہا اُس کے سامنے ہیچ ہے اور یہی وہ دولت ہے کہ جس کا قلب اس سے مالامال ہو گیا ہے۔ سلاطینِ عالم اُس کے سامنے جبہ سائی کرتے اور اُس کے در کی خاکروبی کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔

ہارون رشید جیسا جلال و جبروت والا خلیفہ حضرت فضیل بن عیاض کی خدمت میں شب کے وقت حاضر ہوتا ہے اور آپ اندھیرے میں مکان کے کونہ سے لگ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہارون رشید کا ہاتھ آپ کے بدن سے لگتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ کیسا نرم ہاتھ ہے کاش دوزخ کے ہاتھ سے نجات پا جائے اور ہارون رشید زار زار روتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں:۔

لو اِنَّ الدُّنیا بحذافیرھا عُرِضَت عَلَیَّ ولا اُحاسَبُ بِھا لکُنتُ اَتقذَّرُھا کَمَا یَتقذَّرُ اَحَدُکُمُ الجیفۃَ اِذا مَرَّ بِھا اَن تُصِیبَ ثَوبَہٗ۔	اگر ساری دنیا مجھ پر اسطرح پیش کی جائے کہ مجھ سے کسی قسم کا محاسبہ اسکے بارہ میں نہ ہو تب بھی میں اُس سے ایسا ہی گھن کرونگا جیسا کہ تم مردار کے قریب گزرتے ہوئے گھن کرتے اور اپنے کپڑے کو اُسکی آلودگی سے بچاتے ہو۔

یہ کیفیت حضرتِ فضیل کے قلب میں کیونکر راسخ ہوئی صرف ذکر الٰہی کی لذت سے اسی لذت سے آشنا ہونے کے بعد کوئی شے مرغوب و محبوب نہیں رہتی۔

حضرت شبلیؒ کے آخری وقت میں لوگ کلمہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ اپنے رب کیطرف مخاطب ہو کر کہتے تھے

اِنَّ بَیتًا اَنتَ ساکِنُہٗ	غیرُ مُحتاجٍ اِلَی السُّرُجِ
جس گھر میں ترا مسکن ہے	چراغ کا محتاج نہیں ہے

[illegible] میں کسی ایک فرد کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و رسل سے افضل ہیں اور تمام انبیاء و رسل آپ سے مستفیض ہیں مگر اہل اسلام ہی کی مسلّمہ روایات کے موافق انبیاء سابقین کو جو معجزات دیئے گئے وہ اپنی عظمت میں ایسے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اُس درجہ تک پہنچے ہوئے نہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بن گیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے گارے کا پتلا بنایا اور وہ ذی روح ہو کر اُڑنے لگا آپ کے قم باذن اللہ کہنے سے مردہ زندہ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو معجزات روایت کئے جاتے ہیں اُن میں سے کوئی اس درجہ کا نہیں ہے۔ یہ لطیف و عجیب مضمون ایک ایسی قلم کا نکلا ہوا ہے جسکو خدا تعالیٰ نے اس آخری زمانہ میں اسلام کی حفاظت اور حمایت کے لئے پیدا فرمایا جس نے اسلام کی حریم کو فلسفہ جدیدا ور دہریت کے حملوں سے محفوظ فرمایا جس نے ایک طرف علوم اسلامیہ کے تحفظ کے لئے ایک مضبوط حصار (مدرسہ اسلامیہ دیو بند) قائم کر دیا اور دوسری جانب مخالفان اسلام کے جملہ مایۂ ناز اعتراضات کے وہ دنداں شکن جواب دیئے کہ اُن سے بہتر نہ کوئی دے سکتا ہے اور نہ اُن کے بعد کسی مخالف کو سر اُبھارنے کی گنجائش ہے جس نے اسلامی احکام کے اسرار اور اُن کے مطابق عقل سلیم ہونے کو ایسی وضاحت سے دلائل عقلیہ کے ساتھ مدلل کر کے بیان فرمایا ہے جس کی فی الواقع اس زمانہ میں ضرورت تھی اور یہ وہ طرز استدلال اور طریق بیان ہے جو صرف اُنہیں کا حصّہ تھا میرا اشارہ حجۃ اللہ فی العالم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے آپ کے پُر عظمت نام اور مقدس ذات سے کون شخص ہے جو واقف نہیں ہے۔

مولانا قدس سرہٗ نے اپنی مفصّل و مبسوط تقریر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات علمی و عملی میں یکتا اور افضل ہونے کو ثابت فرمایا ہے۔ کمالات علمی میں یکتا ہونے کے دلائل بیان فرمانے کے بعد تحریر فرمایا ہے۔

"پھر اعجاز علمی وہ بھی مقابلہ اولین و آخرین اگر آپ کی خاتمیت اور یکتائی پر دلالت نہیں کرتا تو اور کیا ہے ایسا شخص اگر خاتم النبیین نہیں تو اور کون ہوگا۔ اور ایسا شخص سرور اولین و آخرین نہیں تو اور کون ہوگا۔ اہل فہم اور انصاف کے لئے تو یہی بس ہے اور نادان کو کافی نہیں دفتر نہ رسالہ"

کمالات علمی [illegible]

متعلق تحریر فرماتے ہیں [illegible]

کمالاتِ علمی میں بھی آپ بیحد [illegible]

مذکور (یعنی اعجاز قرآنی) جو کمالات علمی کی تقریر میں بیان فرمایا [illegible]

مگر چونکہ اعجاز اگر کسی کے کمال پر دلالت کرتا ہے تو بعد اطلاع [illegible]

جمال صورت آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے اور کمال آواز کانوں سے اس [illegible]

ایک جدی حالت اور جدی کمال کی حاجت ہے اور اس لئے کمال علمی کے ادراک [illegible]

کے لئے کمال عقل وفہم کی حاجت ہے جو آجکل برنگ عنقا جہاں سے مفقود ہے۔ اس لئے

کمالات علمی بھی بطور مشتے نمونہ از خروارے ہزاروں میں سے دو چار عرض کرتا ہوں۔

مولانا رح نے اس موقعہ پر چند معجزات کا ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا موازنہ انبیاء اولوالعزم کے معجزات سے کرکے آپ ؐ کے معجزات کی برتری اور تفوق کو ثابت فرمایا ہے۔ مگر ہم اُس پوری تقریر کو نقل کرنا نہیں چاہتے بلکہ صرف استوانہ حنانہ اور سنگریزوں کی تسبیح خوانی کے متعلق جو تحریر فرمایا ہے اُس کو باختصار و توضیح بعض مواقع لکھتے ہیں مولانا رح کے ارشاد کا حاصل یہ ہے :۔

"حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بن گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے مردہ زندہ ہوگیا۔ یا گارے سے ایک جانور کی شکل بنا کر خدا کی قدرت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اڑا دیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کے چھونے کی برکت سے یہی سوکھا کھجور کی لکڑی کا ستون زندہ ہوکر آپ کے فراق میں اور خدا کے ذکر کی موقوفی کے صدمہ سے چلایا۔ اور ایسا رویا کہ پھٹنے کے قریب ہوگیا۔ علیٰ ہذا القیاس پتھروں اور سنگریزوں کا سلام اور آپ کی نبوت کی شہادت اور تسبیحات حاضرین نے سنیں۔ الغرض [illegible] یہ اعجاز ان اعجازوں سے کہیں بڑھ کر ہیں دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا [illegible] زندہ ہوا لیکن اژدہے کی صورت میں آکر زندہ ہوا۔ اور وہی حرکات [illegible] جو اور سانپوں سے ہوتی ہیں۔ علیٰ ہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت [illegible]

...ان کی سی حرکات بھی سرزد ہوئیں جب وہ گارا پرندی کی شکل میں آگیا۔ آخر زندوں کی شکل زندگانی سے کچھ تو علاقہ اور مناسبت ہے جو زندگانی حیوانات کی شکلوں سے علیحدہ نہیں پائی جاتی۔ پتھر درخت وغیرہ میں کبھی زندگانی کے آثار ظاہر نہیں ہوتے۔ اس بناء پر زندگانی کا زندوں کی شکل میں ظاہر ہونا اتنا مستبعد نہیں جتنا زندوں کی شکل سے پایا جانا مستبعد ہے اور اُس گارے کی شکل سے حرکات بھی وہی سرزد ہوئیں جو تمام پرندوں سے سرزد ہوتی ہیں مگر سوکھے ستون کی زندگانی اور سنگریزوں کی تسبیح خوانی میں نہ شکل وصورت کا لگاؤ ہے نہ کوئی ایسا برتاؤ ہے جس میں اور ہم جنس شریک ہوں یہ وہ باتیں ہیں کہ جمادات بلکہ نباتات اور حیوانات تو کیا بنی آدمؑ میں سے بھی کسی کسی کو یہ شرف میسر آتا ہے۔ سوکھے ستون کا فراق نبویؐ میں رونا یا موقوفی خطبہ خوانی سے جو اُس کے قرب وجوار میں ہوا کرتی تھی چلّانا اُس محبت خدا ورسول پر دلالت کرتا ہے جو مراحل معرفت طے کرنے کے بعد میسّر آتی ہے کیونکہ محبّت کے لئے حق الیقین کی ضرورت ہے۔ اگر علم الیقین یعنی اخبار معتبر اور متواتر سے محبّت پیدا ہوا کرتی تو حضرت یوسف علیہ السّلام کے آج لاکھوں عاشق ہوتے کیونکہ جو شہرہ انکے حُسن وجمال کا اب ہے وہ اُس وقت کہاں تھا۔ علیٰ ہذا اگر عین الیقین یعنی مشاہدہ سے محبّت ہوا کرتی تو کھانے کی چیزوں کی رغبت کے لئے چکھنے اور کھانے کی ضرورت نہ ہوتی فقط مشاہدہ کافی ہوا کرتا۔ استعمال کرکے دیکھنا خود اس کی دلیل ہے کہ رغبت کے لئے حق الیقین چاہئے اور اسی نفع اٹھانے اور استعمال کرنے کو حق الیقین کہتے ہیں۔

ستون مذکور کا رونا اُس محبت خداوندی اور عشق نبوی پر دلالت کرتا ہے جو بجز مرتبہ حق الیقین بہ نسبت ذات وصفات خداوندی وکمالات نبوی متصور نہیں اور ظاہر ہے کہ اس موقع خاص میں اس قسم کا یقین بجز کاملان معرفت اور کسی کو میسر نہیں آسکتا علیٰ ہذا القیاس سنگریزوں کی تسبیح وتہلیل میں اسی معرفت کی طرف اشارہ ہے جو سوائے خاصان خدا بے تعلیم وارشاد ممکن الحصول نہیں اور ظاہر ہے کہ سنگریزوں کی تسبیح وتقدیس کو کسی کی تعلیم کا نتیجہ نہیں کہہ سکتے۔

مولانا قدس سرّہ کی تقریر کا اقتباس اور حاصل ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ استوانہ حنانہ

[illegible] پیروں یا بھی حفاظت نہیں کرسکتے اور نہ سردی سے بچا سکتے ہیں۔ اس کا [illegible] ہوگا کہ شدت سردی سے ان کے پیر پھٹ جائیں گے اور بالآخر برف کی وجہ سے انگلیاں [illegible]نے لگیں گی اور یہ گھبرا کر لوٹ جائیں گے یا فنا ہوجائیں گے اور فی الواقع تھا بھی ایسا ہی۔ اہل عرب اس قسم کی سخت سردی اٹھانے کے خوگر نہ تھے اور نہ ان کے پاس محافظت کا سامان تھا برخلاف اہل حمص کے کہ اوّل تو وہ اس ملک کے رہنے والے سردی کے متحمّل۔ دوسرے ہر قسم کا سامان موجود، مگر یہ سب ظاہری خیالات تھے تائیدِ الٰہی اسبابِ ظاہری پر موقوف نہیں ہے غیب سے یہ صورت پیش آئی کہ اہل حمص کے پیر تو موزوں میں بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور مسلمانوں کے پیروں پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ عربی چپلوں میں اچھے خاصے رہے کسی کی ایک اُنگلی بھی نہ گری۔

جب جاڑا گزر گیا اور اہل حمص کے خیالات پورے نہ ہوئے۔ مسلمان اُسی طرح مستعدی سے صحیح وسالم رہے تو ایک تجربہ کار بوڑھے شخص نے اہل حمص سے کہا کہ مسلمانوں سے صلح کرلینا بہتر ہے۔ ان لوگوں نے انکار کیا۔ پھر ایک دوسرے شخص نے کہا کہ جاڑا تو گزر گیا اور تمہاری سب امیدیں خاک میں مل گئیں۔ خیالات غلط ثابت ہوئے۔ اب کس بات کے منتظر ہو صلح کرلینی چاہئے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ اب برسام[۱] کے منتظر ہیں۔ برسام جاڑے میں نہیں رہتا گرمی میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اُس شخص نے کہا ان خیالات کو چھوڑو:۔

اِنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ يُعَانُوْنَ وَلَانْ تَأْتُوْهُمْ بِعَهْدٍ وَمِيْثَاقٍ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تُوْخَذُوْا عَنْوَةً اَجِيْبُوْنِيْ مَحْمُوْدِيْنَ قَبْلَ اَنْ تُجِيْبُوْنِيْ مَذْمُوْمِيْنَ فَقَالُوْا شَيْخٌ خَرِفٌ وَلَا عِلْمَ لَهُ بِالْحَرْبِ۔	یہ وہ قوم ہے جنکی غیب سے تائید و امداد ہوتی ہے تمہارا انکے پاس عہد و پیمان کے بعد جانا اس سے بہتر ہے کہ زبردستی پکڑے ہوئے جاؤ۔ تم میری بات اسوقت مانوگے تو قابل تعریف قرار پاؤگے ورنہ بعد میں مجبور ہوکر مانوگے اور قابل مذمت بنوگے۔ اُن لوگوں نے کہا یہ تو بوڑھا ہوکر بہک گیا ہے اور اس کو لڑائی کا تجربہ بھی نہیں ہے۔

اس کے بعد ایک دفعہ مسلمانوں نے حملہ کیا اور بآواز بلند تکبیر کہی تو حمص کے اندر زلزلہ آگیا [دی]واریں گر پڑیں۔ یہ حالت دیکھی تو وہ گھبرائے اور ان تجربہ کار بوڑھوں کے پاس گئے جنہوں نے

[۱] برسام ایک مرض ہے جس سے جسم پر ورم اور ہذیان ہوتا ہے۔

اہل ہی [illegible]

جب پھر [illegible]

اہل حمص نے قلعہ کی دیواروں پر [illegible]

تھی کہ یہ لوگ کس بات سے مجبور ہو کر صلح کرنی چاہتے ہیں [illegible]

حمص کے اندر کس قسم کی پریشانی اور بدحواسی پھیل رہی ہے [illegible]

وقت طالب اور خواہشمند اور خوں ریزی سے بچنے کو بدل پسند کرتے [illegible]

صلح ہو گئے اور اُنہیں شرایط پر صلح کر لی جن شرائط پر دمشق میں کی تھی۔

اس واقعہ سے ہر ذی فہم نہایت آسانی سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جب [illegible]

تجربہ کار عقلاء کو مسلمانوں کے حالات کا مشاہدہ کرتے کرتے یہ یقین ہو گیا تھا کہ ہر موقع پر خدا کی [illegible]

سے اُن کی اعانت ہوتی ہے اور اُن کی نصرت و کامیابی سراسر تائید الٰہی پر مبنی ہے ظاہری [illegible]

پر موقوف نہیں ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ اسلام کی حقانیت کا اثر اُن پر نہ ہوا ہو۔ اُس کو سچا [illegible]

آسمانی مذہب نہ سمجھتے ہوں۔ ان ہی واقعات سے اور مسلمانوں کے حالات کے مشاہدے [illegible]

دلوں میں اسلام کی محبت کا بیج جما دیا اور گویا اُنکے باطن میں نورِ ایمان چمک گیا۔ گو ظاہر میں [illegible]

پابندی جاہ و مناصب یا خوف غوغاء عوام یا اندیشہ سلطنت اس وقت اسلام کا اظہار نہ کر سکے [illegible]

ظاہر ہے کہ جب ان موانع کے مرتفع یا ضعیف ہو جانے کے ساتھ اُنکو مسلمانوں سے میل جول [illegible]

اور ہم کلامی کی نوبت پہنچی اسلام بجلی کی رَو سے بھی زیادہ تیزی اور سرعت کے ساتھ پھیلتا چلا گیا

اور جو لوگ اپنی باطنی میلان کو ظاہر نہ کر سکے تھے اب بے خوف و خطر اسلام کے [illegible]

ہو گئے۔ یہ تھی اسلام کے بسرعت پھیل جانے کی اصلی لم۔ ورنہ مسلمانوں نے کسی ایک [illegible]

قسم کے دباؤ یا زور حکومت یا حیلہ و تدبیر سے کام نہیں لیا۔ تاریخیں موجود ہیں۔ کوئی شخص [illegible]

بھی مثال اس کی دکھلا سکتا ہے تو دکھلائے۔

سرداران فارس کا مع لشکر عظیم کے برغبت مسلمان ہونا

مسلمانوں کے مدمقابل دو ہی قومیں تھیں [illegible]

کے علماء اور واقف کاروں میں مذہبی [illegible]

تھا کہ اسلام ضرور پھیلے گا اور مسلمان ان ممالک پر مسلط ہو جائیں گے [illegible]

[illegible] کا اس بھید پر مطلع ہونیوالے اشخاص مقابلہ کو پسند نہ کرتے تھے۔ یزدجرد بادشاہ فارس نے مدائن کے مفتوح ہوجانے کے بعد اپنے سرداروں اور سپہ سالاروں کو جمع کرکے مشورہ کیا اور بالآخر یہ قرار پایا کہ یزدجرد نے بہت بڑے سپہ سالار کو جس کا نام (سیاہ) تھا معہ ستر بڑے بڑے افسروں اور امیروں کے سوس کی محافظت کے لئے بھیجا۔ لیکن اہل سوس تو پہلے ہی مصالحت کرچکے تھے۔ اس لئے سیاہ کو مجبوراً رامہرمز اور تستر کے درمیان خیمہ ڈالنا پڑا سیاہ جس عظیم الشان جمعیت اور شان وشوکت سے آیا تھا اُس کا فکر مسلمانوں کو بھی تھا۔ کیونکہ فارس کے منتخب اور چیدہ سردار اُس کے ہم رکاب تھے۔ مگر تائید الٰہی سے مسلمانوں کے لئے جو سامان ہورہا تھا وہ اُن کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ فارس کے افسر اعلےٰ سیاہ نے اُن سرداروں کو جو اُس کے ساتھ اور ماتحتی میں تھے جمع کرکے کہا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم ہمیشہ سے سنتے چلے آئے ہیں کہ یہ لوگ اس مملکت پر غالب آجاویں گے اور اصطخر کے شاہی محلات میں اُن کے گھوڑے بندھیں گے اور اُس وقت اُن کی فتوحات سے تم اندازہ کرسکتے ہو کہ یہ خیال کسقدر متیقن اور صحیح ہے اب تم لوگ اپنی بہبودی کی بات سوچ لو سب نے کہا ہم تمہارے مشورہ کے تابع ہیں اُس نے کہا تو ہر شخص اپنے متبعین اور خواص کا ذمہ دار بن جائے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ ہم اُنکے مذہب میں داخل ہوکر اُن جیسے بنجائیں۔ اس رائے پر سب کا اتفاق ہوگیا اور ایک بڑے سردار شیرویہ کو دس افسروں کے ساتھ حضرت ابوموسیٰؓ سے گفتگو کرنے بھیجا۔ شیرویہ نے اپنی قوم کا پیام پہنچایا کہ ہم برغبت مسلمان ہونا چاہتے ہیں مگر اس شرط پر کہ تمہارے ساتھ ملکر ہم اپنی قوم اہل عجم سے تو مقابلہ کریں گے مگر اہل عرب سے نہ لڑیں گے اور کسی عربی نے ہم سے لڑائی کی تو تم کو ہماری محافظت لازمی ہوگی نیز یہ کہ بیت المال میں سے ہم کو وہ حصہ دیا جاوے جو تم میں کے اشراف اور سرداروں کو دیا جاتا ہے اور یہ کہ عہدنامہ امیرالمومنین کی تصدیق سے مرتب کیا جاوے۔

حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا کہ جب تم مسلمان ہوتے ہو تو ان شرطوں کی کیا ضرورت ہے جو ہمارا حال وہی تمہارا حال۔ اُن لوگوں نے اسکو نہ مانا تو حضرت عمرؓ کی خدمت میں یہ ماجرا لکھا اور وہاں سے جواب آیا کہ جو وہ کہتے ہیں اُس کو مان لو اس قرارداد کے بعد سیاہ معہ تمام افسروں اور فوج کے مسلمان ہوگیا اور یہ سب تستر کے محاصرے میں حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ شریک ہوئے لیکن

...ہے۔ ...احوں کا مطالبہ عین عقل وتقاضاء انسانیت وحریت کے مطابق ہے
...ں میں طمع زر کو دخل ہے نہ حبِّ جاہ کو۔

(۲۳) جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے توفیق اور امداد نہ ہو ہدایت کے لئے فقط علم کافی نہیں ہے
ہرقل قیصر روم وشام کے پاس جب نامہ مبارک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا تو اس نے بھی
نامۂ مبارک کی بہت تعظیم کی اور آپ کے حالات دریافت کرنے کے بعد اپنی قوم کو مسلمان ہونے
کی ترغیب دی اور کہا یہ دین ضرور پھیلے گا اور یہ لوگ میرے ملک پر مسلّط ہو جائیں گے مگر توفیق
شامل حال نہ تھی۔ علم نے کچھ کام نہ دیا۔ عوام نے دنیا کی راحت کو دائمی نجات پر ترجیح دی۔

ناظرین اس واقعہ اور اس کے نتائج پر مطلع ہو کر آپ ہی انصاف فرمائیے کہ اسلام جو
اس قدر سرعت سے پھیلا کہ ایک ایک موقع پر ہزارہا آدمی مسلمان ہوتے تھے۔ اور وہ بھی معمولی
اشخاص نہیں بلکہ فوجی سردار اور لشکر جرار جو معرکہ کارزار گرم کرنے اور ملک کو اغیار کی مداخلت کرنے
سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنے بادشاہ سے سرفروشی کا عہد کر کے نکلے تھے۔ اور پھر لڑ کر مغلوب ہونے
یا قیدی بننے کے بعد لڑائی اور مقابلہ سے پہلے مسلمانوں کے کثرتِ عساکر اور ساز وسامان ظاہری
سے مرعوب ہو کر نہیں بلکہ اپنی مذہبی اور قومی روایات کی بناء پر اس تیقن کی وجہ سے "مسلمان
غالب آئیں گے ضرور مسلّط ہونگے ضرور"۔ پھر اُن سے مقابلہ لاحاصل۔ اور یہ علم نہ سلطنت تک
محدود تھا بلکہ خواص سے گزر کر عوام تک پہنچ چکا تھا۔ تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس اشاعت
میں تلوار کے زور کو بھی کچھ دخل تھا۔ معاذ اللہ۔ استغفر اللہ۔

ہم اوّل کہہ چکے ہیں کہ مسلمانوں نے بڑی بڑی معرکہ کی لڑائیاں لڑیں۔ ملکی فتوحات میں
وہ کمال دکھلایا کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ تھوڑے اور بہت تھوڑے زمانہ میں اسلامی
فتوحات کے سیلاب عظیم نے ممالک شام وعراق ومصر سے متجاوز ہو کر افریقہ کے ممالک اور اندلس
زیر وزبر کر دیا مگر حاشا للہ کہ اشاعتِ اسلام میں ان فتوحات کو کچھ بھی دخل ہو۔ ایک شخص
بھی خوف جان کی وجہ سے اسلام لانے پر مجبور نہیں ہوا۔ مصالحت کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ امن
دینے میں مسلمان اس قدر مستعد تھے کہ کسی نے جھوٹ کو درخواست کی اور وہ سچ مچ قبول کرنے
موجود ہو جاتے تھے۔ وفاء عہد کی یہ حالت کہ اگر کسی ادنےٰ نے بھی وعدہ کر لیا تو سب پر اس کا

ہم تھا اور انجام کار اسکو بھی روزِ بد دیکھنا پڑا جس سے وہ بچتا تھا۔ باوجود معرفت وعلم ذاتی کے سلیق کا درجہ نصیب نہ ہوا۔ اور حسرت وافسوس کیساتھ کفر کی حالت میں جان دیدی۔

عنوان مذکورہ کے ذیل میں بہت سے واقعات اور حالات ہیں جن سے ہمارے اصلی دعوے اشاعت اسلام پر نہایت خوبی سے روشنی پڑتی ہے۔ اس لئے ناظرین صبر وسکون کیساتھ ان مسلسل واقعات کو جو خاص اس عنوان کے ذیل میں لکھے جائیں گے۔ اور جنکا تعلق عنوان مذکورہ سابق سے ہی ملاحظہ فرمائیں اور اُن کے نتائج کا آخر مضمون پر انتظار کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت سے ملک فارس میں ایسے تغیرات وحادثات پیش آنے شروع ہوئے کہ ہزارہا سالہ سلطنت کی استوار ومستحکم بنیادیں متزلزل ہونے لگیں۔ جلد جلد انقلاب سلطنت نے اُنکی قوت کو منتشر ارادوں کو ضعیف ہمتوں کو پست کر دیا تھا۔

کسرے پرویز ۳۸ سال سلطنت کرنے کے بعد ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چھٹے سال اپنے بیٹے اور جانشین کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور اس کا جانشین شیرویہ بھی آٹھ ماہ سے زیادہ سلطنت کرنے نہ پایا تھا کہ ہلاک ہوگیا اُس کی جگہ سات برس کا بچہ اردشیر تخت پر بٹھلایا گیا۔ اور ایک سردار نے جس کا نام بہادر جشنس تھا بطور نائب السلطنت سب اختیارات اپنے ہاتھ میں لئے ایک معمولی شخص کا غیر محدود اختیارات کو ہاتھ میں لیکر سیاہ وسفید کا مالک بن جانا عام طور پر سرداران فارس کو ناگوار تھا۔ مگر ایک بہت بڑے جرنیل شہر براز کو جسے کسریٰ پرویز نے سرحد روم پر عظیم الشان فوج کے ساتھ مامور کیا تھا زیادہ ناگوار گزرا۔ اور اُس نے آکر فوراً مداین کا محاصرہ کر کے بالآخر اردشیر کو قتل کیا۔ اور خود تخت سلطنت پر غاصبانہ متمکن ہوگیا۔ یہ شخص خاندان شاہی سے نہ تھا۔ ادھر اردشیر کے قتل کرنے کی وجہ سے عام طور پر بُری نظروں سے دیکھا جاتا تھا ان بھائیوں نے جو باڈی گارڈ کے سواروں میں تھے مشورہ کر کے عین جلوس کے وقت جبکہ اسکو تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوئے چالیس ہی دن گزرے تھے قتل کر دیا۔ اُس کے بعد خاندان شاہی میں سے کوئی مرد تو اس قابل نظر نہ آیا کہ مالک تاج وتخت ہوتا۔ کیونکہ شیرویہ نے اپنے تمام نسل اور وارثان ملک کو قتل کر دیا تھا۔ اس لئے کسریٰ پرویز کی بیٹی بوران مالک سلطنت ہوئی۔ اور وہ ایک برس چار ماہ سلطنت کرنے پائی تھی کہ ایک دوسرا شخص جو کسرے پرویز

یہ ایسی زبردست قوت تھی کہ روم وشام کی عظیم الشان اور قدیم سلطنت کو بھی اُس کے سامنے گردن جھکانی اور ہرقل قیصر روم کو بادل ناخواستہ اپنی بیٹی پرویز کے نذر کرنی پڑی تھی۔ پرویز کو قتل ہوئے ابھی سات سال سے زیادہ نہ ہوئے تھے سلطنت کے تمام ممالک بدستور زیرنگیں تھے۔ قوت جوں کی توں موجود تھی صرف ضعف تھا تو یہ کہ بے سری اور خانہ جنگی کی وجہ سے قوت کو کام میں نہ لا سکتے تھے۔

اراکین سلطنت اور سرداران فارس اس حالت پر زیادہ صبر نہ کر سکے سب نے مل کر رستم اور فیروزان کو جمع کیا۔ اور کہا ملک اس حالت کو پہنچ گیا مگر تمہارا باہمی اختلاف ختم ہونے میں نہیں آتا۔ اب ہم تم کو اس رائے پر زیادہ دیر تک قائم نہ رہنے دینگے یا تم دونوں متفق ہو کر ملک کی حفاظت کرو۔ ورنہ اوّل ہم تم کو قتل کر کے خود ہلاک ہو جائیں گے۔

اس پر دونوں نے متفق ہو کر کسریٰ کی بیٹی پوران سے دریافت کر کے کسرے کی تمام عورتوں بیبیوں اور باندیوں کو جمع کیا اور اُن سے پوچھا کہ کسرے کی اولاد میں کوئی لڑکا ہو تو بتلاؤ سب نے انکار کیا۔ مگر ایک عورت نے پتہ دیا کہ کسریٰ کا پوتا یزدجرد اپنی ننہال میں ہے اُس کی ماں نے قتل[1] کے خوف سے وہاں بھیجدیا تھا۔ رستم اور فیروزان نے یزدجرد کو جس کی عمر ۲۱ سال

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۴) اسمیں منجملہ اور الزامات کے یہ بھی تھا کہ تو نے جبر و تعدی کے ساتھ رعیت سے روپیہ وصول کر کے خزانوں کو پُر کیا ہے۔ پرویز نے اُس کے جواب میں شیرویہ کو لکھا کہ یہ تیرا خیال احمقانہ ہے کہ ہم نے جبر و تعدی سے بے ضرورت روپیہ جمع کیا ہے۔ ملک بغیر خزانہ کے کبھی باقی نہیں رہ سکتا۔ تو نے اگر بے طور خرچ کر کے خزانے خالی کر دیئے تو انجام برا ہوگا۔ غرض خزانوں کے مالا مال ہونیکو شیرویہ تو نتیجہ جبر و تعدی کا بتاتا ہے اور پرویز حسن تدبیر کا اسلئے ہمنے دونوں لفظ لکھدیئے ۱۲

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) [1] کسریٰ پرویز کے اٹھارہ بیٹے تھے۔ سب میں بڑا شہریار تھا جسکو شیریں نے بیٹا بنا لیا تھا۔ نجومیوں نے پرویز سے کہدیا تھا کہ سلطنت فارس کا زوال تیری اولاد میں سے ایسے شخص کے وقت ہونیوالا ہے جسکے کسی عضو میں نقصان ہوگا۔ اس بنا پر پرویز نے اپنی تمام اولاد کو شادی اور بیاہ سے روکدیا تھا۔ شہریار نے خفیہ بمشورہ شیریں ایک عورت کے ساتھ میل کر لیا جس سے یزدجرد پیدا ہوا مگر خوف قتل سے اُسکو مخفی رکھا گیا۔ آخر عمر میں جب پرویز کو بچوں کی رغبت پیدا ہوئی اور اسکو خیال ہوا کہ میں بھی اپنے بیٹوں کی اولاد کو دیکھتا تو شیریں نے یزدجرد کو بلا کر دکھلایا پرویز اُس کے ساتھ بہت محبت کرتا تھا۔ ایک دن اتفاق سے یزدجرد بچوں میں کھیل رہا تھا۔ پرویز کی نظر اُس کے بدن پر پڑی تو معلوم ہوا کہ اس کا ایک سُرین چھوٹا ہے۔ پرویز نے اُس کو قتل کرنا چاہا مگر شیریں نے یہ کہکر روکدیا کہ اگر یہ امر مقدر ہو چکا ہے تو ہو کر رہیگا۔ اس کے بعد یزدجرد کو وہاں سے کسی دوسری جگہ بھیجدیا ۱۲

[5] فاجتمعوا فیما بینہم واحضروا الامیرین الکبیرین منہم وہما رستم والفیروزان فتذامروا فیما بینہم ثم تواصوا وقالوا لہما لئن لم تھونا ... العرب ... کما دمشقی

... عراق میں داخل ہوکر فتوحات اسلامیہ کو وسعت دے رہا تھا۔ اُس کے سپہ سالار حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضؓ تھے۔ جو شجاعت اور تدبیروں میں حضرت خالد رضؓ سپہ سالار شام کی ہمسر اور نظیر سمجھے جاتے تھے۔ حضرت مثنیٰ کے پاس کل آٹھ ہزار فوج تھی اُنکو یزدجرد کی تخت نشینی فارس کے اتفاق اور ارادوں کی اطلاع ملی تو قبل اس کے کہ اہل فارس پیش قدمی کریں آپ نے کمال ہوشیاری اور دانشمندی سے سب حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا اور یہ بھی لکھا کہ اہلِ سواد عراق جو اسلام کے ذمہ اور عہد میں داخل ہو چکے ہیں اُن سے بھی نقض عہد کا اندیشہ ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط کو دیکھتے ہی فرمایا۔

وَاللّٰهِ لَاَرْمِيَنَّ مُلُوْكَ الْعَجَمِ بِمُلُوْكِ الْعَرَبِ۔	قسم ہے ربّ العزت کی اگر ملوک عجم مجتمع ہوگئے ہیں تو میں اُن کے مقابلہ کے لئے ملوک عرب کو بھیجونگا۔

آپ نے عام حکم کے ذریعہ سے تمام قبائل عرب کو اطلاع دیدی کہ ہر قبیلہ کے رئیس منتخب اور تجربہ کار۔ مدبر خاندانی۔ شریف۔ مقرر۔ واعظ۔ خطیب و شاعر اور جو لوگ فنون جنگ میں ماہر یا قوت شجاعت۔ شہسواری و تیراندازی میں مشہور ہیں سب امیر عراق کے لشکر میں جا ملیں ایسا ہی ہوا آپ کا حکم پاتے ہی جن میں جنگ کی قابلیت تھی یا کسی بات میں ممتاز و مشہور تھے سب نکل کھڑے ہوئے۔ جو قبائل مدینہ اور عراق کی نصف مسافت پر رہتے تھے وہ تو براہ راست عراق کو روانہ ہوگئے اور جو مدینہ سے قریب تھے وہ مدینہ میں آکر جمع ہوگئے۔

اس لشکر کے جمع ہو جانے کے بعد حضرت عمر رضؓ معہ تمام لشکر کے مدینہ منورہ سے باہر ایک چشمہ پر جسکا نام صرار تھا خیمہ زن ہوئے۔ لوگوں کو اس کی وجہ معلوم نہ تھی اور نہ اُن کی جرات تھی کہ اسکا سبب دریافت کر سکتے۔ جب کبھی ضرورت کسی امر کے دریافت کی ہوتی تھی تو حضرت عثمان رضؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کو ذریعہ بنایا جاتا تھا۔ اور اگر کسی بات کو یہ دونوں صاحب بھی دریافت نہ کر سکتے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے کام ہوتا تھا۔ اب بھی لوگوں نے حضرت عثمان رضؓ سے

ملہ حضرت عثمان رضؓ کا درجہ علاوہ وزیر و مشیر ہونے کے ولیعہد کا سا تھا۔ حضرت عمر رضؓ نے گو کسی کو ولیعہد آخر تک بھی نہیں بنایا مگر صحابہ کا خیال عام طور پر یہی تھا کہ بعد حضرت عمر رضؓ کے خلافت انہیں کو ملنی چاہئے اور اس لئے عام طور پر انکو ردیف کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا۔ عرب کے محاورہ میں ردیف اُسکو کہتے ہیں جو کسی کے بعد اس کام کو سنبھال سکے جو اُسکے سپرد تھا۔

... بن جریر۔ و رکب عمر رضؓ فی اول یوم من المحرم فنزل علی ماء یقال لہا صرار فعسکر بہ عازماً علی غزو العراق بنفسہ و استخلف علی المدینۃ علی بن ...

...الیٰ اَنْ فَارَقَنَا فَالْزَمْهُ ... الامرِ هٰذِهٖ يَعِظُكَ اِيَّاكَ اِنْ تَرَكْتَهَا وَرَغِبْتَ عَنْهَا حَبِطَ عَمَلُكَ وَكُنْتَ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔

...جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے وفات تک قائم رہے۔ بس یہی میری نصیحت ہے۔ اگر تم نے اُس کو چھوڑ دیا تو پہلے اعمال صالحہ بھی حبط اور محو ہو جائیں گے۔

اور جب حضرت سعدؓ رخصت ہونے لگے تو اُن کو علیحدہ بلا کر خاص ہدایات فرمائیں [جو] حکمت سے لبریز تھیں۔ اُن ہدایات کو حضرت عمرؓ ہی کے الفاظ میں نقل کرنا مناسب ہے [آپ نے] ارشاد فرمایا۔

اِنِّیْ وَلَّيْتُكَ حَرْبَ الْعِرَاقِ فَاحْفَظْ وَصِيَّتِيْ فَاِنَّكَ تَقْدِمُ عَلٰى اَمْرٍ شَدِيْدٍ كَرِيْهٍ لَا يُخَلِّصُ مِنْهُ اِلَّا الْحَقُّ فَعَوِّدْ نَفْسَكَ وَمَنْ مَعَكَ الْخَيْرَ۔ وَاسْتَفْتِحْ بِهٖ۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّ لِكُلِّ عَادَةٍ عَتَادًا فَعَتَادُ الْخَيْرِ الصَّبْرُ۔ فَالصَّبْرَ الصَّبْرَ عَلٰى مَا اَصَابَكَ وَنَابَكَ تَجْتَمِعُ لَكَ خَشْيَةُ اللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ خَشْيَةَ اللّٰهِ تَجْتَمِعُ فِیْ اَمْرَيْنِ فِیْ طَاعَتِهٖ وَاجْتِنَابِ مَعْصِيَتِهٖ وَاِنَّمَا اَطَاعَهٗ مَنْ اَطَاعَهٗ بِبُغْضِ الدُّنْيَا وَحُبِّ الْاٰخِرَةِ۔ وَلِلْقُلُوْبِ حَقَائِقُ يُنْشِئُهَا اللّٰهُ اِنْشَاءً۔ مِنْهَا السِّرُّ وَمِنْهَا الْعَلَانِيَةُ فَاَمَّا الْعَلَانِيَةُ فَاَنْ يَكُوْنَ حَامِدُهٗ وَذَامُّهٗ فِی الْحَقِّ سَوَاءً

میں تم کو عراق کا امیر عسکر بنا کر بھیجتا ہوں میری یہ وصیت یاد رکھنا کہ تم ایک سخت اور دشوار کام کے لئے جاتے ہو جس سے خلاصی کی صورت بجز اتباع حق کچھ نہیں۔ اپنے نفس کو عمل خیر کی عادت ڈالو اور اسی کے وسیلہ سے فتح کو طلب کرو۔ اور جان لو کہ ہر ایک عادت کیلئے سامان اور اسباب ہوتے ہیں خیر کا سامان اور سبب صبر ہے۔ جو مصیبت یا حادثہ پیش آئے اُسمیں صبر کو لازم پکڑو۔ ایسا کرنے سے خوف خدا تمہارے اندر پیدا ہوگا اور یاد رکھو کہ خوف خدا کی دو ہی علامتیں ہیں۔ اُس کے حکم کی اطاعت کرنا اور معصیت و نافرمانی سے بچنا۔ اطاعت خداوندی وہی شخص کرتا ہے جو دنیا سے نفرت کرے اور آخرت کی طرف راغب ہو اور معصیت کا سبب فقط دنیا کی محبت اور آخرت سے بے رغبتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قلوب میں خاص خاص اوصاف اور عمدہ کیفیات راسخ فرما دیتا ہے جنکے بعض ظاہر آثار ہیں اور بعض مخفی۔

...بن ملجم ... علی ابن ابی طالب کو قتل کرکے اپنی شقاوت کا ثبوت دیا۔ اور اُن ہی میں ... بن ... بھی تھا جس نے حضرت عثمان رضہ کے بدلہ لینے کو بہانہ بناکر مسلمانوں پر قتل ... کا بازار گرم کیا اور اُن ہی میں حصین بن نمیر بھی تھا جس نے حضرت علی رضہ کے مقابلہ میں بہت کچھ حصہ لیا۔

غرض فتنہ پردازوں کا جتھا اس قبیلہ میں موجود تھا۔ اور یہ وجہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کی صورت سے بیزار اور عراق جانے کو بُرا سمجھتے تھے۔ اس وقت گو ان لوگوں میں اس قسم کی فتنہ پردازی کی کوئی بات نہ تھی اور اسی وجہ سے کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ حضرت عمر رضہ اُن کی شرکت جہاد سے کیوں منقبض ہیں اس وقت تو یہ بھی قادسیہ کے لشکر کے سپاہی تھے مگر اُن میں یہ فتنہ موجود تھا جس کا ظہور اس وقت سے سترہ اٹھارہ سال بعد ہوا۔

الغرض اس اہتمام کے ساتھ حضرت عمر رضہ نے حضرت سعد رضہ کو رخصت کیا اور ہر قسم کی ہدایات اُنکو کردیں اور اُن کی روانگی کے بعد بھی برابر امداد کے لئے لشکر بھیجتے رہے اور اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۰) تو وہاں ایک نہایت باجمال عورت قطام سے جو اُس کے ہم مذہب تھی ملنا ہوگیا جسکو دیکھ کر یہ فریفتہ ہوگیا اور فوراً نکاح کا پیام دے دیا۔ قطام نے کہا اس شرط پر منظور ہے کہ میرے مہر میں تین ہزار درہم ایک غلام اور ایک باندی دے اور حضرت علی رضہ کو قتل کردے۔ ابن ملجم نے کہا قتل علی رضہ کی شرط سے معلوم ہوتا ہے کہ تجھ کو نکاح کرنا منظور نہیں ہے۔ کیونکہ میں زندہ نہیں بچ سکتا۔ قطام نے کہا اگر زندہ بچگیا تو فہو المراد ورنہ آخرت کی نعمت ولذت کافی ہے۔ ابن ملجم بھی اس ارادہ سے آیا تھا۔ انکاح کی طمع نے اور بھی مستعد کیا۔ اندھیرے سے مسجد میں جا بیٹھا اور جب حضرت علی رضہ نماز صبح کو آئے تو تلوار ماری جس سے آپ شہید ہوئے۔ اسی قصہ کو خوارج کے ایک شاعر نے اس طرح ذکر کیا ہے

فلو مہر اساق ذو سماحۃ عرب وعجم میں کسی صاحب ہمت نے	کمہر قطام بین عرب و اعجم قطام کے مہر کی برابر مہر نہیں دیا
ثلاثۃ آلاف وعبد وقینۃ تین ہزار درہم۔ ایک غلام۔ ایک باندی	وقتل علی بالحسام المصمم اور علی کرم اللہ وجہہ کا مضبوط تلوار سے قتل کرنا
فلا مہر اعلیٰ من قطام وان غلا کوئی مہر کتنا ہی بڑا ہو قطام کے مہر کو زیادہ نہیں ہو سکتا	ولا فتک الا دون فتک ابن ملجم اور کوئی حملہ ابن ملجم کے حملے سے بڑھا ہوا نہیں

[illegible] ان کے مقابلے کے لئے نہ نکلوں۔ اگر اول مرتبہ ہی آنکے مقابلہ [illegible] تو وہ بالکل جری ہو جائیں گے اور جان توڑ کر مقابلہ کریں گے۔ کیونکہ میرے مقابل [illegible] کو وہ ان کی آخری اور پوری کوشش سمجھینگے۔ رائے یہ ہے کہ ہم یکے بعد دیگرے بڑے بڑے تجربہ کار افسروں کو بھیجتے رہیں۔ اگر فتح ہوئی تو فبہا۔ ورنہ دوسرے کو بھیجا جائے گا۔ و علیٰ ہذا۔ اس میں ہمیں کامیابی کی امید ہے۔ میرے یہاں مقیم رہنے میں بقاء سلطنت ہے۔ ورنہ اسی وقت سے سلطنت کو زوال سمجھئے۔

یزدجرد نے نہ مانا تو رستم نے پھر باصرار یہی کہا کہ مجھے سلطنت کی تباہی آنکھوں سے نظر نہ آتی تو میں کبھی اپنی عظمت اور بڑائی کا اظہار نہ کرتا۔ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ مجھے نہ بھیجیں۔ میں یہیں مقیم رہوں اور جالینوس کو مقابلہ کے لئے بھیج دوں۔ فتح ہو تو ہو المراد ورنہ دوسرے کو بھیجا جائیگا۔ اور جب کہ عرب لڑتے لڑتے ضعیف اور سست ہو چکے ہونگے میں اپنی تازہ قوت سے اُن پر ٹوٹ پڑونگا۔ لیکن جب کسریٰ نے کسی طرح نہ مانا تو مجبوراً مقابلہ کے لئے نکلا۔ اور ساٹھ ہزار کی جمعیت کو لیکر ساباط میں جا کر ڈیرہ ڈالا۔ یہاں پہنچکر بھی مقابلہ سے معاف کئے جانے کا پیام بھیجا مگر منظور نہ ہوا۔

(۳) حضرت سعدؓ کو دو ماہ سے زیادہ قادسیہ میں گزر چکے تھے۔ جب رستم کے ساباط پہنچنے کی خبر ملی تو حضرت عمرؓ کی خدمت میں اطلاع بھیجی۔ وہاں سے جواب آیا۔

لَا يَكْرِبَنَّكَ مَا يَاتِيكَ عَنْهُمْ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَابْعَثْ اِلَيْهِ رِجَالًا مِنْ اَهْلِ الْمُنَاظَرَةِ وَالرَّاْيِ وَالْجَلَدِ يَدْعُوْنَهُ فَاِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ دُعَاءَهُمْ تَوْهِيْنًا لَهُمْ۔	تم اُن کے سازوسامان سے نہ گھبراؤ۔ اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔ یزدجرد کے پاس چند ذی رائے اور بہادر لوگ دعوت اسلام کے لئے بھیجو۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس دعوت سے اُن کے ارادوں میں سستی پیدا ہوگی۔

حضرت سعدؓ نے دو قسم کے لوگوں کا انتخاب کیا۔ ایک وہ جو خاندانی اور مشہور مدبّر و [illegible] رائے تھے۔ دوسرے وہ جو ذی رائے ہونے کے ساتھ قوی ہیکل۔ تنومند۔ وجیہ اور [صا]حب رعب تھے۔ اس قسم کے تیرہ اشخاص کو کسرے کے پاس بھیجا۔ او نعمان بن مقرن

...خاندانی شریف اور ...ہیں۔ اور خاندانی شریف و سردار
... کی عزت اور حفظ مراتب کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے ابتک پورا
...جس کے لیے بھیجا گیا تھا ادا نہیں کیا۔ اب میں تم کو کہتا ہوں سنئے۔ ہماری تنگدستی
فقر و فاقہ۔ ذلت و قلت جو آپ نے بیان کی بالکل درست اور بجا ہے۔ ہم ایسے ہی
تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اس ہماری ذلت پر رحم فرماکر ہمارے اندر اپنے محبوب رسول
کو بھیجا۔ مغیرہ نے نعمان کی گفتگو کا سارا خلاصہ بیان کر کے آخر میں کہا کہ اب اسکے سوا
کوئی صورت نہیں ہے کہ یا اسلام لاؤ یا ذلیل ہو کر جزیہ دو ورنہ ہمارے تمہارے
درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

...بے باکانہ اور دلیرانہ گفتگو اوّل ہی سے امراء دربار پر بے حد گراں گزر رہی تھی۔ مگر اس جواب
...سنکر تو یزدجرد غصہ میں بھر گیا۔ اور کہا کہ اگر قاصدوں کو قتل کرنا خلاف قانونِ دنیا نہ ہوتا تو میں
...کو قتل کرا دیتا۔ میرے یہاں سے تم کو کچھ نہیں مل سکتا۔ اپنے امیر سے کہدینا کل رستم کو
...بھونگا جو امیر کو اور اُس کے ساتھ تم کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دیگا۔ اور پھر وہ تمہارے
...پر تباہی نازل کریگا۔ اس کے بعد یہ حکم دیا کہ مٹی کی بڑی سی گٹھری بنا کر ان میں سے سب سے
...زیادہ شریف اور سردار کے سر پر رکھ دی جائے۔ یہ سنتے ہی عاصم بن عمرو نے کھڑے ہو کر
...کہ میں سب سے زیادہ شریف ہوں۔ میری گردن پر رکھ دی جائے۔ وہ اُس کو لیکر نکلے اور
سوار ہو کر حضرت سعدؓ کو بشارت دی کہ لیجیے اللہ تعالیٰ نے ارض فارس آپ کو عطا فرمائی ہے۔
رستم بھی ساباط سے آگیا تھا۔ یزدجرد نے کہا کہ عرب میں اس سے زیادہ سمجھدار
...اور شجاع دوسرے لوگ نہ ہونگے۔ تم اہل عجم بھی اس سے بہتر جواب نہ دے سکتے تھے
...وہ جو گفتگو کرتے تھے صدق و یقین پر مبنی تھی۔ اور بے شک اُن سے فتوح ممالک کا
...کیا گیا جسکو وہ حاصل کر کے رہیں گے۔ مگر ان میں کا سردار احمق تھا اُسنے مٹی اُٹھا کر
سر پر رکھ لی۔ رستم نے کہا وہ سب سے زیادہ سنجیدہ تھا وہ اس بات کو سمجھا جسے دوسرے
...تھے۔

...دربار سے نہایت غم و غصہ کی حالت میں واپس آیا۔ اُس نے سواروں کو دوڑایا

...ان الرسل لا تقتل لقتلتکم لاشیٔ لکم عندی وقال ائتونی بوقر من تراب فاحملوہ علی اشرف ہؤلاء ثم سوقوہ حتی ... [illegible marginal footnote text]

[illegible] کیا ہے

[illegible] سے ناواقف تھا مگر اُس نے ایسی

[illegible] رستم نے غصہ میں آکر اُس کو قتل کر دیا۔

[illegible] دوسری منزل برس میں ہوئی یہاں پہنچکر رستم کے لشکر نے خوب بدمستیاں [illegible] عورتوں پر دست درازیاں کیں لوگوں کے مال غصب کئے اور جو نہ کرنا تھا [illegible] کیا۔ لوگ گھبرا اُٹھے اور رستم کے پاس فریاد لائے۔ رستم نے کہا بیشک اس عربی نے [illegible] کو ابھی قتل کیا تھا، سچ کہا ہے ہم اپنے اعمال ہی کی بدولت اس حالت کو پہنچے ہیں [illegible] یہ مسلمان ملک فتح کرنے اور لڑنے آئے ہیں مگر وہ ان دیہات والوں کے ساتھ نہایت [illegible] معاملہ کرتے ہیں۔ اور تم باوجودیکہ وہ تمہاری رعایا ہیں اسقدر ظلم کرتے ہو بیشک تم اسی [illegible] ہوکہ تمہارا ملک تم سے سلب کر لیا جائے۔ اور بیشک ایسا ہی ہوگا۔ اس کے بعد [illegible] کے قتل کرنے کا حکم دیا۔

تیسری منزل ہیرہ میں اور چوتھی نجف میں ہوئی۔ یہاں پہنچکر رستم[1] نے خواب دیکھا کہ [illegible] فرشتہ آسمان سے اُترا۔ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے ساتھ ہیں۔ فرشتہ نے اہل فارس کے تمام ہتھیار لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیئے اور آپ نے حضرت عمرؓ کو عطا فرمائے [illegible] خواب سے رستم کا رنج اور بھی بڑھ گیا۔ اور وہ خیال جو دل میں راسخ تھا نہایت پختہ ہوگیا۔

(۵) رستم نجف میں تھا اور مقدمۃ الجیش نجف اور سیلحین کے درمیان تھا۔ حضرت سعدؓ نے [illegible] بن معدیکربؓ اور طلیحہ اسدیؓ کو طلیعہ بناکر دشمن کی خبر لانے کے واسطے بھیجا۔ یہ ابھی ایک فرسخ [illegible] گئے تھے کہ دشمن کا ہراول اُنکو نظر آگیا۔ عمرو بن معدیکرب تو دیکھ کر واپس ہونے لگے مگر [illegible] نے کہا میں تو پوری خبر لاؤنگا۔ عمروؓ نے کہا تیرے اندر غدر کا مادّہ رکھا ہوا ہے عکاشہ بن [illegible] کے قتل کے بعد تجھ سے فلاح کی امید نہیں۔ مگر نہ مانا۔ عمرو نے آکر حضرت سعدؓ کو [illegible] دی کہ دشمن بالکل قریب ہے۔

طلیحہ ہراول اور مقدمۃ الجیش کو قطع کرتے ہوئے سیدھے رستم کے لشکر میں جا پہنچے۔ اور [illegible] چپکے سے واپس آنے کو پسند نہ کیا۔ بلکہ ایک افسر کے خیمے کو کاٹ کر

[1] [illegible] سار رستم [illegible] الفرس كله ودفعه الى رسول الله صلعم فدفعه رسول الله صلعم الى عمر [illegible]

[illegible] چاہا۔
[illegible] کے لئے تمہارے غلام بجز
[illegible] پیٹ پالنا اور دولت حاصل کرنا تھا۔
[illegible] کسی قسم کی طرح ہم کو اس ارادہ سے نہیں روک سکتی
[illegible] فرما کر آپنے رسول کو مبعوث فرمایا۔ اور اُن سے یہ وعدہ فرمایا کہ
[illegible] کریگا جنہوں نے اس دین کو قبول نہیں کیا۔ اور یقین دلایا کہ جب تک
[illegible] اسلام [illegible] اُن کے وعدوں پر پختگی سے اعتقاد رکھیں گے۔ برابر غالب آتے
[illegible] اسلام دینِ حق ہے جو اس کا متبع ہوگا دائمی اور لازوال عزت کا مستحق ہوگا
جو اس سے اعراض کرے گا برابر ذلیل رہیگا۔

(رستم) اسلام کی حقیقت کیا ہے۔

(زہرہ) عمود اسلام توحید اور رسالت کی شہادت ہے۔

(رستم) اس کے بعد کیا ہے۔

(زہرہ) اُس کے احکام میں سے بڑا حکم یہ ہے کہ صرف خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی
عبادت کی جائے۔ غیر اللہ کو عبادت کے کسی شعبہ میں شمہ برابر دخل نہ ہو۔ یعنی عبادت
شرک جلی وخفی سے بالکل خالی ہو اور پھر یہ کہ سب مخلوق کو ایک ماں باپ کی اولاد سمجھ کر
یکساں معاملہ کیا جائے۔ شریف کو رذیل پر امیر کو غریب پر ترجیح نہ دی جائے۔

(رستم) یہ تو بہت ہی اچھا دین ہے۔ کیا اگر ہم اس کو قبول کرلیں تو تم ہمارا ملک ہمارے
لشکر کے چلے جاؤ گے۔

(زہرہ) بے شک ایسا ہی ہوگا۔

(رستم) (یہ سب گفتگو سنکر) آپ نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔ اہل فارس نے اردشیر
[illegible] سے التزام کے لوگوں کو ایسا ذلیل وخوار بنا رکھا ہے کہ کوئی شخص اپنے مخصوص
کام کے سوا سلطنت کے کسی کام میں حصہ نہیں لے سکتا۔ اور نہ وہ امرا و شرفا کے ساتھ
شریک ہو سکتے ہیں۔ اُن کا خیال تھا کہ جب یہ لوگ اپنے پیشوں کو چھوڑ دینگے

[illegible] کے قریب پہنچے

[illegible] سے پھاڑ کر گھوڑے کو باندھ دیا۔

[illegible] کہا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں خود نہیں آیا۔

[illegible] تو اُس نے کہا کہ اسی حالت میں آنے دو۔

[illegible] آہستہ آہستہ اور قریب قریب قدم رکھتے اور نیزہ پر سہارا دیتے ہوئے [illegible] کہ اعلیٰ اور بیش قیمت قالینوں میں سوراخ ہو گئے۔ اور دکھلا دیا کہ یہ سب [illegible] زخرفات ہماری نظروں میں خاک سے زیادہ ذلیل ہیں۔ رُستم کے سامنے پہنچے تو فرش اُٹھا کر [illegible] زمین پر بیٹھ گئے اور نیزہ کو فرش پر گاڑ دیا۔ کسی نے کہا تم زمین پر کیوں بیٹھے۔ جواب دیا کہ ہم تمہارے ان مزیّن فرشوں پر بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔ رُستم نے بذریعہ ترجمان گفتگو شروع کی۔

(رُستم) تم اس ملک میں کیسے اور کس غرض کے لئے آئے ہو۔

(ربعی) اللہ ہم کو لایا ہے اور اُسنے ہم کو اس غرض سے بھیجا ہے کہ ہم لوگوں کو تنگی سے نکال کر فراخی میں پہنچائیں۔ اور ادیانِ باطلہ کے ظالمانہ قوانین کی تنگ و تاریک گھاٹیوں سے نکال کر اسلامی عدل اور مساوات کی شاہراہ پر ڈالیں۔ اسنے اپنا دین دیکر ہم کو بھیجا ہے جو اُس کو قبول کرے گا ہم اُس کے ملک کو اُس کے حوالہ کر کے چلے جائیں گے۔ اور جو انکار کرے گا اُس سے مقابلہ کریں گے۔

(رُستم) آپ کا مطلب ہم نے سمجھ لیا۔ لیکن کیا آپ ہمیں اس قدر مہلت دے سکتے ہیں کہ ہم اس میں غور کریں۔

(ربعی) آپ کو تین دن کی مہلت دی اس میں خوب سوچ لیجئے۔ اس درمیان میں ہم لڑائی کی ابتدا نہ کریں گے۔ تمہاری طرف سے ابتدا ہو تو دوسری بات ہے۔ میں اپنی اور تمام عساکرِ اسلامیہ کی طرف سے اس معاہدہ کا ذمّہ دار ہوں۔

(رُستم) کیا تم سب کے سردار ہو۔

(ربعی) مسلمان مثل جسم واحد ہیں۔ اُن میں کا ادنےٰ بھی جو کر گذرتا ہے اعلیٰ کو اس [illegible] لازمی ہے۔

[illegible] فرما امام ہیں خلیفہ وقت بھی

[illegible] کا اظہار کیا۔ اور آپکے پاک اخلاق و اوصاف کا

[illegible] اس موقعہ پر جو کچھ فرمایا وہ خود سرائی میں داخل نہ تھا۔

[illegible] کی غرض سے اس قدر فرمانے پر مجبور ہوئے۔ اور جب

[illegible] شرعی ضرورت آپڑے تو ایسے اظہار کی اجازت ہے۔

[illegible] حضرت یوسف علیہ السلام نے اس ضرورت کے وقت فرعون سے فرمایا تھا۔

اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم ؕ	مجھ کو زمین کے خزانوں کا منتظم و نگران مقرر کر دے میں خوب محافظت کرنیوالا اور جاننے والا ہوں۔

[illegible] دس دینار عطا فرمانے کو بھی کوئی شخص اسراف پر محمول نہ کرے۔ آپ کو ان عام خیالات کی اصلاح کے ساتھ یہ بھی دکھلانا تھا کہ اہل اللہ اور متوکلین علی اللہ کے نزدیک اشرفی اور روپیہ سب بے حقیقت ہیں۔

ایک دفعہ بعض ظاہر پرستوں نے حضرت جنیدؒ سے صوفیہ پر طعن کرتے ہوئے سوال کیا۔

ما بالھم وسخۃ ثیابھم	ان کے کپڑے میلے کچیلے کیوں رہتے ہیں۔
جواب میں ارشاد فرمایا۔ لکنہا طاھرۃ	لیکن وہ پاک ہوتے ہیں۔

[illegible] اس کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھے کہ کپڑوں کا میلا رکھنا محمود امر ہے۔ یا صوفیہ کا مسلک یہ ہے کہ کپڑے میلے پہنا کریں۔ بلکہ حاصل جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کو طہارت ثوب کا اہتمام ہوتا ہے نفاست اور صفائی بہت عمدہ چیز ہے۔ مگر اس جماعت کو جو دنیا سے منقطع اور بالکلیہ آخرت کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اپنی مشغولی سے اس قدر فرصت نہیں ملتی کہ لباس کی نفاست کی طرف توجہ کریں۔ اور چونکہ طہارت شرط عبادت ہے اس لئے اُس سے غفلت نہیں کرتے [illegible]ں کو بجنسہ ایسا ہی سمجھنا چاہیئے۔ جیسا حدیث شریف میں وارد ہے۔

[illegible] اشعث اغبر مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ (او کما قال)۔	بہت سے پراگندہ بال۔ غبار آلودہ دروازوں پر سے ہٹا دئے گئے ایسے مقبول ہوتے ہیں کہ اگر اللہ کے اوپر کسی بات کی قسم کھا بیٹھیں تو ان کی قسم پوری کر دی جائے۔

[illegible] پہنچ گئے۔

(۱) لیکن رستم نے ایک دفعہ اور آخری کوشش کر کے اپنی بدبخت قوم کو سمجھانا چاہا۔ اور حضرت سعدؓ سے کہلا بھیجا کہ کسی اور کو گفتگو کے واسطے بھیج دیجئے۔

اس دفعہ مغیرہؓ بن شعبہؓ بھیجے گئے۔ آج بھی حسب دستور دور تک زربفت کے فرش بچھائے گئے۔ افسروں کے سروں پر تاج اور اعلےٰ قسم کے لباس تھے۔ رستم خود نہایت شان سے تخت پر جلوہ گر تھا۔

مغیرہؓ انہیں فرشوں پر گھوڑے سمیت گزر کر فوراً رستم کی برابر تخت پر بیٹھ گئے۔ اہل فارس نے ربعیؓ اور حذیفہؓ کے بے باکانہ معاملات پر تو صبر کیا تھا۔ مگر آج نہ رہا گیا۔ مغیرہؓ کو کھینچکر تخت سے نیچے گرا دیا۔

مغیرہؓ نے فرمایا میں تو سنتا تھا کہ۔ اہل فارس ذی عقل۔ حلیم۔ بردبار۔ باوقار ہیں لیکن تم سے زیادہ تو کوئی قوم بھی سفیہ و نادان نہ ہوگی۔ ہم اہل عرب آپس میں ایک دوسرے کو غلام نہیں بناتے سب ساوی درجہ پر رہتے ہیں۔ میرا گمان تھا کہ تم بھی ہماری طرح مساوات کا معاملہ کرتے ہوگے۔ مجھ کو تخت سے اُتار کر نیچے گرانے سے بہتر یہ ہوتا کہ تم مجھے اپنے یہاں کے برتاؤ سے اور کمتر درجہ والوں کو غلام و ذلیل سمجھنے کے قانون سے مطلع کر دیتے۔ میں خود ہی تخت پر نہ بیٹھتا۔ میں خود نہیں آیا۔ بلکہ تم نے بلایا تھا اسلئے میرے ساتھ یہ معاملہ کرنا مناسب نہ تھا۔ اب مجھے معلوم ہوگیا کہ تم ضرور مغلوب ہوگے۔ کیونکہ کوئی سلطنت ایسے افعال و اخلاق کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتی۔

کم رتبہ لوگوں نے مغیرہ کی یہ تقریر سُنی تو ضبط نہ کر سکے اور بول اُٹھے کہ بیشک یہ عربی سچ کہتا ہے۔ سردار اور امیروں نے آپس میں کہا کہ اس عربی نے ایسی گفتگو کی ہے کہ اس کے بعد ہمارے غلام کبھی اطاعت نہ کریں گے۔ اللہ ہمارے اسلاف کا ستیاناس کرے۔ جنہوں نے اس امتِ عرب کو حقیر اور ناقابل التفات سمجھا۔ اسکے بعد رستم اور مغیرہ میں گفتگو شروع ہوئی رستم نے اپنی قوم کی عظمت و شان ظاہر کر کے کہا کہ عرب سے زیادہ کوئی قوم ذلیل نہ تھی ہم نے تم کو کبھی کسی شمار میں نہیں سمجھا۔ جب تمہارے یہاں خشک سالی ہوتی تھی تو تم خیرات

(۱) قالوا ابشروا البشارۃ جاء ابن عقلاکم سیتبع دیننا ما جاء بکم فقال المغیرۃ بن شعبۃ، انا العبر الیہم فقعد مع رستم علی السریر فنخروا وصاحوا فقال ان ہذا لم یزد بی ولم ینقصکم فقال رستم اذ قتلکم قال ان قتلتمونا دخلنا الجنۃ وان قتلناکم دخلتم النار وادیتم الجزیۃ قال۔ فلما قال وادیتم الجزیۃ نخروا وصاحوا

...قابل ... اور اپنی شجاعت و دلیری دکھلا کر مقابلہ کے لئے آمادگی ظاہر کی۔
رستم کو علم نجوم یا کہانت کے ذریعہ سے معلوم ہوگیا تھا کہ کل کو میدان جنگ میں مغیرہ کی آنکھ پھوٹ جائیگی۔ اس نے ایک شخص کو مغیرہ کے پیچھے دوڑایا اور کہدیا کہ جب وہ پل سے پار ہوجائیں تو میری پیشین گوئی سُنا دینا۔
رستم کی غرض یہ تھی کہ مغیرہ اس پیشین گوئی سے متاثر ہونگے اور شاید اُنکو حقانیت اسلام میں کچھ تردّد ہوجائے۔ رستم اور اہل فارس کو جو محض باطل پرست سمجھ رہے ہیں اُسمیں کچھ تذبذب ہوجائے مگر استغفراللہ صحابہ ایسے خام خیال اور کچے نہ تھے کہ وہ کسی نجومی کاہن یا جوگی کی پیشین گوئی پر ڈھیلے ہوجاتے۔ وہ اسلام کے درجات شریعت و طریقت معرفت و حقیقت کو خوب سمجھے ہوئے تھے۔ رمل و نجوم کے حسابات کہانت۔ القاءِ شیطانی اور مرتاض جوگیوں کے کشف کی اصلیت کو خوب جانتے تھے۔
رستم کا یہ پیام سنتے ہی خوش ہوکر کہنے لگے کہ "تو نے مجھے بڑی بشارت دی اگر مجھ کو تمہارے اور بھائیوں سے جہاد کرنے کے واسطے بینائی کی ضرورت نہ ہوتی تو میں تمنّا کرتا کہ دوسری آنکھ بھی کل ہی پھوٹ جائے"۔
(۵) قاصدِ مغیرہؓ کی یہ گفتگو رستم کو سُنائی تو اُس نے امراء اور سرداروں سے کہا کہ اب میرا کہنا مان لو۔ ان سب مراحل کے بعد حضرت سعدؓ نے بطور اتمام حجت تین نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ حضرات کو رستم کے پاس بھیجا۔ ان لوگوں نے اُس سے کہا کہ ہم تم کو ایسی بات کی طرف بلاتے ہیں جس میں سراسر بھلائی اور سلامتی ہے۔ دین حق کو قبول کرلو۔ ہم یہیں سے واپس ہوجائیں گے۔ تمہارا ملک تمہارے پاس رہیگا۔ کوئی تم پر حملہ کریگا تو ہم تمہارے مددگار رہونگے۔ خدا سے ڈرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ قوم فارس کا تمام ہونا تمہارے ہی ہاتھوں پر لکھا ہوا ہو۔ تم اگر اس دین میں داخل ہوگئے اور وساوس شیطانی کو دفع کردیا تو ابھی ذرا سی دیر میں قابل غبطہ بنجاؤ گے یعنی اسلام کی لازوال دولت کے ساتھ اپنی اس امارت و ریاست پر قائم رہکر دنیا و آخرت کی سرداری اور عزت تم کو ملجائیگی۔ اور اس حالت کو دیکھ کر لوگ تم پر غبطہ و رشک کرنے لگیں گے۔ ایک کلمہ زبان سے کہہ لینے میں یہ بادشاہت حاصل ہوتی ہے

[illegible] اہل الندلس بھی گفتگو کا کچھ اثر نہ ہوا۔ بلکہ یہ کہا کہ کل لڑائی ہوگی۔ دریا کو عبور
[illegible] ہماری طرف آؤ گے یا ہم آئیں۔ سفرا نے کہا تم عبور کر کے آؤ۔

فریقین جنگ کی تیاری میں مشغول ہوگئے۔ لیکن شب ہی کو رستم نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اُس نے لشکر فارس کی سب کمانیں لیکر اُن پر مُہر لگادی اور آسمان پر لے گیا۔ رستم اس خواب کو دیکھ کر سخت مغموم ہوا۔

صبح ہی اپنے خواص اور مصاحبین کو بُلا کر کہا کہ اللہ تعالےٰ ہم کو بار بار متنبہ کرتا اور سمجھاتا ہے مگر ہم نہیں سمجھتے۔ اس کے بعد رستم نے دو زرہ پہنیں اور خود پہنا۔ تمام ہتیار لگائے اور اُچھل کر گھوڑے پر سوار ہوا اور کہا۔ غَدًا ندُقُّہم۔ دکہ کل ہم اُن کو یعنی مسلمانوں کو پیس ڈالیں گے،
ایک مصاحب نے کہا انشاء اللہ۔ رستم نے کہا وہ نہ چاہیگا تب بھی ہم پیس ڈالینگے۔

رُستم کے اِس فقرہ پر تعجب ہوتا ہے اُس کو تو اسلام کے حق ہونے اور مسلمانوں کے غالب ہو جانے کا یقین تھا اُسکی زبان سے ایسا فقرہ کیونکر نکلا۔ مؤرخین اس کی تاویل کرتے ہیں کہ دل میں تو اُس کے وہی مضمون تھا اور وہ اپنے خواص اور مصاحبین سے بار بار ظاہر بھی کرچکا تھا مگر اہل فارس کی ہمّت بڑھانے کے لئے اور لڑائی کے واسطے مستعد و آمادہ کرنے کے لئے شجاعت کا اظہار کیا۔

مگر میرا خیال اس کے بالکل خلاف ہے۔ رستم کا خیال واقعی وہی تھا کہ اسلام حق۔ مسلمانوں سے مقابلہ بے سود وہ ضرور غالب آئیں گے۔ مگر بدبختی اُس پر سوار تھی۔ آدمی کو ایک بات کا علم ہوتا ہے مگر غصہ کی حالت میں اُس کا علم بدل جاتا ہے۔ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے۔ وہ اُس کے خلاف اپنے اختیار و رضا سے کرتا ہے۔

رستم کے یہ الفاظ کسی مصلحت پر مبنی نہ تھے بلکہ جوش مردانگی۔ نخوت وغرور، قوت و کثرت جمعیت کی بنا پر زبان سے نکلے تھے۔ اور انہی باتوں سے ہم کو تقدیر کا قایل ہونا اور افعال عباد کو مخلوق باری ماننا پڑتا ہے۔ آدمی اپنے اختیار سے کچھ نہیں کرسکتا۔ اس کا علم و ارادہ جب ہی تک کام دیتے ہیں جب تک ارادۂ خداوندی کے موافق ہوں۔ تدبیر بھی اُسی وقت کام دیتی ہے جب تقدیر الٰہی اُس کی موافقت کرے۔ ورنہ کوئی شخص

... [illegible] لڑائیں ڈالنے کے واسطے ممکن سے ممکن ذرایع سے کام لیا۔ اپنی فوج
[illegible]ل ترتیب دیکر قلب میں تخت پر متمکن ہوا۔ اور گرد و پیش اٹھارہ زرہ پوش ہاتھیوں کو ترتیب
سے کھڑا کیا جن کی مضبوط و محفوظ عماریوں میں اوّل درجہ کے بہادر سوار تھے۔ اس کے بالمقابل
عرب کے پاس یہ سامان کہاں تھا۔ ایک لاکھ بیس ہزار نبرد آزما کے مقابلہ کے لئے بتیس ہزار فوج
تھی۔ عربی گھوڑے ہاتھیوں کی صورت سے متوحش ہو کر بھاگتے تھے۔ مگر انجام کار یہ معرکہ
مسلمانوں کی نمایاں کامیابی اور رستم کے قتل پر ختم ہوا۔ واقعات جنگ ہمارے موضوع
میں داخل نہیں ہیں اس لئے اُن کے ذکر کی حاجت نہیں۔

اب ہم ان واقعات سے اُن نتائج کو دکھلانا چاہتے ہیں جن سے ہمارے اصل
دعوے کا ثبوت ہوتا اور اُس کے ہر ہر پہلو پر روشنی پڑتی ہے۔ نتائج حسب ذیل ہیں۔

نتیجہ اوّل

اسلام نے جس سلطنت اور خلافت کی بنا قایم کی اس میں مشورہ کی یہ قدر و قیمت تھی کہ
خلیفۃ المسلمین کسی رائے قائم کرنے کے واسطے مسلمانوں کے عام و خاص افراد سے مشورہ طلب
کرتے ہیں مشورہ دینے میں بھی ہر شخص آزاد ہے۔ ہر شخص باطمینان کھڑا ہو کر بے دھڑک
رائے ظاہر کرنے کا مختار ہے۔ خلیفہ کبھی کثرت رائے یا ایک جانب کو ترجیح دیتے ہیں جیسا
کہ اوّل مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود میدان جنگ میں تشریف لیجانے کا فیصلہ کثرت
رائے پر کر دیا۔ اور کبھی قوت دلیل پر جیسا کہ اسی معاملہ میں حضرت علیؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ
ابن عوف کی رائے کو تسلیم کرکے عمل پیرا ہوئے۔ اور کثرت رائے کو جس میں حضرت عثمانؓ
کی رائے بھی شریک تھی "جو گویا بمنزلہ ولیعہد خلافت سمجھے جاتے تھے" ترک کر دیا۔ علاوہ خاص
اس واقعہ کے حضرت عمرؓ کا عام قاعدہ یہی تھا کہ جب کوئی امر پیش آتا تھا اُس میں اسی طرح
آزادی کے ساتھ مشورہ فرماتے تھے خلافت راشدہ کے اس طرز عمل سے ہمکو چند فائدے حاصل ہوئے۔
(الف) سلطنت کے اس طرز کی بُنیاد اسلام نے ڈالی۔ آج کل کی متمدن اور پارلیمنٹی سلطنتیں
بھی اس سے زیادہ بہتر اور آزاد طریقہ قایم نہیں کر سکیں۔
(ب) کسی جانب کثرت رائے کا ہونا صواب اور مطابقت واقع کی ضمانت نہیں کر سکتا

... ہیت کے اپنے کسی عمل صالح
... کے طالب اور اُسکے خلاف سے خایف رہتے تھے۔
... ایک اعلیٰ اور برتر وفایق موجود تھے۔ مگر حضرت عمرؓ اپنے
... کرکے ترک نہ فرماتے تھے حضرت سعدؓ کو باوجودیکہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے
... اور موقع پوری پوری نصیحتیں فرمائیں جس سے ہم کو دو باتیں حاصل ہوتیں۔

اوّل یہ کہ خلیفہ اور سلطان وقت کو اپنے فرائض کے ادا کرنے میں پوری بیدار مغزی سے
... چاہیے۔ اگر اس خیال پر کہ دوسرا شخص واقف کار ہے سکوت کیا جائے تو کبھی اپنی ذمہ
... سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔

... أیتم ان استعملت علیکم خیر ... اعلمکم ثم امرتہ بالعدل ... قضیت ما علی قالوا نعم قال ... حتی انظر فی عملہ اعمل بما ... رتہ ام لا۔

اگر میں اپنے علم کے موافق سب سے بہتر شخص کو تم پر امیر بنا کر عدل و انصاف کی ہدایت کردوں تو میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤنگا سب نے عرض کیا بیشک ہو جائینگے آپ نے فرمایا اتنی بات سے ہرگز سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ یہ دیکھنا بھی میرا فرض ہے کہ آیا وہ ہدایا پر عمل کرتا ہے یا نہیں

دوم یہ کہ باوجود عالم و واقف ہونے کے جلیل القدر حضرات سے بھی کسی ابتلا کے وقت
... یا نسیان یا فروگذاشت ممکن ہے۔ اسلئے اُنکو متنبہ کرتے رہنا لوازمات میں سے ہے۔ حضرت عمرؓ
... طریقہ تھا جن صحابہ پر آپ کو ہر طرح اطمینان تھا اُنکا امتحان بھی کرتے رہتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب شام کا سفر کیا تو امیر شام حضرت ابو عبیدہؓ سے فرمایا
... اپنے گھر لے چلو اُنھوں نے فرمایا آپ وہاں جا کر کیا کرینگے۔ وہاں جا کر رونے کے سوا اور کچھ
... مگر آپ کے اصرار پر لیگئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہارا اسباب کہاں ہے۔ تم امیر شام ہو
... ے پاس تو سوائے ایک نمدہ اور لکڑی کی رکابی اور مشکیزہ کے کچھ بھی نہیں۔ کچھ کھانے کی چیز ...
حضرت ابو عبیدہؓ نے روٹی کے سوکھے ٹکڑے لاکر سامنے رکھدیئے۔ حضرت عمرؓ رو پڑے
... عبیدہؓ نے فرمایا میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ آپ وہاں جا کر روئیں گے۔ ہم کو زیادہ سامان
... کافی ہے جو اصلی قیام گاہ یعنی آخرت تک پہنچا دے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ...

... حضرت ... صاحب قدس سرہ کو تحریر
... تحریر نہیں فرماتے۔ اِس کے جواب میں حضرت مولانا
... اعتراف تقصیر کے بعد نہایت مختصر لفظوں میں تحریر فرمایا کہ اپنے اندر
... اِن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ مادح وذام یکساں ہیں"۔ جس روز یہ جواب
... صاحب کی خدمت میں پہنچا تو حاضرین مجلس کا بیان ہے کہ فرط مسرت سے حضرت
... کی کیفیت طاری تھی۔ اور بار بار فرماتے تھے کہ یہ باتیں کس کو نصیب ہوتی ہیں۔ جن
... حضرت مولانا کی کفش برداری کا موقع ملا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ مولانا کا اصلی اور ب...
... حال یہی تھا جو تحریر فرمایا۔ کسی کی مدح وذم سے ذرا بھی متغیر نہ ہوتے تھے۔ اور امر حق کے
... میں کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور یہی اظہار حق اور تصلب فی الدین ہے جو علماء ربانیین
... صحابہ سے ورثہ میں ملا ہے۔ جس کا نام تعصب وتنگ خیالی رکھا گیا۔

(د) نام ونمود کی طلب نیک نامی ونام آوری کی خواہش وجاہت کی تحصیل۔ محبوب
... بنانا مذموم اور غیر پسندیدہ یا خلاف شرع معلوم ہوتے ہیں۔ اور بظاہر ہے بھی ایسا ہی
... کوئی شخص جب تک مدارات خلق نہ کرے اور امور شریعت میں مداہن نہ بنے کبھی لوگوں میں
... اور عام خلائق کے نزدیک محبوب نہیں بن سکتا۔ لیکن حضرت عمرؓ کے روشن اقوال نے اسکا
... قاعدہ کلیہ بھی بتلا دیا۔ آپ نے اوّل تو ارشاد فرمایا کہ حق گوئی میں حامد وذام برابر ہوں اور ظاہر ہے
... اس حالت میں کوئی شخص محبوب عام نہیں ہوسکتا۔ اور پھر آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ تم محبوب
... خلق بننے سے اعراض مت کرو اور اُس کو خلاف دیانت نہ سمجھو۔ بظاہر تو یہ جملہ اوّل ارشاد کے
... متعارض ومخالف ہے مگر حقیقت میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ آپ نے اُسکو بالکل صاف کردیا
... اوّل ارشاد یہ ہے کہ وجاہت ومقبولیت کے دو درجہ ہیں ایک یہ کہ حق کو چھپا کر اور لوگوں کی
... رضا کو حق پر مقدم سمجھ کر حاصل کی جائے یہ بالکل مذموم اور حرام ہے اِسی کی مذمت آئی
... یہ درجہ مقبولیت کا عوام الناس ہی میں حاصل ہوتا ہے۔ خواص کے قلب میں ایسے شخص سے
... بجائے محبت کے نفرت ہوتی ہے۔ ایسی وجاہت کو انبیاء علیہم السلام اور خواص نے ہرگز طلب
... کیا اور نہ اپنے لئے کسی درجہ میں گوارا کیا۔ دوسرا یہ کہ اعمال صالحہ اور اتباع شریعت کے

[illegible] ...خوش ہونے کے آپ منقبض ہو گئے
[illegible] ...کن کے ذکر پر ظاہر ہوتا رہا۔ اور یہ صرف اس وجہ سے کہ آپ
[illegible] فراست سے اس قبیلہ میں فتنہ پردازی کا مادّہ احساس فرمایا۔ اور یہ آپ کی فراست
[illegible] صحیح اور سچی تھی۔ بڑے بڑے مفسد اور اسلام میں سخت رخنہ ڈالنے والوں کا معدن یہی
[illegible] تھا جیسا ہم مختصر اوپر اشارہ کر آئے ہیں۔

حضرت عمرؓ کی اس خاص امتیازی شان کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَّکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّهٗ عُمَرُ متفق علیہ۔

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی اُمتوں میں صاحب الہام و فراست ہوتے تھے۔ میری اُمت میں ایسا کوئی ہے تو عمرؓ ہے۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس فضیلۂ خاصہ میں امتیاز و اختصاص ضرور تھا۔

ف کوئی شخص الفاظ حدیث سے یہ نہ سمجھے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اُمت میں کسی صاحب فراست والہام کے ہونے میں تردد تھا۔ یہ بات وہ شخص کہہ سکتا ہے جو عربی اور اُردو کے محاورہ سے بالکل ناواقف ہو۔ اس طرز ادا میں اظہار تردد نہیں ہوتا۔ بلکہ جس شخص کی نسبت اثبات حکم ہے .... اُس کی نسبت تیقن اور تاکید کا اظہار منظور رہتا ہے۔ مثلاً یوں کہا جائے کہ دنیا میں اگر کوئی سخی ہے تو حاتم ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دنیا بھر میں سوائے حاتم کے اور کوئی سخی نہیں ہے۔ یا دنیا میں کسی سخی کے موجود ہونے میں تردد ہے۔ بلکہ حاتم کے بالیقین وصف سخاوت سے متصف ہونے کو ثابت کرنا ہے۔

واقعات و حالات تاریخی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قدر وسیع اور طویل و عریض ملک میں جس کا انتظام آپ کے مبارک ہاتھوں میں تھا اور انتظام بھی صرف ایک قسم کا نہیں بلکہ ایک طرف معرکۂ کارزار میں فوجیں بھیجنے۔ اور افسروں کو نامزد کرنے اور مواقع جنگ متعین کرنے کا تھا تو دوسری جانب ملکی اور عدالتی یا رفاہ عام شہروں کے آباد کرنے سڑکوں کے نکالنے [illegible] کے بنانے اور نہروں کے جاری کرنے کا وغیرہ وغیرہ۔

[illegible] تمام رعایا تو کیا خود کسریٰ و رستم بھی مرعوب [illegible] قیمتی فرشوں پر سے گذارتے ہوئے یا بیش قیمت قالینوں [illegible] بڑھتے پھاڑتے ہوئے مسندوں سے باگ ڈور باندھنا اور مکلف فرش کو اٹھا کر خود [illegible] بیٹھنے سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ سازوسامان ہماری نظروں میں نہایت حقیر اور غیر قابل التفات ہیں اور ان نمایشی سامانوں سے ہم پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ تو دوسرے سفیر مغیرہ نہایت استغناء سے گذرتے ہوئے رستم کی برابر تخت پر جا بیٹھتے ہیں۔ اور اہلِ فارس اُن کو کھینچکر تخت سے نیچے اُتارتے ہیں۔

تخت پر بیٹھنے سے اپنی مساوات یا برتری کا ثبوت دینا مقصود نہ تھا اور نہ اپنے لئے وہ اس کو باعث عزت سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ یہ جانتے تھے کہ مجھ کو تخت سے اُتار دیا جائیگا۔ مگر اپنی فراست وروشن ضمیری تدبیر ودانائی سے اوّل ہی سمجھ لیا تھا کہ اس طرح بے ڈھرک جا بیٹھنے سے اس فوق العادت جرأت کو دیکھ کر وہ مرعوب ہو جائیں گے۔ اور جب وہ مجھ کو تخت سے اُتاریں گے تو یہ ظاہر کرنے کا موقع ملیگا کہ اسلام نے اِس تفاوت اور امتیاز کو جائز نہیں رکھا۔ جو فارس میں مروج ہے کہ حکام و امراء رعیت کو بمنزلہ غلام کے سمجھتے اور خود خدا بنکر بیٹھتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

درباریوں پر تو رعب چھا گیا اور اہل فارس کے دلوں میں اسلام کی محبت کا بیج جم گیا۔ رعایا حریت و مساوات کی تحصیل کے لئے اسلام کے حلقۂ اثر میں داخل ہونے کے واسطے بیتاب ہوگئی۔ اُدھر رستم بول اُٹھا کہ اِس گفتگو کو سُننے کے بعد رعایا کبھی ہماری مطیع نہ رہیگی۔ امراء فارس گھبرا کر کہنے لگے خدا بُرا کرے ہمارے اسلاف کا جنھوں نے فارس میں اس تفوق و امتیاز کی بنیاد ڈالی جس کا خمیازہ آج ہم کو بھگتنا پڑتا ہے دونوں سفیروں کی دونوں ادائیں گہری پالیسی اور اعلیٰ تدبیر و ہوشمندی کا نتیجہ تھیں۔

پہلے دن کے طرز عمل نے اگر یہ اثر ڈالا کہ انسان کی برتری ان سامانوں سے نہیں ہے۔ بلکہ اُس کا مدار اعلیٰ اخلاق اور شریفانہ معاملات اور سب سے بڑھ کر اپنے خالق و مالک کے ساتھ ربط و کامل انقیاد سے ہے دل اگر اُن کمالات سے معمور ہے جو ایک انسان میں ہونے

[illegible] کی پیروی تا مہلک اور پیچیدہ عقبات سے نجات دلا کر امن و آسایش تہذیب [illegible] کی شاہراہ پر لا ڈالیں۔ اور اُن کو حریت و آزادی کے ذائقہ۔ انسانیت کی دولت و نعمت سے [متم]تع کریں۔ اس اعلیٰ وارفع مقصود کے لئے جو طریقے اختیار کئے گئے نہایت سہل تھے یا اسلامی اوصاف و کمالات کی طرف راغب ہو کر برضا و رغبت مسلمان بنجائیں۔ یا تھوڑا سا محصول (جزیہ) دیکر مسلمانوں سے مساوات کا درجہ حاصل کریں۔ میزان عدل میں مسلمانوں کی برابر تلیں حقوق میں برابر کا حصہ لیں۔ آزادی و اطمینان کے ساتھ اپنی املاک پر بلکہ ملک پر قابض و حاکم رہیں مسلمان خود اُن کی حمایت و حفاظت کریں گے۔

اسلامی سفراء اور نائبین کی گفتگو یزدجرد اور رستم سے بغور ملاحظہ کی جائے۔ اُس کا حاصل اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور یہی مطلب کلمۃ اللہ کے بلند و بالا تر کرنے سے تھا جس کے لئے مسلمان مامور تھے۔ نظیر دیکھنی ہے تو ہرمزان سے مصالحت کا معاملہ دیکھ لینا کافی ہے جن کا مفصل تذکرہ آئندہ ایک عنوان میں لکھا جائیگا۔ وہ بشرط ادا محصول اپنے ملک پر قابض و متصرف [ر]ہا۔ اور مسلمانوں نے اس کی اور اس کے ملک کی حفاظت اپنے ذمہ لی۔

نتیجہ ششم

مسلمانوں کا سرزمین عرب سے نکل کر قدیم اور زبردست سلطنتوں سے معرکہ آرا ہونا لٹیروں اور غارت گروں کا سامان۔ یا چنگیز خانی فتوحات کا نمونہ نہ تھا۔ بلکہ ابتدا سے انتہا تک اُن کی [تم]ام حرکات و سکنات۔ ارادے۔ منصوبے۔ عملی کام ایسے مرتب اور باقاعدہ تھے کہ اس زمانہ کی متمدن اور شایستہ قومیں بھی اس سے زیادہ تو کیا پوری پوری تقلید بھی نہیں کرسکتیں۔ [ت]اریخ عالم کی ورق گردانی اور واقعات سابق و حال کے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فاتح اقبال مند قوموں کی کامیابی کا راز امور ذیل میں مضمر ہے

فنون جنگ میں مہارت۔ اتفاق و اتحاد۔ ہمدردی ملکی و قومی۔ ایثار و جاں نثاری [جو]ش و استقلال۔ ہمت و مردانگی۔ حفظ راز۔ اطاعت امیر و معدلت گستری و نصفت [شع]اری۔ مساوات و حریت۔ تعدی و ظلم سے پرہیز۔ جوش انتقام میں اعتدال پر قایم رہنا [...] کے ملک سے کما حقہ واقفیت۔ حفظ ماتقدم۔ انتظام ذرائع خبر رسانی۔ و فراہمی رسد وغیرہ

... اور وہاں سے فوراً جواب آتا تھا۔ اگر ڈاک کا کامل انتظام نہ ہوتا تو ہزاروں میل کے فاصلہ پر اس قدر جلد خبریں کیونکر پہنچ سکتیں۔ اور جواب کیسے آسکتا تھا۔ رہی معدلت و انصاف حریت و مساوات وغیرہ یہ تو وہ باتیں ہیں جن کا سکّہ مفتوح قوموں پر فتح سے قبل ہی بیٹھ چکا تھا۔ اس قانون میں حاکم و محکوم۔ امیر و رئیس عالم و جاہل سب مساوی تھے۔ اور باایں ہمہ مساوات امیر کی اطاعت اس درجہ تھی کہ سرِ مو کوئی شخص سرتابی نہ کرسکتا تھا۔ امیر عسکر اُن ہدایات پر جو دارالخلافت سے آتی تھیں نہایت پابندی کے ساتھ کاربند ہوتے تھے۔ اور یہی حال ہر ماتحت کا اپنے افسر کی اطاعت میں تھا۔ کیا ایسے شائستہ اور باقاعدہ لشکر کو کوئی شخص غارت گروں سے تشبیہ دے سکتا ہے۔ یا ان فتوحات کو غارتگری کا نتیجہ بتلا سکتا ہے اگر کسی شائستہ اور متمدن قوم نے اس سے آدھا بھی کر دکھایا ہو تو بتلا دے۔ لیکن مسلمانوں نے ان قوانین کی تعلیم کسی لا کالج یا ملیٹری کالج میں نہیں پائی تھی۔ قانون بین الاقوام بھی اُس وقت مدون نہ ہوئے تھے۔ امنِ عام قایم رکھنے کے واسطے ہیگ کی کانفرنس بھی وضع نہ ہوئی تھی اور پھر بھی وہ سادہ لوگ سب امور میں ماہر تھے۔

عرب کا جہل اور بدویت۔ سادگی و فاقہ مستی تو ایسی مشہور تھی کہ روم و شام۔ فارس وغیرہ میں جب کسی سفیر سے گفتگو ہوئی تو انکو سابق حالات یاد دلائے گئے اور مسلمانوں نے بھی بے تکلف اُن سب باتوں کو تسلیم کیا۔ باایں ہمہ یہ باتیں اُن میں کہاں سے آئیں اور کیونکر سیکھیں صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار و اعتقاد کرنے اور خدا کے حبیب و محبوب نبی اُمّی صلے اللہ علیہ وسلم کی چند ساعت ہمنشینی سے۔

اس سے یہی بات نہ معلوم ہوئی کہ اسلام نہ تمام باتوں کی رہبری کے لئے کافی ہے بلکہ یہ بھی سمجھ میں آگیا کہ نفس اسلام کو (جو صدق دل سے اور کمال رسوخ و پختگی کے ساتھ ہو تمام خوبیاں اور عمدہ اطوار و عادات جو ہدایات قرآنی و تعلیم پاک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ ہیں۔ اور جن کے ساتھ متصف ہونے سے خود دین و دنیا کی خوبیاں عقل و دانش کمالات حاصل ہو جاتے ہیں) لازم و ملزوم ہیں مسلمان اور پختہ مسلمان ہونا تمام اخلاقی اور دماغی کمالات و روشنضمیری کی ضمانت ہے۔

[illegible] عداوت کا اظہار کیا جو معانداور جاحدِ حق کرتا ہے۔ یہ عداوت جہل کی [illegible] سے کہیں زیادہ اور مضبوط ہوتی ہے جہل کا علاج تنبیہ سے ہوسکتا ہے۔ مگر عناد کا علاج نہیں ہے مسلمانوں کے غلبہ وتسلط کو اہلِ فارس کے ضعف یا پستی ہمت و دل شکستگی پر محمول کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ اور جس طرح کفارِ عرب و اہل مکہ نے باوجودیکہ ان کے دلوں میں مذہب اسلام کی سچائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت و راستبازی مرکوز تھی۔ انہوں نے وہ تمام حالات و معجزات دیکھے تھے جن کو دیکھنے و سننے سے سنگدل سے سنگدل بھی نرم ہوجاتا۔ آپ کی کوئی بات کبھی غلط نہ نکلی۔ جو پیشین گوئی فرمائی صادق اتری جو حجت طلب کی دکھلادی گئی۔ وہ آپس میں بیٹھ کر آپ کی حقانیت کے تذکرے کرتے تھے مگر بایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی۔ آبرو ریزی۔ دشنام دہی۔ اور انجام کار بغاوت و قتل میں مسلمانوں کو تنگ کرنے اور حتیٰ کہ مکہ چھوڑ کر حبشہ چلے جانے اور وہاں بھی اُن کا پیچھا کرنے اور ضعیف مسلمانوں کو طرح طرح کے عذاب دے کر اسلام سے پھیر دینے میں ممکن سے ممکن کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انجام کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معہ اپنی جماعت کے ہمیشہ کے لئے مکہ معظمہ چھوڑ دینا پڑا۔ مگر ہجرت کر جانے کے بعد بھی اُن کے صفحۂ ہستی سے معدوم کر دینے کی کوششوں سے باز نہ آئے۔ کبھی یہود مدینہ سے سازش اور منافقوں کو آمادہ کرکے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی تدابیر میں مشغول ہونا۔ اور انجام کار عرب کے تمام قبائل کو متفق بنا کر غزوۂ خندق کی صورت میں مدینہ کا محاصرہ کرنا۔ کبھی ملوکِ غسان وغیرہ کو مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے آمادہ کرنا۔ غرض خفیہ و علانیہ جس طرح بھی ممکن تھا اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے اور مسلمانوں کو جو اُن کے ہم قوم ہم وطن رشتہ دار اور عزیز تھے،

جن کی عزت ان کی عزت تھی۔ جن کی فلاح میں ان کی فلاح تھی۔ جو اگر غالب آکر سلطنت و حکومت کی مسند پر بیٹھتے تو انہیں کی سلطنت و حکومت ہوتی (چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب اسلام کا غلبہ اور مسلمانوں کا تسلط ممالک شام و روم وغیرہ پر ہوا یہی لوگ مسند آرائے حکومت ہوئے۔ ابوسفیان (جو بعد ابوجہل کے تمام کفار مکہ کے افسر اعلیٰ اور تمام معرکوں کے بانی مبانی تھے اور انہیں کی بیوی ہندہ[1] بنت عتبہ نے جوش انتقام سے جنگ احد میں حضرت حمزہؓ کا جگر

[1] ووقعت ہند بنت عتبۃ۔ کما حدثنی صالح بن کیسان والنسوۃ اللاتی معہا یمثلن بالقتلیٰ من اصحاب رسول اللہ صلعم یجدعن الآذان والانوف حتی اتخذت ہند من آذان الرجال وانوفہم خدما وقلائد واعطت خدمہا وقلائدہا وقرطہا وحشیا وبقرت عن کبد حمزۃ فلاکتہا فلم تستطع ان تسیغہا فلفظتہا۔

...تھی بلاد فارس وشام زیرنگیں ہوجانے۔اور ہرقسم کے سامان جنگ میں
...وسعت ہونے کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قدر اہتمام کرنا پڑا کہ اس سے پہلے
...ی معرکہ میں نہ کیا تھا۔اہل فارس نے بھی اتنا زور دکھلایا کہ اس سے قبل نہیں دکھلایا تھا
رستم کے ہم رتبہ فرزان کی کمان میں ڈیڑھ لاکھ نبرد آزما فوج جمع تھی۔اور امداد کا سلسلہ
...برابر جاری تھا۔ہزیمت سے محفوظ رہنے کے واسطے وہ سخت صورتیں تجویز کیں جو قادسیہ میں
...بھی نہ کی تھیں۔اپنے پیچھے گہری خندق کھودی اور اپنے اور خندق کے درمیان لوہے کے
...کھرو اور کانٹے بچھا دیے اور سات سات سپاہیوں کو ایک ایک زنجیر میں باندھ دیا کہ
...بھاگ ہی نہ سکیں اور اگر بھاگیں تو کانٹوں میں پھنسکر رہ جاویں۔اور اس پر بھی کوئی بھاگ
...نکلے تو خندق میں گر کر ہلاک ہوجاے۔غرض اپنی انتہائی کوشش اور بہادری کو خرچ کیا۔
اور جب کہ یزدجرد کو ملک فارس میں کہیں قدم رکھنے کو جگہ نہ رہی تب بھی اپنی ضد سے باز
نہ آیا۔خراسان وترکستان اور چین تک پہنچکر مسلمانوں سے مقابلہ کرتا اور کراتا رہا۔اس لئے یہ
تو کوئی شخص ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ اہل فارس میں فی الحقیقت ضعف تھا۔یا اپنے اس علم
کی وجہ سے کما حقہٗ مقابلہ نہ کیا۔اور مسلمانوں نے ایک ضعیف ومردہ قوم پر غلبہ حاصل کرلیا
ہاں اس علم ولیقین کا یہ اثر ضرور ہوا کہ جب جب ملک پر فتح حاصل کرکے مسلمان مسلّط ہوجاتے
اور وہاں اسلام کی برکات پھیلاتے جاتے تھے وہاں کے باشندے جو پہلے سے علم کے درجہ
میں اسلام کی صداقت دل میں لئے ہوے تھے اور مسلمانوں کے معاملات سے اور اُن کے
اس قانونِ حریت وآزادی معدلت ونصفت سے واقف تھے جس کا برتاؤ وہ اپنے دشمنوں
اور مفتوح قوموں سے کرتے تھے۔جب اُن کو بالذات مسلمانوں سے واسطہ پڑتا تھا اُن کی
ہر ہر بات کو آنکھ سے دیکھتے تھے اور پھر اُس ہمدردی اور شفقت اور مساوات کا مشاہدہ
کرتے تھے جو ان کے ساتھ برتے جاتے تھے اور ان سب سے بڑھکر اُن کے اُن حالات کو
بھی دیکھتے تھے جس سے مسلمانوں کی دنیا سے بے تعلقی آخرت کی طرف رغبت اور ہرایک
بات میں رضاءِ الٰہی کا طالب ہونا معلوم ہوتا تھا۔تو اسلام کی محبت ایسے غیر محسوس طریقے
سے سرایت کرجاتی تھی کہ وہ بے اختیار زبان کے اقرار سے پہلے دل سے مسلمان اور نہ

کسی قسم کے ...

ہو جاتے تھے اور ایسا ہونا ...

نہیں ہو سکتا۔ اس کے خلاف جو شخص کوئی دوسرا ...

ہے جس کو کبھی ثابت نہیں کر سکتا۔

رستم کے اور امرار فارس کے خیالات اور احساس کے ذیل میں ...

ہم نے کسی قدر طول سے کام لیا۔ لیکن جس مطلب کے ہم درپے ہیں اس ...

واقعات مذکورہ کا تذکرہ نہایت ضروری تھا۔ ان واقعات سے چند نتائج اخذ ...

جن میں ہر ایک بجائے خود مہتم بالشان اور نہایت مفید ہے لیکن اصل ...

کے ذکر کرنے سے یہی آخر نتیجہ ہے جس کا تعلق ہمارے اصلی دعوے سے ...

ہیں کہ منصف مزاج و معقول پسند اس کو بغور ملاحظہ فرمائیں گے۔

لیکن قبل اس کے کہ ہم اس عنوان کو ختم کریں اس قدر لکھ دینے کی ضرورت ...

رستم یا اراکین سلطنت امرار فارس یا عام رعایا کو اسلام کی صداقت اور ...

یقین کس ذریعہ سے ہوا تھا۔ قیصر روم و شام تو اہل کتاب میں سے تھا علی ہذا ...

اُن کو اگر آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے علم ہوا تو قرین قیاس ہے مگر قوم مجوس ...

مذہب کی پابند نہ تھی نہ کتابِ الٰہی اُن کے پاس۔ اُن کو علم ہوا تو کیونکر ...

اس خلجان کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو یہ ممکن ہے کہ فارس اور روم کی ...

باہم ملی جلی تھیں کبھی اُن میں باہمی جنگ ہوتی تھی اور کبھی صلح غرض آپس ...

تعلقات تھے جن کی وجہ سے یہ امر کچھ مستبعد نہیں ہے کہ جو خیال قیصر ...

نصاریٰ میں راسخ تھا اُن کے ذریعہ سے فارس تک بھی پہنچ گیا ہو ...

حصوں پہ فارس کی حکومت تھی اور عرب کے کاہنوں اور ...

رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی کھلبلی پڑ گئی تھی اور ...

عرب بھر میں چرچا ہو گیا تھا یہ کچھ بھی مستبعد نہیں ہے کہ ...

... ان کو حالات پر علم ہوگیا۔

آپ کی ولادت باسعادت کی شب میں ایوان کسریٰ کو زلزلہ آگیا اور اُس کے چودہ کنگرے

... ایوان دنیا کی مشہور عمارتوں میں تھا کسریٰ جیسے زبردست بادشاہ نے کروڑہا روپیہ صرف

کرکے ۳۲ سال میں تعمیر کرایا تھا۔ اُس میں زلزلہ آنا اور کنگروں کا گر جانا معمولی بات نہ تھی۔ کسرے

نوشیروان سخت مغموم اور پریشان ہوا۔ اوّل اوّل تو اُس نے استقلال سے کام لے کر اپنے صدمہ

کو پوشیدہ رکھنا اور اس واقعہ کو طشت از بام نہ کرنا چاہا۔ مگر بالآخر دربار منعقد کیا اور ارکین سلطنت

سے اس غیر معمولی اور عظیم واقعہ کو جس کے لئے بظاہر کوئی سبب نہ تھا ظاہر کرکے اس کی وجہ اور

سبب دریافت کرنا چاہا۔ دربار ابھی منعقد ہی ہوا تھا۔ اور انوشیرواں کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ یہ اطلاع

آئی کہ آج کی شب تمام آتشکدوں کی آگ بجھ گئی اور اس مجلس میں ایلیا کے گورنر کا مراسلہ

اس مضمون کا پہنچا کہ :-

آج شب بحیرہ ساوہ کا پانی بالکل خشک ہوگیا اور اُسی مجلس میں شام سے اطلاع پہنچی

کہ ساوہ کی ندی کا پانی منقطع ہوگیا۔ اور اُسی وقت طبریہ سے خبر آئی کہ بحیرۂ طبریہ میں پانی کی

آمد موقوف ہوگئی۔ انوشیرواں تو اپنے دل میں پہلے ہی سے پریشان تھا۔ ان خبروں سے

اس کے رنج و ملال کی انتہا نہ رہی۔ اور اس وقت اُس نے بیان کیا کہ آج کی شب میں ایوان

سلطنت میں زلزلہ آیا۔ اور چودہ کنگرے گر گئے۔ یہ سُن کر موبذان بولا میں نے بھی آج کی رات دیکھا ہے

... اور زبردست اونٹ اور اُن کے پیچھے عربی گھوڑے دجلہ کو عبور کرکے بلاد عجم میں

پھیل گئے کسریٰ نے موبذان سے اس کی تعبیر پوچھی تو اُس نے کہا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے

عرب کی جانب سے کوئی بات ظاہر ہونے والی ہے۔ آپ حیرہ کے عامل کو لکھئے وہ کسی عالم کو

... آئندہ کے حالات سے باخبر ہو بھیجدے گا۔ کسرے کے حکم پر نعمان ابن المنذر نے

... غسانی کو بھیجدیا جس کی عمر اُس وقت ڈیڑھ سو سال کی تھی۔ یہ سب واقعات اور

... ایران چیف جسٹس کو کہتے تھے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ سب سے بڑے آتشکدہ کے محافظ و خادم کو موبذان کہتے

... کچھ مخالفت نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ دونوں جلیل القدر عہدے ایک ہی شخص کے سپرد ہوں ۱۲

[illegible] منهم ملوک [illegible] على عدد الشرافات وكل ما هو آتٍ آت -	جاؤ قیام نہیں رہی اور نہ شام کا ملک سطیح کے واسطے رہا۔ چودہ کنگرے جو ایوان فارس کے گرے ہیں انکی شمار کے موافق کل چودہ بادشاہ فارس کے ہونگے اور جو بات آنیوالی ہے ہونہار قریب ہے۔

اس گفتگو کے ختم ہوتے ہی سطیح کا دم تو ہوا ہوا۔ اور عبدالمسیح نے فارس کی راہ لی۔ کسرے انوشرواں سے سارا ماجرا بیان کیا تو اُس نے سُن کر کہا چودہ بادشاہ ہونے کے واسطے تو زمانہ دراز چاہیے۔ اس مدت میں تو بڑے بڑے تغیرات ہوجائیں گے۔ لیکن مسکین کو یہ خبر نہ تھی کہ وعدہ خداوندی بہت جلد پورا ہونیوالا ہے۔ چار ہی برس کی قلیل مدت میں دس بادشاہ تو سلطنت کرکے قتل یا معزول ہوئے۔ باقی چار کا خاتمہ بھی حضرت عثمان رض کی شروع خلافت تک ہوگیا لیکن پایہ تخت اور مملکت فارس کو تو پہلے ہی سے وداع کر گئے تھے۔ یزدجرد نے دوسروں کے گھر پڑکر جان دی۔ اور تین ہزار ایک سو چونسٹھ سال کی قدیم سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔

یہ واقعات تو کسرے انوشرواں عادل کے زمانہ میں ہوئے۔ اور یہ ایسے واضح حالات تھے کہ کسی خاص شخص تک اُن کا علم محدود نہ تھا۔ کوئی شخص اپنے خواب کو مخفی رکھ سکتا تھا۔ اور کوئی کسی خاص واقعہ کا اخفا بھی کرسکتا تھا۔ جیسا کہ خود انوشرواں نے ایوان کے زلزلہ کو مخفی رکھنا چاہا مگر ان تمام حالات اور متواتر روایات کا اخفا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ اگرچہ فارس میں اس امر کا علم پہلے سے بھی کچھ نہ کچھ ضرور تھا کہ اہل عرب ملک فارس پر مسلط ہوجائیں گے چنانچہ سابور ذی الاکتاف کے حالات میں لکھا ہے کہ اُس نے عرب کو سخت اذیتیں پہنچائیں وہ قبائل عرب کو برباد اور تباہ کرتا تھا۔ اور جو شخص ملجاتا تھا اُس کے مونڈھے اُکھاڑ دیتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اُس کو ذوالاکتاف کا لقب دیا گیا تھا۔ اسی طرح تباہی نازل کرتا ہوا قبیلۂ تمیم تک پہنچا تو یہ لوگ پہلے ہی اپنے منازل کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ وہاں سوائے عمیر بن تمیم کے جس کی عمر تین سو سال کی تھی کوئی بھی نہ ملا۔ یہ اس درجہ ضعیف ہوگیا تھا کہ بیٹھ بھی نہ سکتا تھا اور اسی لئے اُس کو زنبیل میں لٹا کر لٹکا دیا جاتا تھا۔ سپاہی عمیر کو سابور کے پاس لے گئے۔ سابور نے اُس سے گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ باوجود ضعف و پیرانہ سالی عقل و گویائی کامل ہے۔ عمیر نے سابور سے عرب کو قتل و غارت کرنے اور اس قسم کی اذیتیں پہنچانے کا سبب دریافت کیا۔ اُس نے کہا ان

[illegible] ان پر غالب آ کر رہیں گی۔ اور مسلمان اپنے انسدہ اوصاف [illegible] اسی طرح بیٹھتا چلا جائیگا کہ کوئی تدبیر اُس کے خلاف کارگر و مفید [illegible] ایسا ہی ہوا مسلمانوں نے جدھر کا رُخ کیا۔ قوموں کی قومیں اسلام کا خیر مقدم کرنے [illegible] تیار بیٹھی تھیں۔ خوشی خوشی اُس کے حلقہ میں داخل ہوتی گئیں۔ مسلمانوں نے کسی کے ساتھ [illegible] معاملہ کیا اور نہ ناجائز اور خلاف عقل و انسانیت ترغیب و تحریص کا۔

وہ صداقت سے معاملہ کرتے تھے اور یہی اُن کی بڑی تدبیر تھی۔ اور اسی سے اُن کو [illegible] کی کامیابی نصیب ہوئی۔ مخالف اپنی پوری قوت سے مقابلہ کرتے تھے مگر اُن کے پاس ان اعلےٰ اوصاف کے مقابلہ کا سامان نہ تھا۔ اس سے وہ بالکل عاجز تھے۔ اور یہی وہ اوصاف تھے جن کا بے اختیار ہی اثر قلوب کو مسخر کر لیتا تھا۔

مسلمانوں کے کمال اخلاق۔ حسن معاملہ۔ صلح پسندی۔ حب امن۔ حفظ جان و مال کی خواہش و رغبت۔ احکام شرع کی پابندی۔ وفاء عہد۔ اور اس قسم کے جملہ اوصاف حسنہ کے ساتھ متصف ہونے کا یقین موافق و مخالف کے ذہنوں میں یہاں تک راسخ ہو گیا تھا کہ ادنیٰ سے ادنیٰ ملازم و غلام بھی اُن کے ان اوصاف کے اعتماد پر بڑی سے بڑی ذمہ داری کا کام بلا استفسار کر بیٹھتا تھا۔ اور مخالف بھی مسلمانوں کے برتاؤ سے ایسے مطمئن تھے کہ ذرا سا سہارا ملنے پر اپنی جان و مال کو بالکل اُن کے حوالہ کرنے کے واسطے تیار ہو جاتے تھے اور مسلمان ادنیٰ آدمی کی بات کا بھی وہی پاس کرتے تھے جو ایک معتمد عہدہ دار کی بات کا۔

ذیل کا واقعہ بھی انہیں واقعات میں سے ہے جس سے بڑھ کر امن پسندی۔ وفاء عہد کی مثال کوئی شخص کسی قوم میں کسی ملک میں کسی زمانہ میں دکھلا نہیں سکتا۔

سوس کو صلحاً فتح کرنے کے بعد جندی سابور کا محاصرہ کیا گیا۔ صبح و شام محاصرین حملہ کرتے تھے اور کچھ نہ کچھ لڑائی ہوتی رہتی تھی۔ اسی حالت میں ایک دن صبح کو مسلمانوں نے دفعۃً یہ بات دیکھی کہ محصورین شہر کے دروازے کھول کر باہر نکلنے شروع ہو گئے۔ اور اپنے ساتھ مسلمانوں سے خرید و فروخت کرنے کے لئے دوکانیں بھی لے آئے۔ مسلمان اس حالت کو دیکھ کر سخت متعجب تھے کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ مگر انھوں نے اپنی مستمر عادت پر عمل کرکے بجائے اس کے کہ اُن پر حملہ

[illegible] عليها حتى رمى لهم بالامان من عسكر المسلمين وكان فتحها مع فتح نهاوند في مقدار شهر فلم يفجأ المسلمين الا وابوابها تفتح ثم خرج السرح والاسواق وانبثت اهلها فارسل المسلمون ان مالكم قالوا رميتم الينا بالامان فقبلناه واقررنا لكم بالجزاء على ان تمنعونا فقالوا ما فعلنا فقالوا ما كذبنا

[illegible] اپنے لئے امن سمجھ لیں تو اس کو پورا کرو۔ چنانچہ حضرت [illegible] نے حضرت سعد کو تحریر فرمایا۔

ان القی فی روعی انکم اذا لقیتم
العدو وهزمتموهم فمتی لاعب احد
منکم احدا من العجم بامان او بلسان
کان عنده امانا فاجروا ذلك
مجری الامان والوفاء فان الخطاء
بالوفاء بقیة وان الخطاء بالغدر
هلکة وفیها وهنکم وقوة عدوکم۔

میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی ہے کہ جب تم دشمن سے مقابلہ کرو اور ان کو ہزیمت ہو جائے اور تم بطور مذاق کے امن دینے کی بات کہو یا زبان اور اشارہ سے کوئی ایسی حرکت کرو جس کو دشمن امان سمجھیں تو اسکو پورا کرو وفا کرنا اگرچہ خطا سے ہوکارآمد ہے۔ اور عہد شکنی اگرچہ عمداً نہ ہو غلطی رائے سے ہو تب بھی ہلاکی کا سبب ہے اور یہ بات تمہاری ضعف اور دشمن کی قوت کا موجب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ وفا کرنے میں غلطی ہی ہو جائے تو اچھا ہے۔ اور نقض عہد کرنا کسی حال میں اچھا نہیں ہے۔ اس لئے وفا کرنے میں احتیاط کی جانب اختیار کرنی چاہیئے۔

حضرت عمرؓ کے ارشاد اور مسلمانوں کے اس معاملہ سے جو محصورین کے ساتھ کیا۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ مسلمان حقیقی طور سے ان زریں اصول کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے اُن کی مذہبی تعلیم یہی تھی اور وہ واقعی یہی سمجھے ہوئے تھے کہ ہم دنیا میں اسلام کی خوبیاں پھیلانے اور مخلوق خدا کو امن و آزادی کی شاہ راہ پر چلانے اور اُن کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے آئے ہیں۔ اُن کو اعتقاد تھا کہ ہم سچّے طور سے ان اصول پر عمل نہ کریں گے تو کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے اور نہ جو وعدے ہم سے کئے گئے ہیں پورے ہو سکتے ہیں۔ اگر اسلام کی حقیقی اور واقعی تعلیم یہی نہ ہوتی اور مسلمان یہ سمجھے ہوئے نہ ہوتے کہ اسلام پھیل سکتا ہے یا اُس کے اوصاف دلوں میں جگہ پکڑ سکتے ہیں۔ تو اسی طرح یہ کہ ہم ان اصول پر ظاہر و باطن صدق دل سے عمل کریں۔ اگر اُن کی یہ باتیں محض ظاہری اور نمائشی ہوتیں تو ممکن تھا کہ جب محصورین بلا کسی قسم کی اطلاع کے دفعۃً شہر سے باہر نکل آئے اور امن حاصل کرنے کی کوئی درخواست بھی نہ کی تھی تو مسلمان بلا دریافت حملہ کر دیتے اور ایک جماعت کو قتل کر کے اپنا دل ٹھنڈا کر لیتے تب اُن کی بات سُنتے اور انجام کار اپنی

[illegible] جو مخلوق [illegible] زنگ

[illegible] اقوام کا ملا جا تھا۔ [illegible] سادہ اور [illegible] یات سے

[illegible] تمام اقوام مل کر بھی اُس درجہ کے قریب نہیں پہنچ سکیں جس کو [illegible] جاری کیا اور پھر ایک سادہ اور بدویت کے اخلاق سے متصف قوم عمل پیرا ہو چکی اس شائستگی [illegible] بھی حالت جنگ کے اندر امن طلب کرنے کے سے جو نہایت سہل اور انتہائی طریقہ مقرر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہتھیار ڈال دیئے جائیں یا سفید جھنڈا اڑا دیا جائے مگر اُس کو اس اسلامی طریقے سے کیا نسبت ہے جس کی غرض لے ہدایت فرمائی۔ اور جس پر مسلمان کاربند ہوئے۔ امن کا اشارہ اور وہ بھی خواہ مذاق میں ہو یا واقعی اور کوئی ایسا فعل جس سے واقع میں امن دینا مقصود بھی نہ تھا مگر فریق ثانی امن سمجھ گئے۔ اور پھر امن دینے والا یا ایسی حرکت کرنے والا بھی یہ ضرور نہیں کہ ذمہ دار افسر ہی ہو بلکہ ادنیٰ سپاہی اور غلام بھی کر بیٹھے تو وہی حکم ہو جو ایک اعلیٰ افسر کے فعل کا۔ انصافاً فرمائیے کہ کیا کوئی متمدن قوم بھی امن کے ایسے سہل قاعدوں کی پابند ہے یا ہو سکتی ہے۔ جن کا پابند اسلام آج سے تیرہ سو برس پہلے اپنے پیروؤں کو کر گیا ہے۔ اور پھر کیا ایسے ہی مذہب کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بجبر پھیلایا گیا اور پھر اگر ہم یہ دعویٰ کریں تو کیا بے جا ہے کہ تمام بہترین اصول کا جاری کرنے والا اسلام ہے تمام اقوام دنیا کے رہبر مسلمان ہیں۔ وہ جو کچھ کر گئے ہیں اس کی تقلید بھی پوری نہیں ہو سکی اور جو کچھ کیا گیا ہے انہیں کے اُصول سے اخذ کر کے اور اُسی راستہ پر چل کر۔

ہرمزان کا عجیب حیلے سے امن حاصل کر کے مسلمان ہونا

ہرمزان فارس کے اُن سات مشہور گھرانوں میں سے ایک خاندان کا معزز ممبر تھا۔ جو فارس بھر میں چوٹی کے شریف اور خاندانی نواب کہلاتے تھے۔ ہرمزان اپنے ذاتی جوہروں میں بھی ممتاز تھا۔ اسی وجہ سے قادسیہ کے معرکہ میں میمنہ کی کمان جس میں تقریباً بیس ہزار نبرد آزما تھے۔ اس کے سپرد تھی۔ جنگ قادسیہ کا فیصلہ فارس کے برخلاف ہو چکا تو ہرمزان نے بھی بھاگ کر جان بچائی۔ اہواز پہنچ کر وہاں کی خود مختارانہ حکومت سنبھال لی اور مسلمانوں پر غارت گرانہ حملے شروع کر دیئے۔ عتبہ بن غزوان عامل بصرہ نے اس سے مشوش ہو کر حضرت سعدؓ سے اہل میسان کے

[illegible] حضرت سعد کو لکھا کہ نعمان بن مقرن
[illegible] ابو موسیٰ اشعری کو جو اس وقت بجائے عتبہ کے بصرہ
[illegible] ایک بڑی جمعیت بصرہ سے بھیجی جائے اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ بصرہ اور کوفہ
[illegible] لشکروں کے سپہ سالار ابو سبرۃ بن ابی رہم بنائے جائیں اس دفعہ ہرمزان نے جان توڑ
کر مقابلہ کیا کیونکہ فارس کا بیشمار لشکر اسکی امداد کیلئے تھا۔ ادھر باشندگان ملک باغی ہوگئے تھے۔
مسلمانوں کے نامی اور مشہور بہادر اس معرکہ میں شہید ہوئے مگر انجام کار ہرمزان کو ہزیمت ہوئی
اور وہ تستر میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ چند ماہ محاصرہ جاری رہا۔ دوران محاصرہ میں مسلمانوں کے
چند سر برآوردہ اور نام آور شہید ہوئے۔ براء بن مالک جو یمامہ کے معرکہ میں شہرت حاصل
کر چکے تھے اور مجزءۃ بن ثور کو خود ہرمزان نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اس درمیان میں ایک
شخص نے نعمان بن مقرن کو شہر میں داخل ہونے کے خاص راستہ سے اطلاع دی اور چند
بہادروں نے داخل ہو کر شہر پر قبضہ کر لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی اتحاد و اتفاق کیساتھ صوری وظاہری یکجہتی و مساوات
اس درجہ مرغوب و محبوب تھی کہ نماز کی صفوں میں ذرا سے تفاوت کو کہ کسی کا سینہ نکلا ہوا ہو یا قدم
آگے پیچھے ہو جائے ہرگز گوارا نہ فرماتے تھے اس کے خلاف کرنیوالوں کے لئے سخت تہدیدی
احکام جاری فرمائے۔ فرمایا:۔

لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ	مسلمانو! یا تو نماز میں اپنی صفیں سیدھی کیا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ
اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ	تمہارے چہروں میں مخالفت پیدا کردے گا۔

حاصل یہ کہ اگر صفیں سیدھی نہ کرو گے اور قیام نماز کی حالت میں تم ایک سیدھ میں نہ ہو گے تو
اندیشہ ہے کہ تم میں نفاق و اختلاف پیدا ہو جائے یا اس سے بڑھ کر سزا یہ ملے کہ چہرے مسخ ہو جائیں
حضرت عمر رضی اللہ کے ارشاد نے حکمتوں کے دروازے کھولدیئے آپنے اول تو یہ فرمایا کہ زمانہ
جاہلیت میں باوجود فریقین کے باطل پرست اور تعداد میں مساوی ہونیکے کامیابی و نصرت کا سہرا
اہل فارس کے سر پر اس لئے بندھا کہ وہ ایک حکومت کے تابع ایک اشارہ پر چلنے والے تھے
اور اسی اشارہ سے اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ باوجود اسلام کے آسمانی مذہب ہونے

[illegible] ہیں۔ وہ جبتک پانی نہ پی لے کچھ اندیشہ نہیں)

[illegible] امن کی تاتھی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے سکوت فرمایا۔ اور

[illegible]

[illegible] (تو نے مجھے دھوکہ دیا اور میں تو کسی مسلمان ہی کے دھوکہ میں آسکتا ہوں)

ہرمزان اس تدبیر سے امن حاصل کرکے مطمئن ہونیکے بعد مسلمان ہوگیا۔ اور حضرت عمرؓ نے اسکے واسطے عطا ریں وہ درجہ مقرر فرمایا جو بڑے رتبہ والے مسلمانوں کے واسطے تھا یعنی دو ہزار والوں میں نام لکھا گیا۔ اس عجیب و غریب واقعہ سے چند نتیجے حاصل ہوتے ہیں۔

نتیجہ اول۔ اہل فارس آخر دم تک مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی کوشش کرتے رہے۔ کسی ممکن اور مناسب موقع پر مقابلہ سے در گذر نہ کیا مغلوب ہوکر صلح کر لیتے تھے اور وقت ہاتھ آتے ہی آمادۂ جنگ ہوجاتے تھے۔

نتیجہ دوم مسلمان جس ملک اور جس علاقہ کو فتح کرتے تھے تمدن و تہذیب پھیلاتے جاتے تھے۔ اور ملک آباد کر کے گلزار بنا دیتے تھے۔ ایک جگہ کو جبتک باقاعدہ متمدن نہ بناتے آگے نہ بڑھتے۔

نتیجہ سوم مسلمانوں کی امن پسندی۔ خونریزی۔ اور اُن کا اتلافِ نفوس سے پرہیز اور اجتناب اسدرجہ تسلیم ہوچکا تھا کہ انکے مخالف اور سخت پولٹیکل مجرم بھی حیلے بہانوں کیساتھ نفع اُٹھانیکی کوشش کرتے تھے۔

ہرمزان کو اپنے جرم کا حال معلوم تھا وہ یہ بھی جانتا تھا کہ نقض عہد اور جلیل القدر اصحاب کو قتل کی سزا بجز قتل سے اور نہ ہوگی۔ حضرت عمرؓ بھی پہلے سے ارادہ اس کے قتل کا کر چکے تھے۔ مگر با ایں ہمہ ہرمزان نے ایک نہایت پوچ حیلہ سے امن حاصل کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا چونک کر فرمانا کہ میں نے ہرگز امن نہیں دیا۔ بالکل صحیح تھا۔ کیونکہ متکلم اپنی مراد و مطلب کو خوب سمجھتا ہے۔ کلام کا مطلب ظاہر تھا کہ اس پانی کو پینے تک اندیشہ نہیں یعنی اگر پینا چاہے تو اندیشہ نہیں مطلب ہرگز نہ تھا کہ جبتک پانی نہ پیئے۔ چاہے ساری عمر نہ پیئے تب بھی اندیشہ نہیں ہے۔ ہرمزان تو جبلی چالاکی سے کام لینا چاہتا تھا اور صحابہ بھی اسکو خوب سمجھتے تھے۔ مگر اُنکو تو حضرت عمرؓ کے وہی فقرے یاد تھے جو امان العبد کے عنوان میں بیان ہوچکے ہیں کہ وفاء عہد میں غلطی کر گزرو یہ اُس سے بہتر ہے کہ نقض عہد میں غلطی کرو۔ یعنی اگر شبہہ ہو کہ عہد ہوچکا ہے تو اُس کو پورا کرو۔ اسلئے انہوں نے احتیاط بالاحتیاط اختیار فرماکر ہرمزان کی تائید کی اور حضرت عمرؓ کو بھی ماننا پڑا اور اس چالاکی سے ہرمزان

(اللهم ارزقني شهادة في سبيلك (الٰہی مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما، اور میری

واجعل موتی فی بلد رسولک (موت اپنے رسول کے شہر میں مقرر فرما)

ظاہر ہے کہ شہادت کی تمنا اس کی مقتضی تھی کہ آپ مدینہ منورہ سے دور معرکۂ کارزار میں جان دیتے اور مدینہ میں وفات کی خواہش کا تقاضا یہ تھا کہ آپ بستر مرگ پر وفات پاتے مگر حق تعالیٰ نے آپ کی دونوں آرزوؤں کو پورا فرمایا جس کی ظاہری صورت یہ پیش آئی مغیرہ بن شعبہ کے پاس ابو لؤلؤہ نام ایک غلام تھا جو عیسائی مذہب رکھتا تھا اور روم سے اسیر ہو کر آیا تھا مگر اصل سے فارسی تھا۔ کسی زمانہ میں اہل روم اُس کو اسیر بنا کر لے گئے تھے۔

یہ غلام اپنے موجودہ مذہب پر پختگی سے قائم رہنے کے ساتھ قومی تعصب اور حمیت کو بھی پوری طرح دل میں لئے ہوئے تھا۔ نہاوند کا سخت معرکہ ختم ہو کر بہت سے قیدی جب مدینہ منورہ لائے گئے تو ابو لؤلؤہ پر غم کا پہاڑ ٹوٹا ہوا تھا۔ قیدیوں میں سے چھوٹے چھوٹے بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتا تھا۔ اور کہتا تھا۔

اکل عمر کبدی (عمر نے میرا جگر کھالیا)

مگر باوجود ان خیالات کے مسلمانوں میں رہ کر بے خوف و خطر نہایت آزادی سے زندگی بسر کر رہا تھا۔ آدمی بہت ہوشیار اور طرح طرح کی صنعت و دستکاریوں میں ماہر تھا۔ اُس کے مولیٰ مغیرہ بن شعبہ نے پوری آزادی دیکر دو درہم یومیہ کا ٹیکس اُس پر لگادیا تھا۔ ایسے صناع اور ماہر پر دو درہم یومیہ کچھ بھی نہ تھے۔ مگر اس پر بھی اُس نے یہ دیکھ کر کہ اسلامی عدالت میں ہر شخص نہایت آزادی کیساتھ عرض معروض کر سکتا ہے خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے آقا مغیرہؓ سے کہکر محصول کم کرادیا جاوے۔ حضرت عمرؓ نے سُن کر دل میں تو یہ ارادہ کیا کہ مغیرہؓ سے کمی کی سفارش کر دیں گے۔ مگر اُس سے فرمایا کہ تجھ کو تو بہت سی صنعتیں آتی ہیں۔ محصول زیادہ نہیں ہے۔ اور پھر فرمایا میں نے سُنا ہے تو ایسی چکی بنا سکتا ہے جو ہوا کے ذریعے چلتی ہے اگر ایسا ہے تو مسلمانوں کیلئے ایک چکی بنا دے۔

ابو لؤلؤہ نے کہا بے شک ایسی چکی آپ کے لئے بنا دونگا جس کا چرچا مشرق و مغرب میں ہو جائیگا

ان احسانات سے فالی الذہن لیکن آپ کے عدل و رافت
میں شریت پارا تھا اس پر خواص سے زیادہ اس صدمہ کا اثر تھا۔
مسلمان احکام شرع کی بنا پر بظاہر گو صبر و سکون تھا۔ مگر دلوں میں قلق و اضطراب کی
جن تھے چہرہ پر اُداسی چھائی ہوئی تھی حسرت و یاس اندیشہ و اضطراب کا سماں بندھا
تھا مسلمانوں کی تو یہ حالت تھی۔ مگر حضرت عمرؓ کو نہ اپنی جان کا کچھ خیال تھا اور نہ ان جہلک
ان کی تکالیف پر کچھ اظہار کلفت۔ بلکہ وہی مسلمانوں کی محبت و ہمدردی اب بھی اُنہیں
قول کئے ہوتے تھی۔ اول فکر تو یہ تھا کہ میرا قتل کسی مسلمان کے ہاتھ سے تو نہیں ہوا۔
امیری وجہ سے کوئی مسلمان عذاب میں مبتلا ہو۔ چنانچہ آپ نے گھر پہنچنے پر اپنے صاحبزادے
عبداللہ کو بلا کر یہ کہا۔ دیکھو مجھکو کس نے قتل کیا۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ ابولولوہ غلام مغیرہ نے
یا کہ وہی صناع و کاریگر۔ عرض کیا گیا کہ وہی۔ فرمایا۔

الحمد للہ الذی لم یجعل منیتی بید	خدا کا شکر ہے اُس نے میری موت ایسے شخص کے
رجل سجد للہ سجدۃ واحدۃ۔	ہاتھ سے نہ کی جس نے ایک سجدہ بھی اللہ کیواسطے کیا ہو۔

لیکن ابھی یہ فکر باقی تھا کہ شاید کوئی مسلمان اس مشورہ میں شریک ہو۔ اس لئے جب انصار
مہاجرین عیادت کی غرض سے آتے تھے تو آپ پوچھتے تھے۔

عن ملأ منکم کان ھذا۔	کیا تمہاری جماعت کے مشورہ و اتفاق سے یہ فعل ہوا۔
فرماتے تھے۔ معاذ اللہ۔	خدا کی پناہ ہم ایسا کیونکر کر سکتے تھے۔

اس سے مطمئن ہو کر سب سے اہم امر کی طرف متوجہ ہوئے اور خلافت کا معاملہ ان چھ
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دیا جن سے آخر دم تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
راضی اور خوش رہے۔ اسی درمیان میں کعب احبار بھی بغرض عیادت آئے تو آپ نے اُنکو دیکھکر فرمایا۔

فاوعدنی کعب ثلاثا اعدھا	ولاشك ان القول ما قال لی کعب
مجھے تین دن کے اندر مرنے کی خبر دی جسکو میں شمار کرتا تھا	اس میں شک نہیں بات وہی تھی جو کعب نے کہی تھی۔
ومالی حذار الموت انی میت	ولکن حذار الذنب یتبعہ الذنب
مجھ کو ڈر نہیں تھا کیونکہ میں مرنیوالا تھا	ہاں گناہوں کا خوف تھا جو یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں۔

ایسا بڑا رخنہ ڈالا ... تو کیا کروں۔

... [illegible] بیگناہ صغرسن بچی کو اور ایک نصرانی کو جو ہمارے عہد میں تھا اور ایک ... [illegible] کو بلا ثبوت قتل کر دیا اور اسلام کے اندر بڑا رخنہ ڈالا کیا جائے۔

حضرت علی رضؓ نے فرمایا قصاص لیا جائے۔ بعض مہاجرین بولے یہ امر بھی نازیبا معلوم ہوتا ہے کہ کل تو عمرؓ شہید ہوئے تھے اور آج اُن کا بیٹا قتل کیا جائے۔ آپس میں اختلاف رائے ہوا تو عمرو بن العاص نے کہا کہ امیر المومنین یہ قتل ایسے وقت ہوا کہ آپ کو مسلمانوں پر تسلط نہ تھا پس آپ اگر قصاص جاری نہ کریں تو گنجائش ہے حضرت عثمانؓ نے سب کی رائیں سُنکر اور صحابہ کے عام خیالات کا اندازہ کر کے حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ کو ایسے وقت کہ ابھی وہ شہید ہو چکے ہیں قتل کرنیکو پسند نہیں کرتے فرمایا کہ میں خلیفہ ہوں اور مجھ کو ولایت حاصل ہے اسلئے میں قصاص سے درگذر کر کے مقتولین کی دیۃ اپنے مال میں سے ادا کرتا ہوں مگر حضرت علی رضؓ نے اس فیصلہ کو پسند نہیں کیا۔ اور اپنے زمانہ خلافت میں ارادہ قصاص لینے کا فرمایا۔ عبید اللہ اسی خوف سے شام چلے گئے اور امیر معاویہ کی رفاقت کا دم بھرنے لگے۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کے واقعہ سے معلوم ہو گیا کہ صحابہ اور صدر اول کے مسلمانوں کا دینی امور میں اہتمام کس قدر بڑھا ہوا تھا۔ اور اُن کی استقامت کس درجہ پر تھی۔

حضرت عمرؓ کی شہادت معمولی واقعہ نہ تھا۔ اور وہ بھی اندھیرے میں مسجد کے اندر اور عین نماز کے وقت۔ اوّل تو یہ بالکل ممکن تھا کہ ایک ایسے اچانک اور مخفی حملہ کی وجہ سے جسکی نسبت یہ بھی معلوم نہ تھا کہ حملہ آور کون ہے۔ تنہا ہے یا جماعت ہے۔ اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ تنہا حضرت عمرؓ ہی مقتول ہیں یا اور بھی۔ خصوصاً جبکہ حضرت عمرؓ کے ساتھ کئی شخص مقتول و مجروح ہوئے ہوں۔ یہ خیال پختہ ہو سکتا تھا کہ بہت سے آدمی اسی ارادہ سے آئے ہوں اور اُن کا مطمح نظر صرف ایک ہی ذات واحد نہ ہو بلکہ اور بھی چیدہ مسلمانوں کا خاتمہ کر دینا مدنظر ہو۔

ایسی حالت میں بالکل ممکن تھا کہ بہت سے لوگ خصوصاً وہ جو پچھلی صفوف میں تھے گھبرا کر مسجد سے نکلجاتے اور جیسا کہ ایک ایسی مبہم اور گول مول حالت میں اضطراب ہونا چاہئے تھا پیش آتا لیکن تمام مسلمان ایسی حالت پر باطمینان کھڑے رہے صفوف کی ترتیب میں فرق

[illegible] نے اپنے قتل کے تعین کے بعد بھی جو بوجہ آپ کو
[illegible] کوئی حرکت آپ میں پیدا نہیں ہوئی۔ کعب احبار روز آکر کہتے ہے کہ
[اتنا] وقت آپ کی زندگی کا باقی رہ گیا ہے۔ آخری دن بھی اطلاع دے گئے کہ صرف رات ہی باقی
ہے مگر نہ آپ کی طبیعت پر خلجان تھا اور نہ کسی قسم کا اضطراب۔ نہ کسی تدبیر کے درپے ہوئے۔ نہ اپنی
جان بچانے کی فکر کی۔ بلکہ حسب معمول اسی اطمینان وسکون کے ساتھ نماز کو تشریف لے گئے۔
یہ ہے حقیقی توکل اور یہ ہے ایمان بالقدر جو صحابہ کو حاصل تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا واقعہ شہادت بھی بجنسہ ایسا ہی ہے ابن ملجم مرادی جس کے ہاتھ
آپ شہید ہوئے۔ قتل سے بلکہ قتل کے ارادہ سے بھی غالباً پہلے ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں
اپنی ایک حاجت لیکر حاضر ہوا جس کو آپ نے پورا فرمانے کا حکم دیا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرما
دیا کہ یہ شخص میرا قاتل ہے۔ اور زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔

أُرِيدُ حَيٰوتَهٗ وَيُرِيدُ قَتْلِي	عَذِيرِي مِنْ خَلِيلِكَ مِنْ مُرَادِ

میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ میرے قتل کے درپے ہے۔ اس مرادی دوست کی ہمدردی پر مجھ کون عذر کھنے والا ہے

کسی نے عرض کیا آپ اس کو قتل کیوں نہیں کر دیتے۔ فرمایا۔
فَمَنْ يَقْتُلُنِيْ۔ (مجھے کون قتل کریگا) اور بعض روایات میں یہ لفظ ہیں۔
كَيْفَ اَقْتُلُ قَاتِلِيْ۔ | میں اپنے قاتل کو کیونکر قتل کروں۔

اس ارشاد کا صاف مطلب یہ تھا کہ میرا قتل جس وقت اور جس کے ہاتھ سے تقدیر
الٰہی میں مقرر و معین ہو چکا ہے اس کے خلاف ہرگز نہ ہوگا۔ نہ میں اس کے سوائے کسی اور کے
ہاتھ سے قتل ہونگا اور نہ میں اس کے قتل کرنے پر قادر ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنی
حفاظت کے لئے کچھ انتظام نہیں فرمایا۔ بلکہ شہادت کی گھڑی کا اشتیاق کیساتھ انتظار فرمانے
لگے۔ اور محبت لقاء الٰہی کے غلبہ میں کئی روز سے غذا بھی تقریباً ترک کر دی۔ افطار کے بعد کبھی بڑے
صاحبزادے کے یہاں اور کبھی چھوٹے صاحبزادے کے یہاں چند لقمے تناول فرما لیتے تھے اور فرماتے
میں چاہتا ہوں اپنے رب کے یہاں خالی پیٹ جاؤں۔
ابن ملجم کو بھی نہ نظر بند فرمایا۔ اور نہ قتل کا ارادہ کیا۔ کیونکہ آپ کو خوب علم تھا کہ تقدیر کے خلاف

[illegible] يوقظ الناس من النوم الى الصلوٰة ويقول الصلوٰة الصلوٰة فثار اليه شبيب بالسيف فضربه فوقع في الطاق فضربه
[illegible] على قرنه فسال دمه على لحيته ولما ضربه ابن ملجم قال لا حكم الا لله ليس لك يا علي ولا لاصحابك وجعل يتلو قوله تعالى ومن الناس -

[illegible] تعالیٰ کو اُنکے اختیار میں کچھ دخل نہیں ہے تقدیر کا حاصِل فقط یہ ہے کہ
[خدا] تعالیٰ کو اپنے علم کامل اور مطابق واقع کے موافق افعال عباد کی نظام اور ترتیب وقوعی کا کما حقہ
علم ہے اُس کے خلاف خارج میں واقع نہیں ہوسکتا۔ خدا تعالیٰ کی مثال ریلوے ٹائم ٹیبل بنانی
والوں کی سی ہے جسطرح وہ ریلوے لائینوں کے اوقات کو منضبط کرکے ٹائم ٹیبل بناتے ہیں اور
اُسی نظام مرتبہ کے موافق ٹرینوں کی آمد و شد ہوتی ہے۔ مگر اُن کو ٹرین کے چلانے اور روکنے
میں کچھ دخل نہیں ہے اسکا تعلق محض انجن ڈرائیور سے ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کا تعلق نظام
افعال کے سلسلہ میں علم وانکشاف سے زیادہ نہیں ہے انسان جو اپنے اندرونی اسٹیم
کارخانہ کا ڈرائیور ہے افعال کو صادر کرنے نہ کرنے کا مختار ہے۔ فرق صرف اتنا ہےکہ ٹائم ٹیبل
بنانیوالوں کا علم چونکہ ناقص ہے حوادث و موانع اتفاقی تک اُسکی رسائی نہیں ہے۔ اس لئے
بسا اوقات اُسمیں تفاوت ہوجاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا علم چونکہ ہر طرح کامل ہے۔ اُسمیں احتمال خلاف کا نہیں ہے

یہ حاصِل مطلب ہے اُس تقریر کا جو مسئلہ تقدیر کی تحقیق میں رسالہ تہذیب الاخلاق
مطبوعہ امرتسر جلد ایک نمبرے میں لکھی گئی ہے۔

باخبر حضرات سے مخفی نہیں ہے کہ یہ تحقیق جو رسالہ مذکورہ میں مندرج ہے معتزلہ اور قدریہ
کے مسلک کے موافق ہے قرآن وحدیث کی صاف وصریح ہدایات۔ قرن اوّل صحابہ سلف
صالح اور جمہور اُمت کے عقیدہ سے مخالف ہے ہم کو خواہ مخواہ اسمیں اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہےکہ کوئی
شخص اپنے لئے کسی مذہب کو پسند کرے۔ یا بزعم خود دلائل سے اُس کی ترجیح بھی ثابت کرے
لیکن گفتگو صرف اس میں ہے کہ اسلام کے اصلی خط و خال دکھلانے کے پردہ میں معتزلہ
اور قدریہ کے مذہب کو رواج دیا جائے۔

مسلمانوں کی بدقسمتی اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ کوئی ہمدرد اُسکی اصلاح کا بیڑا اُٹھاتا ہے
مگر اُن کی شومی طالع سدراہ ہوجاتی ہے۔ اور مصلح کی سعی بھی بجائے مفید ہونیکے مضر ہوجاتی ہے

ہمیں نہیں معلوم کہ مسئلہ تقدیر کو اس پیرایہ میں جو اعتقادات اہل سنت سے مخالف ہو
قرن اولی میں جسکا پتہ نہ ہو۔ قرآن وحدیث جس کے خلاف شہادت دیتے ہوں بیان کرنے کا
کیا امر باعث ہے۔ اگر فقط یہی کہ تقدیر کو تدبیر کے منافی سمجھ لیا ہے یا یہ کہ لوگ تقدیر کی مجبوری

... انتظامات جاری کئے جلاوطن ... ہو سال ... ثابت کر سکتا ہے۔

... ایک طرف انتظامات ملکی میں منہمک و مصروف رہتے تھے تو دوسری جانب ... سے بھی غافل نہ تھے۔ ایک جانب اگر فنون جنگ میں جدوجہد ہو رہی تھی تو دوسری ... اصول تمدن بنائے جاتے تھے۔

... خواص اہل اسلام کا ایک طبقہ کسی وقت تدبیر کو ترک بھی کر دیتا اور ساقط التدبیر بنجاتا ... گروہ نہ اسلام کے عام منافع اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے اسباب میں ترک تدبیر کا حکم دیتے ... ورنہ خود اسکا ارتکاب کرتے ہیں اور نہ عبادات و معاملات میں ترک تدبیر کو دخل دیتے ہیں بلکہ یہ ... جس قدر ترقی کرتا جاتا اور مسئلہ تقدیر جتنا بھی زیادہ اُنپر منکشف ہوجاتا ہے اعمال صالح اور ... اخلاق حسنہ میں اُن کی جدوجہد بڑھتی جاتی ہے۔

البتہ ایسے معاملات میں جن کے اندر تدبیر و عدم تدبیر دونوں کی اجازت ہے اور جنکے ... و ضرر کا تعلق عامہ مسلمین سے نہیں ہے تدبیر کو ترک فرماتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ جنکے حُسنِ تدبیر اور بروقت تدارک نے اسلام کو ایک سخت مہلک ... سے بچالیا سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچنے سے ایسے اختلاف کی جڑ کاٹ دی جو قریب تھا کہ ... جرین و انصار میں پھوٹ پڑتا۔ اسلام کو سخت تزلزل اور نہایت خطرناک عقبات سے اُنہیں کی ... نے نکالا فتنہ ارتداد میں بڑے بڑے صحابہ کے متامل و متردد ہونیکے وقت اُنہیں کی استقامت ... ثابت قدمی نے اسلام کے اُکھڑے ہوئے قدم جما دیئے فتوح شام و عراق اور ہر قسم کے ... انتظامات کی بنیاد آپ ہی کے مبارک ہاتھوں سے پڑی۔

... باں ہمہ تدبیر و ہوشمندی جب آپ کو مرض وفات پیش آیا اور لوگوں نے عرض کیا۔

... ادعوا الطبیب	(کیا طبیب کو نہ بلالائیں) آپ نے فرمایا۔
... قال لی انا فاعل لما	طبیب میرے پاس آیا تھا اُسنے کہا کہ میں جو چاہونگا کرونگا۔
... ارادہ فسکتوا	لوگوں نے آپ کا مطلب سمجھ کر سکوت کیا۔

... یا معشر قریش قال فارتفعت الاصوات وکثر اللغط ... الملک ... ایک ... وبایعتہ المہاجرون ثم بایعہ الانصار طبری صفحہ ۱۸۲۲ ... کانت ذات صدیق

کیا اللہ کے خوف سے مجھ کو ڈراتے ہو۔ جب میں اپنے
رب کے پاس جاؤنگا۔ اور مجھ سے سوال ہوگا۔ تو کہدونگا کہ
تیری مخلوق پر سب سے بہتر کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں۔

...ن ہو گئیں تو حضرت عثمان کو عہدنامہ خلافت عمری لکھوانے کے لئے تنہائی میں بلایا
...لایا لکھو۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
...ا ما عهد ابو بكر ابن ابي قحافة ... المسلمين۔ اما بعد۔ | یہ وہ عہدنامہ ہے جو ابوبکر ابن ابی قحافہ نے مسلمانوں کے لئے لکھا۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے

اس قدر لکھوانے پائے تھے کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی لیکن حضرت عثمان کو چونکہ
...شا معلوم تھا اس لئے اما بعد کے بعد یہ عبارت تحریر فرمادی:۔

انی قد استخلفت علیکم عمر بن ...خطاب ولم آلکم خیرا۔ | یہ ہے کہ میں نے عمر بن الخطاب کو خلیفہ بنایا۔ اور تمہاری خیراندیشی میں کوتاہی نہیں کی۔

تھوڑی ہی دیر میں آپ کو ہوش آیا۔ تو حضرت عثمانؓ سے فرمایا کیا لکھا ہے۔ اُنہوں نے
...ی عبارت جو لکھی تھی سنادی۔ آپ نے حضرت عثمانؓ کی دانشمندی اور دوراندیشی سے
...ش ہو کر فرمایا اللّٰہ اکبر۔ حضرت عثمان رضہ نے عرض کیا شاید آپ کو یہ خیال تھا کہ عہدنامہ
...تمام رہ گیا ہے اگر اسی بیہوشی میں میرا انتقال ہوگیا تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہوجانے کا
...ال ہے۔ فرمایا بیشک یہی بات تھی حضرت عثمان رضہ نے فرمایا:۔
...ک اللّٰہ خیرا عن الاسلام واهله | اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور اہل اسلام کیطرف سے جزائے خیر عطا فرمائے

جب عہدنامہ مرتب ہو چکا تو لوگوں کو جمع کر کے اُسکو بر سر مجمع سنا دینے کا حکم دیا سب نے
...سلیم کر لیا۔ اسکے بعد پھر خود آپ نے سب سے خطاب کر کے فرمایا کیا تم اُس شخص سے راضی ہو
...س نے خلیفہ بنایا ہے۔ دیکھو میں نے اپنے کسی عزیز رشتہ دار کو خلیفہ نہیں بنایا۔ بلکہ عمر کو بنایا
...نے اپنی طرف سے غور و تامل میں کوتاہی نہیں کی۔ تم سب کو اُن کی اطاعت کرنی
...ے جواب دیا ہم خوشی سے اطاعت کو تیار ہیں۔ اس قصہ سے فراغت پا چکے تو

[illegible] جس سے وہ عقیدہ جو تیرہ سو
[illegible] ہیں جس کے لئے بیشمار تصریحیں موجود ہیں مل جائیں
[illegible] ہیں اس جدید مذہب قدریہ کی تائید کا محرک یہ خیال ہو کہ تقدیر کو مذہب
[illegible] ملک یہاں لینے سے سلسلہ اسباب و مسببات لغو ہوجاتا ہے حالانکہ اسباب و مسببات
[illegible] آپس کی تاثیر و تاثر ایسا بدیہی اور عقلائے عالم کا مسلم ہے کہ اُس کے خلاف کوئی دلیل و کوئی
[illegible] مسموع نہیں ہوسکتا۔ تو یہ خیال بھی سطحی ہے۔ مسئلہ تقدیر اور ایمان بالقدر سے ہرگز سلسلہ
اسباب و مسببات منقطع و لغو نہیں ہوتا۔ حق تعالیٰ نے اپنے تصرفات و اختیارات کو عالم امکان
میں اسباب و مسببات کے پیرایہ میں ظاہر فرمایا ہے۔ امور تقدیری کا ظہور بھی اسی لباس میں ہوتا ہے
لیکن اس سلسلہ میں بھی موثر حقیقی وہی ذات پاک ہے تمام اسباب و علل کی علت اُسکا ارادہ و مشیت ہے
مسئلہ تقدیر کے متعلق ایک مبسوط و مدلل تحریر ہم علیحدہ لکھیں گے اس جگہ ذیل میں بقدر ضرورت
لکھدیا ہے تاکہ مسلمان اس مہلک غلطی میں مبتلا نہ ہوں جس کا اندازہ تہذیب الاخلاق کے مضمون سے تھا
ہم منازعت و مخاصمت یا اظہار خلاف کو ہرگز پسند نہیں کرتے مگر تہذیب الاخلاق اور اشاعت
اسلام دونوں کا دعویٰ یہ ہے کہ اسلام کے حقیقی مسائل بلا افراط و تفریط مسلمانوں کے سامنے پیش کئے
جائیں اور مسلمانوں کو عام گمراہی و غلط فہمی سے بچایا جائے۔ اسلئے ہمارا عرض کرنا محض نیک نیتی
پر مبنی ہے۔ ہم کو امید ہے کہ تہذیب الاخلاق اپنے دعوے کا پاس کریگا اور ایسے مسائل پر جو
متفق علیہ اہل سنت ہیں قلم فرسائی کر کے مسلمانوں کو مغالطہ اور پریشانی میں نہ ڈالیگا مسلمان بحال
خود درماندہ و تباہ ہیں۔ سب کچھ تباہ ہوجانے کے بعد صرف اسلام کا نام باقی ہے۔
ہم کو یا کسی ہمدرد کو یہ مناسب نہیں ہے کہ اسلام کے اصول پر طبع آزمائی کر کے ایک طرف
تو مقابلہ نصوص کے مجرم بنیں دوسری جانب اسلام کا نام مٹا کر دنیا سے مسلمانی کو رخصت کر دینے
کے سبب بنیں ہماری تحریر و تقریر کے لئے وسیع میدان موجود ہیں۔ ہم کو گنجایش ہے کہ مسلمان کی
اصلاح و بہبود کیلئے نفیس سے نفیس مضمون قوم کے سامنے پیش کریں اور دنیا و آخرۃ کی بھلائی
اور نیکنامی کمائیں۔ خدا تعالیٰ مجھ کو اور سب مسلمانوں کو اُس کی توفیق عطا فرمائے۔
اس ضمنی بحث کو یہیں چھوڑ کر اصل مضمون کی طرف عود کرتے ہیں۔

کی تلافی کر دیتے یا معاملہ

...دار الاسلام میں ایک مسلمان کے ہاتھ سے بلاوجہ

...تمام مسلمانوں میں پریشانی پھیل گئی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ

...ذمی تک دار الاسلام میں تھوڑے سے شبہ پر بیدھڑک قتل کر دیئے جایا

...اسلام نے جو مساوات و آزادی کا عام قانون دیگر ذمی اور مسلمانوں کی جان و مال کو

...دیا ہے وہ متروک العمل ہو جائیگا۔ اسی وجہ سے یہ اہتمام تھا کہ خلافت کا قصہ یکسو

...ہی بیعت عامہ سے فراغت کے بعد سب سے پہلے یہی معاملہ پیش ہوا۔ اور یہی وجہ تھی کہ

...رت عثمانؓ نے جفینہ اور ہرمزان کے قتل کو اسلام کے اندر رخنہ ڈالنے سے تعبیر کیا حضرت عمرؓ کے

...پر جو فی الحقیقت اسلام کیلئے ناقابل تلافی نقصان تھا ضبط کر لینا اور ایک نصرانی و نو مسلم کے

...کو رخنہ عظیم سمجھنا اس کیوجہ بجز اسکے اور کچھ نہ تھی کہ اس صورت میں اسلام کے قانون کا متروک

...ا اور اُن کے اُن اوصاف کا مٹ جانا لازم آتا تھا جن کیوجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو

...م مذاہب اور تمام عالم پر برتری حاصل تھی۔

یہی وجہ تھی کہ جب خلیفہ شہید کے صاحبزادے عبید اللہ بحیثیت مجرم پیش ہوئے تو آزادی

...ساتھ رائے زنی شروع ہو گئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسے جلیل القدر اصحاب کی رائے

...ف بلا تورِیہ یہی تھی کہ اُنکو قصاص میں قتل کر دیا جائے اور جو لوگ اُنکے قتل میں متأمل تھے اُنہوں

...نے یہ عذر پیش نہیں کیا کہ ایک نصرانی یا نو مسلم کا قتل (جنکے اسلام پر بھی اعتماد نہ ہو) خصوصا

...حالت میں اُس کی سزا یہ نہیں ہے کہ ایک مسلمان کو اسکی عوض میں قتل کر دیا جائے۔ یہ

...کے نزدیک مسلم تھا کہ سزا اسکی بجز قصاص یا دیت کے اگر اولیاء مقتول راضی ہو جائیں کچھ نہیں

...صد قتل اور مفارقتِ عمری جو عام طور پر سوہان روح ہو رہا تھا بہت سے حضرات کو اس

...ش میں ڈال رہا تھا کہ کل تو حضرت عمرؓ بیدردانہ قتل ہوئے اور آج قصاص میں اُسکا

...ہو جائے اور اسمیں اسقدر گنجایش بھی مل گئی تھی کہ خلیفہ وقت کے تسلط سے پہلے کا واقعہ

...تبار ولایت عامہ یہ اختیار بھی تھا کہ مقتول کی دیۃ دیکر سزائے قتل جاری کرتے اور آخر اسی پر فیصلہ ہوا

...عثمانؓ نے یہ فرمایا کہ مجھکو ولایت حاصل ہے میں اپنے مال میں سے اولیاء مقتول کو دیۃ دیکر

[illegible] کے موافق ہے جسکو تمام مورخین نے
[illegible] روایتیں جسکو مورخین نے بعض وجوہ سے قابل
[illegible] تمام [illegible] کا خاتمہ ہوگیا۔ اور گویا حسب روایت اول جس فیصلہ
[illegible] مصالح رکنا ثابت ہوتا تھا۔ اُس کا نفاذ پوری طرح ہوگیا۔

ہرمزان کا بیٹا قماذیان کہتا ہے کہ عجمی لوگ ہموطن ہونے کی وجہ سے باوجود اختلاف [illegible] بھی آپس میں ایک دوسرے سے مانوس ہوجاتے تھے (جیسا کہ اس زمانہ میں جب دو ہموطن [illegible] مختلف المذہب ہی کیوں نہ ہوں۔ اجنبی جگہ جمع ہوکر باہم مربوط و مانوس ہوجاتے ہیں۔

ایک دفعہ ابولؤلوہ کا گذر ہرمزان کے پاس ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ ہرمزان نے دیکھنے [illegible] کے خنجر ہاتھ میں لیا۔ اور پھر اُسکو دیدیا۔ ایک شخص نے خنجر واپس دیتے ہوئے اُسکو دیکھ لیا جب [illegible]حضرت عمرؓ شہید ہوئے تو اُس شخص نے خنجر کو پہچان کر کہا کہ یہ تو ہرمزان نے ابولؤلوہ کو دیا تھا [illegible]عبید اللہ بن عمرؓ نے سنکر ہرمزان کو قتل کر دیا۔ لیکن جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوگئے اور معاملہ قتل [illegible]ہرمزان پیش ہوا۔ تو عبید اللہ قصاص کی غرض سے میرے حوالے کئے گئے میں اُسکو قتل کرنے کی [illegible]غرض سے لیچلا۔ اور جتنے مسلمان تھے سب میرے ساتھ میرے مویدا ور مددگار تھے کوئی مزاحم نہ [illegible] البتہ اُن کی دلی خواہش تھی کہ میں معاف کردوں۔ میں نے اُنکے میلان قلبی کا خیال کرکے کہا [illegible]میں اُسکو قتل کرسکتا ہوں۔ سب نے عبید اللہ کو بُرا کہکر بالاتفاق جواب دیا بیشک کرسکتے ہو [illegible]نے کہا کیا تم مجھ کو اُسکے قتل سے روک سکتے ہو۔ سب نے کہا ہرگز نہیں۔ اسطرح پر اطمینان [illegible] کے بعد میں نے محض اللہ کے واسطے عبید اللہ کو معافی دیدی۔ مسلمان اسقدر خوش ہوئے [illegible]کے اپنے سروں پر اُٹھا لیا اور اسی طرح میرے گھر تک لیگئے۔ ایک قدم بھی زمین پر نہ پڑنے دیا۔

اس روایت کو اگر صحیح مان لیا جائے تو یہ مسلمانوں کی استقامت اور تصلب کی انتہائی [illegible] ہوگی جس میں کسی مصلحت اور رعایت کو ہرگز دخل نہیں۔ اور یہ وہ بات ہوگی جسکی [illegible] سے تمام اقوام دنیا عاجز سمجھے جائیں گے۔

[illegible] محققین کو اس روایت کی صحت میں اس وجہ سے کلام ہے کہ اگر ولی قصاص لینے [illegible] ہوتا تو حضرت علیؓ اپنے زمانہ خلافت میں عبید اللہ کے قتل کا ارادہ

... ... کا تباہ ہونا مانہ ہی قصّہ تھا
... ... ملکوں کو زیر و زبر کر کے سلاطین و امراء کو اسیر
... ... یہ وہ اسباب تھے جنکی وجہ سے بغض و عداوت کی آگ اُن کے
... ... یہ مسلمانوں کی اس بڑھتی ہوئی قوت اور روز افزوں ترقی کے ساتھ اپنی قوم
... کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ اور چونکہ حضرت عمرؓ کی قوتِ انتظامیہ کے یہ سب ظاہری ثمرات
... اس وجہ سے اُنکے ساتھ خصوصیت سے بغض و عناد ہونا بھی لازمی بات تھی۔ ابولؤلؤہ کا
... غضب تو اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ وہ اُس کے چھپانے پر بھی قادر نہ تھا نہاوند کے اسیر جب
... میں آتے تو وہ مضطربانہ ہر ایک کے سر پر ہاتھ پھیرتا جاتا اور کہتا جاتا تھا۔ عمرؓ نے میرا جگر کھا
... ہرمزان اگرچہ مسلمان ہوگیا تھا مگر اوّل تو وہ خود شاہی کے رتبہ سے قیدیوں کی حیثیت میں
... لایا گیا تھا۔ اُسکے اندر غدر و نقضِ عہد کا مادہ پہلے ہی موجود تھا۔ چند بار مسلمانوں سے معاہدہ کر کے
... چکا تھا ایسے حالات کو دیکھتے ہوئے قرینِ عقل ہے کہ وہ بھی اپنے دل میں سخت غم و غصہ لئے
... ے انتقام کی فکر میں ہو۔ کعب احبار بھی گو مسلمان ہو چکے تھے مگر اصل سے یہودی تھے۔ یہود
... عداوت اہل اسلام سے تھی ظاہر ہے۔ پھر یہ قیاس کرنا کیوں مستبعد ہے کہ ان سب کی سازش
... مشورہ سے یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ یہ بات تو بہت ہی مستبعد تھی کہ تورات میں آپ کی شہادت
... ہو یا کعب احبار کو اس کے ذریعہ سے علم ہوا ہو بلکہ وہ حقیقتاً اُس راز پر مطلع تھے۔ اور خیرخواہی
... کیلئے بار بار آ کر آپ کو مطلع کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ کعب احبار خود اس سازش
... شریک نہ ہوں مگر اُسی تعلق کی بنا پر جو ان سب میں مشترکاً موجود تھا اس راز پر مطلع ضرور تھے
... پ سے صراحتاً سازش کا حال نہ کہہ سکے مگر دوسرے پیرایہ میں اُسکو ظاہر کر دیا۔

یہ حاصل ہے اُس مضمون کا جو اس بارہ میں علامہ رفیق بک العظیم مصری نے اشہر مشاہیر
... میں لکھا ہے۔ مگر مجھے اس فیصلے سے کچھ اختلاف ہے۔

... جفینہ اور ابولؤلؤہ کا نصرانی ہونا ظاہر ہے اور اُن کو روم و عجم کی سلطنتوں کے تباہ ہونے
... ... اور جلاوطنی کا بے انتہا صدمہ بھی مسلم ہے۔ اور ابولؤلؤہ کا غم و غصہ کو اپنے حرکات و
... ... تسلیم ہے اور اس لئے یہ امر بالکل قرینِ قیاس ہے کہ اس کے ارادہ پر

... مسلمان ہو کر خطرہ میں پڑنے کی کیا ... اسلام سے پھر کر مرتدین کی سزا کا مستوجب ہوتا۔
... سے اور مجوسی مسلمان ہو کر اپنے اسلام پر آخری دم تک صداقت سے قائم نہیں ... مسلمان ہوئے صدق دل سے ہوئے۔ اور جو مسلمان بھی نہیں ہوئے مگر مسلمانوں کے ... رہے وہ انکے حسنِ معاملہ عدل وانصاف قانونِ مساوات کے ایسے گرویدہ رہے کہ کوئی حرکت خلاف نہ کر سکے الا ماشاء اللہ۔ اس لئے ہم ہرگز ہرمزان کے اسلام پر شبہ کرنے اور سازش قتل میں شریک سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں سمجھتے۔
یہی وجہ ہے کہ جب عبید اللہ سے قصاص لینے کی تیاری تھی تو کسی نے انکو بچانے کیلئے یہ عذر پیش نہ کیا کہ ہرمزان مسلمان ہی نہ ہوا تھا۔ یا گو بظاہر مسلمان تھا۔ مگر دل سے مسلمانوں اور اسلام کا دشمن تھا قتل کی سازش میں وہ ضرور شریک تھا۔ کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ دار الخلافہ میں ایک ایسے شخص کی حالت پر (جہاں اس قسم کے لوگوں کی تعداد بھی زیادہ نہ ہو۔ اور جو ہر وقت اُن پختہ کار بیدار مغز اور ذی ہوش مسلمانوں کے ساتھ شب و روز بسر کرتا ہو) کسی کو بھی کسی قسم کا اشتباہ نہ ہوتا اور کوئی عبید اللہ کا ہمدرد اس موقعہ پر اس عذر کو پیش نہ کر سکتا بلکہ برخلاف اُسکے زیاد بن لبید نے اس اشتباہ کا دفعیہ کیا اور کہا:۔ (اتتہمون الہرمزان علی عمر)۔
اگر فقط ابولولوہ جفینہ اور ہرمزان کو سرگوشی کرتے دیکھنا اور عبدالرحمن ابن ابی بکر کو دیکھکر متفرق ہو جانا یا خنجر کا اُنکے پاس سے گرنا اسکی دلیل ہے۔ تو یہ ہرگز کافی نہیں ہے۔ ابولولوہ تو یہ ارادہ پختہ کئے ہوئے تھا۔ اور اس غرض کیلئے اُس نے خنجر زہر آلود تیار کیا تھا جفینہ کو بھی اُسکا ... اثناء میں ان دونوں کا گزر ہرمزان کے پاس ہوا اور اُنہوں نے دیکھنے کو خنجر ہاتھ میں لیا۔ دیکھ کر واپس کر رہے تھے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر سامنے آگئے۔ اُن دونوں کے دلوں میں چور تھا ... کو اضطراب ہونا لازمی امر اور فطرت کے موافق ہے۔ اس لئے گھبرا کر متفرق ہونے لگے اور اسی اضطراب میں خنجر بھی گر گیا۔ لیکن یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہرمزان پر بھی کوئی اثر اضطراب کا ظاہر ہوا ... اضطرابی حرکت ہوئی اُن دونوں کی طرف سے ہوئی خنجر بھی اُن دونوں کے پاس سے ... گرا۔ اس قرینہ کی وجہ سے بھی ہرمزان مشتبہ ہو سکتا ہے نہ مجرم بنایا جا سکتا ہے۔

... ترجمہ اول -

... معلوم ہوتا ہے کہ ہرمزان کا یہ مشورہ سراسر اخلاص و ہمدردی سے
... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے پر عمل فرما کر نعمان بن مقرن کو کسریٰ کی طرف بھیجا۔
اس حدیث میں واقعات کا بہت اختصار و اجمال کیا ہے۔ اور راس و جناحین کے اس طور
... میں جو ہرمزان نے بیان کیا مورخین و محدثین نے تفصیلی بحث بھی کی ہے مگر مفصل
واقعات اور جناح و راس کی تحقیق ہمارے مبحث سے علیحدہ ہے۔ اس لئے ہم اس کو ترک
کرتے ہیں ورنہ اُس کی بھی مکمل بحث کردی جاتی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں بذیل شرح حدیث مذکورہ ہرمزان کے تذکرے میں تحریر فرماتے ہیں

فاسرہ ابوموسیٰ الاشعری وارسل به الی عمر مع انس فاسلم فصار یقربه ویستشیرہ ثم اتفق ان عبید اللہ ابن عمر بن الخطاب اتھمه بانه واطاء ابا لؤلؤۃ علی قتل عمر رض فعدا علی الھرمزان فقتله بعد قتل عمر رض۔

ابوموسیٰ اشعری نے ہرمزان کو قید کرکے انس بن مالک کے ساتھ حضرت عمر رض کی خدمت میں بھیجدیا۔ وہاں جاکر وہ مسلمان ہوگیا حضرت عمر رض اسکو مقرب بنا کر معاملات میں مشورہ فرمانے لگے۔ پھر اتفاق یہ ہوا کہ عبید اللہ بن عمر رض نے اسکو ابولؤلؤہ کی موافقت اور سازش قتل عمر رضی اللہ عنہ کی شرکت میں متہم سمجھا اور زیادتی کرکے اس کو قتل کردیا۔

حافظ ابن حجر کی تحریر سے دو باتیں صاف معلوم ہوگئیں۔ اوّل یہ کہ حضرت عمر رض نے اس کو
قابل اعتماد سمجھ کر مقرب اور رازداری کے امور میں اپنا مشیر بنالیا۔ کیا حضرت عمر رض جیسے مدبر اور
صاحب فراست کی نسبت کوئی شخص یہ خیال کرنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ آپ نے ایک منافق
نمک حرام عہد شکن پر اعتماد کیا تھا۔ ممکن تو ہے مگر حالات اور واقعات اسکی تکذیب کرتے ہیں
دوسرے یہ کہ ابولؤلؤہ کی موافقت کے اشتباہ کو اتہام سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس سے معلوم
... کسی کے نزدیک بھی ان کی حالت مخدوش نہ تھی۔

... مصنف الصدر تقریب میں بھی اس کی نسبت ایسے ہی لفظ لکھتے ہیں جن سے معلوم
... واقعہ کے بھی قرون مابعد میں اس کو مشتبہ سمجھا گیا۔ تقریب التہذیب کی عبارت یہ ہے۔

[illegible] کہا کہ اب کعب کعب غلط کہتے ہیں) اور جب میں نے

[illegible] کہا کہ بیشک ہر جمعہ کو ہوتی ہے تو فرمایا صدق کعب (کعب نے ٹھیک کہا)

مذکورہ بالا احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ اُن سے علمی باتیں کرتے اور توراۃ کی باتیں

پوچھتے تھے توراۃ میں حضرت عمرؓ کے قتل کی پیشین گوئی مذکور ہونا تعجب کی بات نہیں ہے۔ تورات

آسمانی کتاب تھی اور اُس میں گذشتہ واقعات کے ساتھ زمانہ آیندہ کے متعلق بھی خبریں دی گئی تھیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اسمیں بشارت کا ہونا تو محقق امر ہے اگر خلفاء راشدین کا تذکرہ

بھی بذیل واقعات کسی ایسے پیرایہ میں ہو جسکو علماء توراۃ خوب سمجھتے ہوں تو اسمیں انکار کی کیا بات ہے

آخر احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں بھی تو قیامت تک کے پیش آنیوالے حوادث

کی نسبت تذکرے ہیں۔ خود حضرت عمرؓ کی شہادت کے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی

تھی۔ گو اس طرح پہ نہ فرمایا کہ عمرؓ شہید ہونگے مگر جس اشارہ سے اس مضمون کو ادا فرمایا وہ صراحۃً سے کم نہ تھا

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صعد احدا و ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ فرجف بہم فضربہ برجلہ فقال اثبت احد فانما علیک نبی و صدیق و شہیدان۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معہ ابوبکر صدیق اور حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے جبل احد پر تشریف لیگئے۔ پہاڑ لرزنے لگا۔ تو آپ نے پیر مار کر فرمایا۔ احد ساکن ہوجاؤ۔ تمہارے اوپر سوائے ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہیدوں کے اور کوئی نہیں،

ظاہر ہے کہ دو شہید حضرت عمر و عثمان تھے۔ یہ کنایہ صراحۃً عمر و عثمان و شہیدان کہدینے سے زیادہ بلیغ ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ تورات میں تحریف و تبدیل ہوگئی ہے تو ہم کو اسکے تسلیم کرنے میں کچھ تامل

نہیں مگر یہود میں تورات کے ایسے عالم بھی موجود تھے جو صحیح کو سقیم سے جدا کرکے بتلا سکتے تھے

احادیث میں بھی ضعیف اور موضوع روایتیں شامل کردی گئیں مگر حفاظ اور نقادِ احادیث

نے (جزاھم اللہ خیر الجزاء) سب کو الگ کرکے رکھ دیا۔

اگر کعب احبار اس وجہ سے مشتبہ سمجھے جاتے ہیں کہ وہ اصل سے یہودی تھے۔ اور یہود

کا بغض و عداوت معلوم ہے۔ تو یہ نہایت ہی پوچ بات ہے یہودی الاصل ہونا اگر وجہ اشتباہ

ہوسکتا ہے تو عبداللہ بن سلام بھی یہودی تھے کیا کوئی شخص فقط اس وجہ سے کہ وہ

...اپنے حلقہ میں داخل نہیں کیا۔ اس نے دنیا کے سامنے اپنی
... کے اخلاق و معاملات پیش کئے ہیں جس شخص میں قابلیت اور اہلیت
... بخوشی داخل ہوا۔ اسلام نے نہ کسی کو بجبر و اکراہ اپنے اندر بلایا اور نہ ایسے افراد کو جنکے
... بنیاد مستحکم نہ تھی۔ یا جو اسلامی قوانین کے قبول کرنے اور ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ جن کے
... میں سے سابق خیالات و اعتقادات محو نہ ہوئے تھے۔ اور ان میں اس کی قابلیت بھی
... کہ کسی وقت سچے مسلمان بن جائیں انکو اپنے حلقہ سے نکال کر باہر پھینک دیا۔

جبلہ کا واقعہ فی الحقیقت ہمارے عنوان کی جس کے ذیل میں یہ حالات وواقعات بیان
... کے چلے آتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی تائید ہے۔ اسی لئے ہم اسکو یہاں لکھنا چاہتے ہیں۔

ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ جبلہ کے مرتد ہو جانے اور اسلام کے حلقہ اثر میں داخل ہو کر نصرانیت
کے حصار میں پناہ پکڑنے سے اسلام کی وہ برتری ثابت ہوتی ہو کہ جبلہ جیسے بہت سے تاجداروں کے
اسلام قبول کرنے سے نہ ہوتی اور اس کے اعلیٰ قوانین اعلیٰ وادنیٰ طبقات کی مساوات خلفاء اسلام
کی عدالت و نصفت اور بلا مداہنت تعمیل احکام کا ایسا ثبوت ملتا ہے جسکا وجود زمین کے کسی
... پر باقی نہ تھا۔ اور جو صرف اسلام اور محض اسلام کی تعلیم کا اثر تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم اس
واقعہ کو لکھیں ملوک غسان کا مختصر تذکرہ اور ان کی اقتدار و سطوت کی اجمالی حالت
... لاکر جبلہ سے روشناس کرا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سیل[1] عرم کے بعد بنی قحطان کے بہت سے قبیلے یمن کو چھوڑ کر دوسرے اطراف و اکناف
میں آباد ہو گئے۔ بنی لخم کے بعض افراد نے یمن سے ہجرت کر کے ملک عراق میں فرات کے قریب
... و انہار پر آبادی قائم کر کے ایک جدید سلطنت کی بنیا ڈالی اور یہ سلاطین مناذرہ کے لقب
سے مشہور ہوئے اسی طرح اوس و خزرج کے بعض قبیلوں نے ملک شام میں ایک چشمہ پر جس کا
... غسان تھا ڈیرہ ڈالا اور حوران و بلقاء پر قبضہ کر کے عظیم الشان سلطنت قائم کر دی اور
... غسانیہ کے معزز اور باسطوت نام سے مشہور ہو گئی۔

عرب کی یہ دونوں سلطنتیں ایک عراق میں اور دوسری شام میں اگرچہ بجائے خود نہایت
... اور باسطوت و جبروت تھیں اور اندرونی انتظامات میں خود مختار و آزاد بھی تھیں

[1] ... حضرات کو سیل عرم کے حالات معلوم کرنیکا خیال پیدا ہو جائے۔ اسلئے ہمارا خیال ہو کہ مضمون زیر عنوان کو ختم کرنیکے بعد اس کے واقعات بھی اختصار کے ساتھ بیان کر دیئے جائیں گے ۱۲

[illegible] وقت [illegible] جبکہ قیصر روم کسریٰ کے مقابلہ سے فارغ ہوکر دوگانہ
[illegible] بیت المقدس آیا ہوا تھا اور شاہ غسّان اُنکی دعوت کے انتظام میں مشغول تھا۔
[illegible] وجہ سے کئی روز حضرت شجاع کو وہاں قیام کرنا پڑا اور رسائی نہ ہوئی۔ مگر اس درمیان میں
[illegible] دشاہ کا حاجب (اڈیکانگ) اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور اسلام کی
حقیقت دریافت کرتا رہا۔ اور جب وہ بیان فرماتے تو اس پر رقت طاری ہوتی۔ اور کہتا کہ میں
[illegible] انجیل میں پیغمبر آخرالزماں کے حالات دیکھے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ وہ شام میں مبعوث ہونگے۔ مگر
معلوم ہوا کہ عرب کے بے آب وگیاہ ملک میں مبعوث ہوئے ہیں۔ میں تو ایمان لے آیا۔ البتہ
اظہار میں اسکا اندیشہ ہے کہ بادشاہ مجھے قتل کردیگا۔ آخر ایک روز قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ملک غسّان کے سامنے پیش ہوئے۔ اور اُنھوں نے نامۂ مبارک اُسکو دیا جسکا مضمون یہ تھا۔

فانی ادعوک الی ان تؤمن باللہ وحدہ یبقیٰ لک ملکک۔

میں تم کو فقط ایک خدا پر ایمان لانیکی طرف بلاتا ہوں اگر تم ایمان لاؤ تو تمہارا ملک بحالہ تمہارے لئے رہیگا۔

شاہ غسان نامۂ مبارک کو پڑھ کر بھڑک اُٹھا۔ اور غصہ سے یہ بات کہی کہ میرا ملک کون
چھین سکتا ہے میں خود مدینہ پر چڑھائی کرونگا۔ اور اُسی وقت فوجی افسروں کو آراستگی لشکر کا حکم دیا
اور قاصد سے کہا جواب خط یہی ہے کہ جو کیفیت تم نے دیکھی ہے بیان کردینا۔ چلتے وقت حاجب نے
پیام دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کے بعد عرض کردینا کہ میں ایمان لے آیا
ہوں۔ حضرت شجاع فرماتے ہیں میں نے ملک غسان کی پوری کیفیت بیان کی تو آپ نے
ارشاد فرمایا۔ باد ملکہ۔ (اُس کا ملک تباہ ہوگیا) اہل سیر نے اسمیں اختلاف کیا ہے کہ نامۂ مبارک
اُس کے نام لکھا تھا۔ حارث بن ابی شمر غسانی کے نام جو منجانب قیصر روم دمشق کا گورنر تھا یا جبلہ
ابن الایہم کے نام جو حوران وبلقاء کا تاجدار اور مالک تاج ونگین تھا۔ سیرۃ حلبی میں تو اصل اسکو
قرار دیا گیا ہے کہ نامۂ مبارک حارث کے نام تھا۔ اور ابن ہشام وغیرہ دوسرے مصنفین نے لکھا
ہے کہ شجاع بن وہب جبلہ کے یہاں نامۂ مبارک لیکر گئے تھے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ دونوں
کے نام علیحدہ علیحدہ نامہ لیکر گئے تھے۔ میرے خیال میں بھی یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اصل
[illegible] تو جبلہ تھا۔ اسلئے لازم تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب چھوٹے بڑے ملوک

مسلمانوں کے اعتبار سے تو بھاری لشکر سمجھا جاتا تھا مگر دشمن کے سامنے
نہ رکھتا تھا روانہ ہوئے اور موتہ پہنچکر مسلمانوں کو خبر پہنچی کہ خود قیصر ایک لاکھ رومی
کے ساتھ موجود ہے اور اسکے ساتھ ڈیڑھ لاکھ عرب متنصرہ اور دوسرے قبائل ہیں۔ غرض
ائی لاکھ کی جمعیت سے مقابلہ ہے۔ اس خبر سے مسلمانوں میں تردد پیدا ہوگیا اور دو روز اس مشورہ
یں گذر گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اصل حال کی اطلاع بھیجدی جائے
ھر آپ یا امدادی لشکر بھیجیں گے یا ہم کو واپسی کا حکم دیں گے۔ مگر تیسرے روز عبداللہ بن رواحہ
نے مسلمانوں کی ہمتیں بندھوائیں۔ اور کہا کہ ہم آجتک لشکر کی کثرت اور سامان کی عمدگی پر بھروسہ
کرکے کبھی نہیں لڑے ہم تو ہمیشہ اپنے دین کی سچائی اور وعدہ ہائے خداوندی پر بھروسہ کرکے
میدان میں جاتے ہیں۔ بات ہی کیا ہے یا غالب آجائیں گے یا شہید ہوجائیں گے۔

یہ گفتگو سنکر سب مسلمان آمادہ ہوگئے۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ یہاں تو معرکہ کارزار گرم ہوا
وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب حال منکشف ہوتے گئے۔ آپ نے مجمع صحابہ میں فرمانا
شروع کیا۔ زید مقتول ہوئے۔ اور جھنڈا جعفر نے سنبھالا۔ جعفر مقتول ہوئے اور جھنڈا عبداللہ بن
رواحہ کے سپرد ہوا۔ عبداللہ بن رواحہ بھی مقتول ہوئے اور اب جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک
تلوار یعنی خالد نے ہاتھ میں لیا اور اسکے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ تینوں جلیل القدر صحابہ اور سپہ سالاروں کے بعد
حضرت خالد امیر ہوئے تو انہوں نے لشکر کی ترتیب کو بدل کر جنگ کی ابتداء کی اور دشمن نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں
جدید امداد پہنچگئی۔ اس طرح ایک سخت خونریز معرکہ کے بعد ہر فریق اپنے اپنے موقعہ پر ہٹ گیا اور لڑائی
ہوگئی مسلمانوں کیلئے فی الحقیقت صحیح وسالم بچکر نکل آنا ہی فتح عظیم تھی۔ کیونکہ مٹھی بھر آدمی اس
تعداد لشکر سے کیونکر جان بچا سکتے تھے۔ اور اس لئے اُس کو فتح فرمانا بالکل درست تھا۔

لیکن بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت خالد کے حملہ کی تاب نہ لاکر رومی لشکر کو
خت ہزیمت اختیار کرنی پڑی اور اُن میں سے بے انتہا مقتول و مجروح ہوئے۔

فی الحقیقت ان دونوں روایتوں میں کچھ تخالف نہیں ہے۔ حضرت خالد نے لشکر کی ترتیب
اوّل بار حملہ کیا تو ایک سخت لڑائی کے بعد ہر دو فریق بلا ہزیمت لڑائی کو ختم کرکے اپنے اپنے موقع
آئے ہوں اور جب حضرت خالد کو یہ معلوم ہوا کہ رومی لشکر میں آثار مرعوبیت پیدا ہوگئی ہیں تو

... الناس ... التقوا ... فقتل زيد شهيدا واستغفر له ثم اخذ اللواء جعفر فشد على القوم حتى قتل شهيدا فشهد له

[illegible] مدینہ منورہ کے عوالی میں بنی امیہ بن زید میں رہتا تھا۔ ایک انصاری
[illegible] کی اور میری یہ قرارداد ہوچکی تھی کہ ہم میں سے ایک شخص اپنی اپنی باری سے رسول اللہ
[illegible] علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرے اور وہاں کے واقعات آکر دوسرے سے بیان کردے۔ اور
[illegible] امور خانہ داری وغیرہ ضروریات میں مصروف رہے ہم برابر سنتے تھے کہ غسان مدینہ پر چڑھائی کرنیوالا
اور اس کے سامان میں مصروف ہے۔ ہم کو اسکے حملہ کا خوف اور آمد کا اندیشہ لگا ہوا تھا۔ اسی درمیان میں
ایک روز میرا رفیق انصاری اپنی باری کے دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے عشاء
کے بعد لوٹا۔ تو اس نے نہایت زور و شدت سے دروازہ کو کوٹا۔ اور کہا کیا عمر گھر میں ہیں۔ اسکے اس
خلاف عادت انداز سے میں گھبرا کر نکلا۔ تو اس نے کہا غضب ہوگیا۔ سخت حادثہ پیش آیا۔ میں
نے کہا اجاء غسان (کیا غسان آپہنچا)۔

قال لا بل اعظم من ذلک واھول۔ | کہا نہیں اس سے بھی بڑھکر حادثہ پیش آیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو طلاق دیدی ہے۔

حضرت عمرؓ صبح ہی اٹھکر آپ کی خدمت میں پہنچے اور وہاں جاکر معلوم ہوا کہ طلاق کی خبر غلط
ہے البتہ آپ کسی وجہ سے رنجیدہ اور یکسو ہوکر بالاخانہ میں تشریف رکھتے ہیں۔

اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غسان کی چڑھائی کا مدینہ کے گھر گھر میں چرچا تھا
چھوٹے بڑے سب کو اس کا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ گویا ہر وقت اس کی آمد کے منتظر تھے۔ اسی لئے
حضرت عمرؓ نے حادثہ کا لفظ سنتے ہی یہ خیال کرلیا کہ غسان آپہنچا۔

یہاں پر یہ خدشہ نہ کیا جائے کہ صحابہ کو جبکہ اپنے غلبہ اور دین اسلام کی کامل اشاعت اور فتح کا
یقین تھا انکو ہر قسم کا اطمینان دلایا گیا تھا۔ تو انکو غسان کی وجہ سے اسقدر خوف اور اندیشہ کیوں تھا
کیونکہ بیشک انکو اسلام کی برتری اور غلبہ کا یقین کامل تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں
کو سچا سمجھتے تھے انکو یقین تھا کہ ایک دن کسریٰ و قیصر کی سلطنتیں اسلامی علم کے سایہ میں ہونگی
غسان بیچارہ کی کیا حقیقت ہے۔ مگر انسانی طبیعت آثار سے ضرور متاثر ہوتی ہے اور ظاہری طور
پر غم۔ شدت۔ ورخاء۔ وسعت و تنگی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

[illegible] عوالی ان محلوں کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے جانب مشرق واقع تھے اور قبیلہ اوس کی منازل انہیں میں واقع تھیں۔

[illegible] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلق یقین تھا رفیق انصاری کا بہ نسبت

[illegible] داخل قرار دینا سراسر قرین قیاس اور مطابق عقل تھا۔

لیکن اگر اس وجہ کے ساتھ اسکو بھی ملالیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو محبت اور عشق ذات مقدس حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا اسکی بنا پر کوئی حادثہ کوئی صدمہ۔ اور کوئی مصیبت اگرچہ کتنی ہی بڑی ہو اس سے زیادہ نہ ہوسکتی تھی کہ آپکے قلب مبارک کو کسی قسم کی کلفت یا کوئی ملال وصدمہ پہنچے غسانی کا فتنہ ایک ظاہری طور پر تشویش میں ڈالنے والی بات تھی اور حضور کے قلب مبارک کا ملال صحابہ کے خرمن صبر کو جلا دینے والا۔ اُن کی عافیت وراحت کو برباد کرنیوالا۔ اُن کی زندگی کو تلخ کردینے والا تھا۔

اس بنا پر سب پریشانیوں پر یہ پریشانی غالب آگئی غسانی کی آمد کی خبریں سب صحابہ صبر وسکون کیساتھ سُن رہے تھے فکر تھا تو بمقتضائے بشریت اسی قدر تھا جیسا کہ اس قسم کے واقعات میں ہونا چاہئے ظاہری طور پر نہ کچھ اُسکا اہتمام تھا نہ ایسی ہل چل تھی جسے کوئی اجنبی شخص محسوس کرسکے۔ برخلاف اس صورت کے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو ذرا اندوہگین دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم بے اختیار ہو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو صبح کی نماز پڑھا کر بالاخانہ تشریف لیگئے اور صحابہ کی ایک جماعت منبر شریف کے گرداگرد گریہ وزاری میں مشغول تھی۔

صحابہ کی اس حالت کو دیکھکر ہر شخص خیال کرسکتا ہے کہ یہ صدمہ اُنکے نزدیک بھی اور فی الواقع بھی اُس فتنہ سے جو غسانی کی آمد میں متصور تھا بہت زیادہ تشویش ناک اور خطرناک تھا۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ غسانی جس کے مدینے پر حملہ کرنے کی خبر گرم تھی۔ حارث ابن ابی شمر گورنر دمشق تھا یا جبلہ ابن الایہم تاجدار حوران وبلقاء۔

طبرانی میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ غسانی جبلہ ابن الایہم تھا یہی روایت قرین قیاس بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جبلہ خود مستقل بادشاہ اور اندرونی انتظامات میں خود مختار تھا۔ اگر قیصر روم کے ایماء سے بھی ایسی صورت پیش آئی ہو تب بھی ظاہر یہ ہے کہ جبلہ ہی آگے کیا گیا ہوگا یہ ہو کہ حارث وجبلہ دونوں کے اتفاق واتحاد سے ایسا عزم کیا گیا ہو۔ اُدھر قیصر روم نے حارث کو اشارہ کیا اِدھر جبلہ آمادہ ہوا ہو۔ واللہ تعالیٰ بالصواب۔

[illegible] استقبال اور اعزاز و تکریم آتار نیکا حکم دیا۔ مدینہ منورہ میں
[illegible] کا جوش پھیلا ہوا تھا۔ بچے اور بوڑھے اس جلوس کے نظارہ کے دیکھنے کو
[illegible] ہوئے۔ اور نہ صرف مردوں ہی بس پُر افتخار نظارہ کو دیکھنے کا شوق تھا بلکہ بوڑھیاں اور
جوان عورتیں کنواری لڑکیاں اور چھوٹی بچیاں سب کی سب جھروکوں اور کھڑکیوں میں دیکھنے کے
لئے کھڑی ہوگئیں حقیقت میں مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھکر خوشی کی کونسی بات ہوسکتی تھی
کہ دین اسلام جسکے پھیلانے کی خدمت اُنکے سپرد ہوئی تھی اُسکے اندر اسطرح رضا و خوشی سے بڑے
بڑے تاجدار داخل ہوں لیکن اسوقت یہ خوشی اس وجہ سے بھی دوبالا ہورہی تھی کہ وہی شاہ غسان
جس کے حملہ کا چرچا گھر گھر تھا اور جس کے خوف سے سب سہم رہے تھے آج اس طرح سر تسلیم جھکائے
حصار مدینہ میں داخل ہوتا ہے۔ یہ خدا کی قدرت کا ایک تماشا اور اسلام کی ایک کرامت تھی اور اسی وجہ سے
سب چھوٹے بڑے بیتابانہ اس جلوس کو دیکھنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

الغرض اس عزت و تکریم شان و شوکت اور استقبالیہ جماعت کی جھرمٹ میں شاہانہ
جلوس کے ساتھ جبلہ مدینہ کے اندر داخل ہوا حضرت عمرؓ نے مراسم مہمانداری میں کوئی کسر نہ رکھی
اور مدینہ منورہ میں چند روز ان نئے مہمانوں کی آمد سے خوب چہل پہل رہی۔

زمانہ حج قریب تھا حضرت عمرؓ ہر سال بہ نفس نفیس حج کو تشریف لیجایا کرتے تھے۔ اس
سال ارادہ کیا تو جبلہ بھی ہمرکاب روانہ ہوا۔ بدقسمتی سے وہاں یہ بات پیش آئی کہ طواف کی حالت میں
جبلہ کے تہبند پر جو بوجہ شان امارت زمین پر گھسٹتا ہوا جاتا تھا قبیلہ فزارہ کے ایک شخص کا پیر رکھا گیا۔
جسکی وجہ سے تہبند کھل گیا جبلہ کو غصہ آیا اور اُسنے اس زور سے تھپڑ مارا کہ اُسکی ناک ٹیڑھی ہوگئی۔

مقدمہ خلافت کی عدالت میں پہنچا حضرت عمرؓ نے جبلہ سے فرمایا کہ یا تم مدعی کو رضامند
کرو ورنہ قصاص دینے پر رضامند ہو جاؤ۔ جبلہ کو یہ خلاف توقع فیصلہ سخت ناگوار گذرا۔ اُسنے کہا کہ
ایک معمولی شخص کے عوض مجھ سے قصاص لیا جائیگا۔ میں بادشاہ ہوں اور وہ عام رعیت کا ایک فرد
آپ نے فرمایا کہ اسلام نے تمکو اور اُس کو بادشاہ اور رعیت کو اپنے احکام میں مساوی کردیا ہے

(بقیہ صفحہ ۲۲۰) یادگار سمجھکر اُنکا نہایت احترام کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے جبلہ نے یہ دکھلانے کو کہ اپنی اس شاہانہ حیثیت عالت
[illegible] کو چھوڑ کر دین اسلام میں داخل ہو کر خلیفۃ المسلمین کی اتباع کو گوارا کرتا ہوں۔ ان بالیوں کو بھی اپنے تاج میں لگالیا تھا[12]

[illegible] میں نے کہا کہ جبلہ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ کہا کیا ان [illegible] کے بعد بھی میں مسلمان ہو سکتا ہوں۔

میں نے کہا ایک فزاری شخص نے اس سے بھی بڑھ کر جرم کیا تھا مسلمانوں پر تلوار چلائی تھی پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ میں اُس کو مدینہ میں مسلمان چھوڑ کر آیا ہوں۔

جبلہ نے کہا اتنی بات پر تو مسلمان نہیں ہوتا۔ اگر حضرت عمر اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کریں۔ اور اپنے بعد مجھے ولی عہد خلافت بنا دیں تو بیشک مسلمان ہو جاؤنگا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے نکاح کی ذمہ داری تو کرلی۔ مگر ولیعہدی کی ذمہ داری نہ کی اس کے بعد جبلہ نے ایک خادم کو اشارہ کیا۔ فوراً ہی چاندی کی رکابیوں میں کھانا آنا شروع ہوا۔ اور ایک سونے کے خوان میں میرے سامنے بھی رکابیاں رکھی گئیں۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا اُس نے سبب پوچھا میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اُس نے بھی میرے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ادا کیے۔ اور پھر یہی کہا کہ دل پاک ہونا چاہیئے کسی برتن کے اندر کھانے میں کیا ڈر ہے۔

کھانے سے فارغ ہو کر پھر خادم کو اشارہ کیا تو فوراً سونے کی مرصع بجواہر کرسیاں دس اُسکے داہنی جانب اور دس بائیں جانب بچھا دی گئیں۔ اور پھر بیس خوش گلو گانے والیاں زیور سے لدی ہوئی قیمتی لباسوں میں ناز و انداز سے آکر داہنے بائیں بیٹھ گئیں۔ اور پھر ایک باندی آئی جس کے سر پر ایک خوبصورت چھوٹی سی چڑیا بیٹھی تھی۔ اور دونوں ہاتھوں میں دو پیالیاں تھیں۔ ایک میں مشک اور عنبر باریک پسا ہوا۔ دوسری میں گلاب کا عرق۔ خادم نے ایک سیٹی دی جس کو سنکر وہ چڑیا اُڑی اور گلاب کے عرق میں غوطہ لگا کر دوسری پیالی میں لت پت ہو گئی اور جبلہ کے تاج پر جو صلیب تھی اُس کے اوپر جا کر بیٹھی۔ اور اپنے پروں کو اس خوبصورتی سے ہلایا [illegible] مشک و عنبر کے چھینٹے جبلہ کے چہرے اور ڈاڑھی پر گرے جبلہ غایت سرور سے بہت ہنسا۔ [illegible]مان باندیوں کو گانے کا اشارہ کیا۔ داہنی طرف کی جماعت نے اس خوبی سے گایا کہ جبلہ پر [illegible]دی کیفیت طاری ہو گئی۔ پھر دوسری جماعت کو اشارہ کیا اُنکے گانے سے اُس پر گریہ طاری ہوا۔ [illegible] حالت تھی یہ جاہ و جلال تھا۔ یہ احترام و اکرام تھا قیصر کو جو بات نصیب نہ تھی وہ جبلہ کو تھی۔

... مگر بدبختی ...
... حضرت عمرؓ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے
... لیے وہ اسلام سے آیا۔ ہوتا وہی جو اللہ کو منظور تھا۔
... جب حضرت عمرؓ نے قیصر کے پاس قاصد کو بھیجا تو اُسکو ہدایت کردی کہ جبلہ
... کر کے اُسکو ان لیا جائے۔ مگر جب یہ قاصد قسطنطنیہ پہنچے تو لوگ جبلہ کو دفن کرکے واپس
... تھے۔ سرکیشی نے شرح مقامات میں جبلہ کے واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے۔ مگر آغانی کی روایات
... معلوم ہوتا ہے کہ قیصر روم کے یہاں قاصد کا بھیجنا اور جبلہ سے ملاقات کا ہونا متعدد بار ہوا ہے
حضرت امیر معاویہ نے بھی ولایتِ دمشق کے زمانہ میں قاصد بھیجا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ
... نے بھی بھیجا ہے۔ اور جبلہ سے دونوں قاصدوں کی گفتگو ہوئی ہے۔ حضرت عمر نے جثامہ بن مساحق
... کو بھیجا تھا۔ اور حضرت معاویہ نے عبداللہ بن مسعدۃ الفزاری کو۔ ایک دوسرا فرق سرکیشی اور
... کی روایات میں یہ ہے کہ مذکورہ بالا شرائط کی گفتگو کو جو جبلہ نے اپنے اسلام کے لئے پیش
... تھیں۔ سرکیشی نے حضرت عمر کے قاصد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور اغانی میں حضرت عمرؓ کے
... کا سارا واقعہ ملاقات اسی طرح لکھا ہے جس طرح سرکیشی نے۔ مگر شرائطِ اسلام اور حضرت عمرؓ
... طرف سے اُسکے جواب کا تذکرہ اُسمیں نہیں ہے۔ بلکہ یہ گفتگو حضرت امیر معاویہ کے قاصد عبداللہ بن مسعدہ
... ساتھ لکھی ہے۔ اور شرائط بھی وہ نہیں جو حسب بیان سرکیشی ہم نے اوپر بیان کی تھیں
... حسب ذیل شرائط پیش کی تھیں۔
(۱) بیس گاؤں جو غوطہ دمشق میں واقع اور ہماری ملک تھے۔ ہم کو واپس دیدیئے جائیں
(۲) میری تمام جماعت کے لئے بیت المال سے روزینہ مقرر کیا جائے۔
(۳) ہم کو بیش قیمت خلعت و انعامات دیئے جائیں۔
حضرت امیر معاویہ نے اِن شرائط کو قاصد سے سُنکر کہا کہ تم نے کیوں ان شرطوں کو منظور
... نہیں کیا۔ اس کے بعد آپ نے اس مضمون کا خط لکھا کہ تمہاری سب شرائط منظور
... اُس کا انتقال ہو چکا تھا۔
... اگرچہ بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں تعارض نہیں ہے،

... اسلام کی ... سے دیکھے یا کسی
... سے ... رہ سکے۔ اسلام کی حقیقی کسوٹی پر
... گیا۔ ورنہ جبلہ کی طرح نکال باہر کر دیا جاتا تھا۔

نتیجہ سوم

... کو اسلام کی اشاعت کا حکم تھا۔ اور وہ اس حکم کی نہایت رغبت و شوق سے تعمیل
... تھے۔ انکو اس سے زیادہ کوئی امر محبوب نہ تھا۔ ایک شخص بھی انکے ذریعہ سے اسلام
... داخل ہو جاتے تو دنیا کی تمام نعمتوں اور راحتوں سے اسکو بہتر اور مقدم سمجھتے تھے۔ لیکن
... شغف و رغبت احکام اسلام کے بھی اس درجہ پابند تھے (یا آجکل کی اصطلاح میں اسقدر
... تعصب اور تنگ خیال تھے) کہ اگر دنیا بھی اسلام یا مسلمانوں کے مخالف بنجائے تب بھی کسی
... حد شرعی کو چھوڑنا یا کسی اسلامی قانون کو بدلنا گوارا نہ کرتے تھے۔

ایک وہ دن تھا کہ جبلہ نہایت احتشام اور عزت کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ مدینہ
... مرد و عورت بچے بوڑھے اُس کے دیکھنے کیلئے گھروں سے نکل پڑے تھے۔ کنواری لڑکیاں بھی
... گھروں میں سے اس اسلامی شان کو دیکھنے کے واسطے چھتوں پر چڑھ گئی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے
... اُسکے ساتھ وہی معاملہ فرمایا جو ایک بادشاہ کیساتھ ہونا چاہیئے۔ اُسکے استقبال کیلئے جلیل القدر
... صحابہ بھیجے گئے۔ اور اس احترام و شان کے ساتھ وہ ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اور شایان شان اُسکی مہمانی کیگئی۔

لیکن ایک دن وہ آیا کہ اُس نے بادشاہی کی نخوت میں غریب مسلمان کو ذلیل سمجھ کر دستِ
... درازی کیا۔ اور حضرت عمرؓ کے ارشاد لک مالنا (تیرے لئے وہی ہے جو ہمارے یعنی مسلمانوں کیلئے) کو یاد رکھکر
... اور عزت کو بڑھانا اور دوسرے جملہ علیک ما علینا (تجھپر بھی باتیں لازم ہیں جو ہمپر) کو نظر انداز
... اپنی برتری کو قائم رکھنا چاہا۔ تو حضرت عمرؓ نے کچھ بھی پروا نہ کی اور اُسکے ساتھ مثل عام رعایا
... اسلام کر کے بر سر مجمع قصاص کے طالب ہوئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بدبخت راتوں رات مع
... کے مکہ معظمہ سے نکل بھاگا اور ہرقل کے پاس جا کر نصرانی بنگیا۔ نار کو عار پر ترجیح دی
... حضرت عمرؓ کے اس تشدد کو کوئی شخص تعصب و تنگ خیالی پر محمول کرے یا انکو

[illegible] لیتا اور دین دنیا کی عزت
[illegible] زیادہ لعنت سے دیکھا جاتا اور انجام کار اسکو پچتانا پڑتا
[illegible] طرف خیال کیا جاتا ہے یہ یقینی بات تھی کہ جبلہ کو قصاص
[illegible] تھا اس کی آمادگی ظاہر ہونے پر فزاری کو معاف کر دینے کا فوراً خیال ہوتا
[illegible] کا ایما ہو جاتا اور جبلہ پر کسی قسم کا بدنما دھبہ نہ لگتا۔

جبلہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قاصد سے منجملہ شرائط قبول اسلام ایک شرط یہ بھی [illegible] تھی کہ حضرت عمرؓ اپنی صاحبزادی سے میرا نکاح کر دیں۔ اسکا منشاء بظاہر یہ تھا کہ امیر المومنین [illegible] کی جانب سے جو قصاص کا حکم اور ارتداد کی سزا کی دھمکی دی گئی تھی جس سے جبلہ نے اپنی ہتک سمجھی تھی [illegible] اس طرح زائل ہو جائے۔ نکاح کی شرط اول تو فی نفسہ اکثر اوقات ناقابل برداشت ہوتی ہے [illegible] ایسے شرائط کا پورا ہونا تو درکنار سننا بھی بسا اوقات گرانی سے خالی نہیں ہوتا خصوصاً ایسی حالت [illegible] میں کہ خود شرط لگانیوالا خلیفہ اسلام کے فیصلہ سے روگردانی بلکہ حدود اللہ کو توڑ کر نکل بھاگا ہو۔ اس لیئے تو یہ شرط جسقدر بھی ناممکن العمل ہوتی کم تھا۔ لیکن فاروق اعظم کا بلا کسی ناگواری کے اس شرط کو تسلیم فرما لینا صاف طور سے اسکو بتلا رہا ہے کہ انہیں اسلام سے بڑھکر پیاری کوئی چیز نہ تھی۔ یوثرون علی انفسھم کے سچے مصداق اور اشداء علی الکفار رحماء بینھم کے واقعی نشان تھے۔ چونکہ اس شرط کا تعلق صرف حضرت عمر کی ذات سے تھا۔ خلافت و امامت سے اسکا کوئی علاقہ نہ تھا اسلیے حضرت عمرؓ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ میرے کسی ذاتی معاملہ کی وجہ سے جبلہ دولت اسلام سے محروم رہے اور وہ جو حدیث میں آتا ہے کہ مومن کامل انسان اُسوقت تک نہیں ہوتا جبتک ماں سے باپ سے بیوی سے اور بچوں سے اور کل انسانوں سے زیادہ خدا کے رسول سے محبت نہ کرے۔ اسی کو حضرت عمرؓ نے اس واقعہ میں کرکے دکھلا دیا۔ الآن یا عمر تم ایمانک کی جو بشارت حضرت ترجمان [illegible] آلہی کی زبان فیض نشان سے دی گئی تھی۔ وہ ہو بہو پوری ہوئی۔ اس واقعہ سے جہاں ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ دربارہ دین کسی بڑے سے بڑے کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتے تھے وہیں یہ بھی ہے کہ دین کی ترقی و عروج کے لیئے وہ مال و زر فرزند و زن کی بھی کوئی حقیقت نہ سمجھتے تھے [illegible] ہر کام میں للٰہیت نفسانیت پر مقدم رہتی تھی۔

[illegible] حدت علی اعداء الدین دمحد و شفقتہ علی اخوانہم المومنین دفی وصفہم بالرحمۃ بعد وصفہم بالشدۃ تکمیل و احتراس غاية

... قائم ہوجاتے لیکن چونکہ

... ہوگی اس لئے اب ہمارا خیال یہ ہے

... کریں۔

... قوموں کا عروج ونزول اگرعبرت انگیز ہے۔ دنیا کے

... اگر ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ ڈھلتے ہوتے سایہ کی طرح ہے کسی کی مستقل

... نہیں ہے اور کسی کے لئے اس کا دوامی پٹہ نہیں لکھدیا گیا ہے تو یہ واقعہ اسکی بہترین مثال ہے

خداتعالیٰ نے اپنے مضبوط قوانین سے دنیا میں عروج ونزوال کو دوش بدوش بنادیا ہے

... پست شے کو ایک وقت میں عروج نصیب ہوجاتاہے اور بلند وبالا تر بھی کسی وقت

... ذلت کے غار میں پڑا ہوا نظر آتا ہے۔ مال و دولت، تخت وتاج سب کی یہی حالت ہے

... کسی کے گھر کو آباد ہوتے دیکھ کر فوراً یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کسی کا کاشانۂ دولت ضرور ویران ہوا ہے

... کسی پر تاج شاہی نظر آئے تو یہ قیاس کرلینا بجا ہے کہ کسی کو الوداع کہکر یہاں آیا ہے۔ اگر

... جگہ اسوقت گلزار بنی ہوئی ہے تو ضرور وہ کسی وقت کھنڈر تھے۔ اور جو آج خشک میدان ہیں وہ

... ایک زمانہ میں سرسبز اور پرفضا گلزار تھے یہ حالت نہ ہوتی تو آج رومۃ الکبریٰ کی عظمت کی داستان

... زندہ ہوتی اور کسریٰ کا مشہور عالم ایوان یوں وحشیوں کا مسکن نہ بنتا۔ امریکہ کے وحشی تہذیب

... تمدن کے استاد نہ مانے جاتے اور جاپان جیسا حقیر ٹکڑا روس جیسی باجبروت سلطنت کو نیچا

... دکھلاکر دنیا کے دولِ عظام میں شمار نہ کیا جاتا۔

عرب کے شعرا نے اس مضمون کو خوب ادا کیا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

... دامت الدولات کانوا کغیرھم	رعایا ولکن مالھن دوام
... سلطنت ہمیشہ ایک ہی کے پاس رہا کرتی تو اب جو بادشاہ ہیں بھی دوروں کی طرح رعیت ہوتے لیکن دنیا کی دولت کو دوام نہیں	

دوسرا کہتا ہے۔

... المنیۃ من یوم الی یوم	دنیا تنتقل من قوم الی قوم
... ہے کسی کے لئے آج اور کسی کے لئے کل	دنیا ہی جو ایک قوم سے منتقل ہوکر دوسرے کے پاس آتی ہے

... نے ایک مصرعہ میں ساری دنیا کا خلاصہ بیان کردیا ہے۔

سَلِ الخَلِیفَۃَ اِذْ وَافَتْ مَنِیَّتُہٗ
کوئی پوچھو تو شہ عالم سے جب پائی وفات
اَیْنَ الکُنُوزُ الَّتِی کَانَتْ مَفَاتِحُہَا
وہ خزانے ہیں کہاں فرمائیے تو کچھ حضور
اَیْنَ العَبِیدُ الَّتِی اَرْصَدْتَہُمْ عُدَدًا
کیا ہوئی شانِ امارت ہیں کہاں اب وہ غلام
اَیْنَ الفَوَارِسُ وَالغِلْمَانُ مَا صَنَعُوا
ہیں کہاں اب وہ سوار اور آپ کے خدمتگزار
اَیْنَ الکُفَاۃُ اَلَمْ یَکْفُوا خَلِیفَتَہُمْ
ہیں کہاں مردان کاری کیوں نہ آئے آج کام
اَیْنَ الکُمَاۃُ الَّتِی مَاجُوا لِمَا غَضِبُوا
جوش زن ہوتے تھے غصہ میں کہاں ہیں وہ دلیر
اَیْنَ الرُّمَاۃُ اَلَمْ تُمْنَعْ بِاَسْہُمِہِمْ
تیراندازوں کی رکھی رہ گئی تیرافگنی
ھَیْہَاتَ مَا صَنَعُوا شَیْئًا وَلَا دَفَعُوا
موت کے چنگل سے بچنا واقعی دشوار تھا
وَلَا الرُّشٰی دَفَعَتْہَا عَنْکَ لَوْ بَذَلُوا
دفع کر سکتے نہ تھے وہ دیکے رشوت موت کو
مَا سَاعَدُوکَ وَلَا وَاسَاکَ اَقْرَبُہُمْ
جو مقرب تھے انہوں نے خاک غمخواری کی
مَا بَالُ قَبْرِکَ لَا یَاْتِی بِہٖ اَحَدٌ
فاتحہ خوانی کو کوئی قبر پر آتا نہیں
مَا بَالُ ذِکْرَاکَ مَنْسِیًّا وَمُطَّرَحًا
اقربا کو بھول کر بھی آپ یاد آتے نہیں

اَیْنَ الجُنُودُ وَاَیْنَ الخَیْلُ وَالخَوَلُ
کیا ہوئی وہ فوج وہ گھوڑے وہ خادم ہیں کہاں
تَنُوءُ بِالعُصْبَۃِ المُقْوِینَ لَوْ حَمَلُوا
تالیاں جن کی اٹھاتے تھے بمشکل پہلواں
اَیْنَ الحَدِیدُ وَاَیْنَ البِیضُ وَالاَسَلُ
وہ زرہ وہ خود وہ نیزے وہ ترکش وہ کمان
اَیْنَ الصَّوَارِمُ وَالخَطِّیَّۃُ الذُّبُلُ
ہیں کہاں باریک نیزے اور تیغ خوں چکاں
لَمَّا رَاَوْکَ صَرِیعًا وَھْوَ یَبْتَہِلُ
جب پڑا دیکھا زمیں پر شاہ کو زاری کناں
اَیْنَ الحُمَاۃُ الَّتِی تُحْمٰی بِہَا الدُّوَلُ
ہائے ہائے ملک دولت کے نگہباں ہیں کہاں
لَمَّا اَتَتْکَ سِہَامُ المَوْتِ تَنْتَضِلُ
جب لگے تیر اجل تم پر برسنے ناگہاں
عَنْکَ المَنِیَّۃَ اِذْ وَافٰی بِکَ الاَجَلُ
وائے ناکامی نہ کچھ کام آسکے گبرو جواں
وَلَا الرُّقٰی نَفَعَتْ فِیہَا وَلَا الحِیَلُ
کوئی منتر کوئی حیلہ چل نہیں سکتا یہاں
بَلْ سَلَّمُوکَ لَہَا یَا قُبْحَ مَا فَعَلُوا
چھوڑ کر دستِ اجل میں چل دیئے سب مہرباں
وَلَا یَطُوفُ بِہٖ مِنْ بَیْنِہِمْ رَجُلُ
شمع بھی افسوس تربت پر نہیں ہو سوز خواں
وَکُلُّہُمْ بِاقْتِسَامِ المَالِ قَدْ شُغِلُوا
مال کی تقسیم میں مشغول ہیں پیر و جواں

...ت بھی درج کردیں امید ہے کہ ناظرین اس مضمون سے بہت کچھ فائدہ حاصل کرینگے۔

زمانہ قدیم میں یمن کا ملک سرسبزی و شادابی میں وہ درجہ رکھتا تھا جو آج بڑے سے بڑے متمدن ملکوں کو نصیب نہیں ہے۔ اسمیں نہایت خوبصورت اور دلربا شہر آراستہ اور عالیشان قصر و محلات موجود تھے صنعا بھی ملک یمن کا ایک خوش منظر شہر تھا جو سرسبزی و شادابی عالیشان عمارات خوش وضع مکانات اور ہر قسم کے دلفریب مناظر و محاسن کے لحاظ سے دمشق کی نظیر سمجھا جاتا تھا۔ اُسکی آب و ہوا ایسی صحت بخش اور خوشگوار تھی کہ موسم سرما میں اگرچہ سردی سخت ہوتی تھی مگر ایسی راحت رساں کہ کسی کو کسی قسم کی بھی تکلیف اُس سے نہ پہنچتی تھی اُسکے باشندے لباس وغیرہ امور کے اعتبار سے نہایت تنعم میں گذارتے تھے۔

قصر غمدان بھی ملک یمن کی کمال صناعی کا ایک بے مثل نمونہ تھا۔ یہ محل قحطان جد امجد اہل یمن کے بیٹے ازال کی زیر نگرانی تعمیر ہوا تھا۔ یہ قصر بیس منزل کا بنایا گیا تھا۔ ہر ایک منزل کا ارتفاع بیس ذراع یعنی بقدر دس گز معماری کے تھا اور سب سے اوپر کی منزل موٹے اور دلدار آئینوں سے مسقف کی گئی تھی اس قصر میں سو کمرے تھے۔

یہ ایک قصر کا حال ہو جسکی وسعت اور تکلفات کا اندازہ اس مختصر بیان سے ہو سکتا ہو اسکے علاوہ اور بھی بہت سے مشہور اور عالیشان قصر محلات اور قلعے تھے جنکی عظمت و خوبصورتی کے افسانے زبانوں پر جاری اور صفحات تاریخ میں درج ہیں مگر ہم اُنکا بیان کر کے طول دینا نہیں چاہتے۔

سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان یمن کا سب سے پہلا بادشاہ گذرا ہے اُسنے چار سو چوراسی سال سلطنت کی ہے۔ اُسکا اصلی نام عبد شمس تھا مگر چونکہ اُسنے اقوام عرب میں غلامی کا طریقہ جاری کیا اسلئے اُسکو سبا کا لقب دیا گیا اور اُسکی شہرت اس لقب کے ساتھ ایسی ہو گئی کہ اصلی نام گویا فراموش ہو گیا۔

مورخین اور بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ سبا مسلمان تھا اور وہ اپنے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ہزاروں برس پہلے ہی آپ پر ایمان لے آیا تھا اُسکی طرف جو اشعار منسوب ہیں اُس میں صاف صاف اقرار کرتا ہے۔ ان اشعار میں اوّل حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ بلقیس کا واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کے ساتھ ہوا ہے

...ملک بعدہ ابنہ سلیمان علی بنی اسرائیل وکان ابن ثلاث عشر سنۃ وآتاہ اللہ الملک والنبوۃ وسأل اللہ ان یؤتیہ ملکا لا ینبغی ... فاستجاب لہ وسخر لہ الانس والجن والشیاطین والطیر والریح فکان اذا خرج من بیتہ الی مجلسہ عکفت علیہ الطیر وقام لہ الانس ...

مطلب یہ ہے کہ قوم سبا کے لئے خاص اُن بستیوں اور وطن میں خدا تعالیٰ کی قدرت اور غیر متناہی نعمتوں کی عجیب نشانی تھی۔ اُنکے گرداگرد داہنے اور بائیں باغوں کی قطاریں تھیں اُنکو عام اجازت اور ہماری طرف سے بطور امتنان یہ حکم تھا کہ تم کو جو انواع و اقسام کی نعمتیں دی گئی ہیں۔ اُنکو بے تکلف کھاؤ اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو۔ اُنکا شہر جسمیں وہ رہتے تھے ایک شہر تھا نہایت پاک و صاف ہر قسم کی تکالیف اور موذیات سے خالی۔ اور رب تھا مغفرت کرنیوالا لیکن اُنہوں نے شکر گذاری اور اطاعت سے انکار کیا۔ بجائے شکر گذاری کے مرتکب کفرانِ نعمت ہوئے تو ہم نے اُنپر سخت اور برباد کن رو کو مسلط کر دیا اور اُنکے سرسبز و شاداب باغوں کے عوض میں دو باغ دیئے گئے جنکے پھل کڑوے بدمزہ تھے اور جنمیں کچھ تھوڑے سے درخت بیری کے تھے۔ یہ سزا اُنکو کفرانِ نعمت کی دی گئی اور ہم ناسپاسوں ہی کو ایسی سزا دیتے ہیں۔ اہلِ سبا پر ہمارے انعام اسی حد تک ختم نہیں ہو گئے تھے۔ بلکہ ہمنے راحت اور آسانی سفر کیلئے اُنکے اور ملک شام کی درمیانی مسافت میں قریب قریب مسافت معین پر گاؤں اور منزلیں بنا دی تھیں جسکی وجہ سے وہ رات اور دن امن و اطمینان کے ساتھ سفر کرتے تھے لیکن اُنہوں نے اس نعمت کی بھی قدر نہ کی بلکہ دعا کی کہ الٰہی ہمارے سفر کی منزلوں میں دوری پیدا کر دے۔ کیونکہ سفر کا لطف بھوک اور پیاس ہی میں حاصل ہوتا ہے اور ایسی خواہش کر کے اُنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ ہمنے اس ناشکر گذاری کی سزا میں اُنکو ایسا تباہ و برباد کر دیا کہ لوگوں کی زبانوں پر صرف اُنکی کہانیاں باقی رہ گئیں اور وہ متفرق و پریشان کر دیئے گئے اور تمام واقعہ میں صبر کرنیوالوں کے لئے بڑی بڑی علامات اور نشانیاں ہیں۔"

آیات مذکورہ بالا میں قوم سبا کے حالات آبادی کے بعد بربادی، اتمام نعمت کے بعد ناسپاسی اور اُسکی سزا کا اجمالاً بیان ہوا ہے مگر جس انداز سے ہوا ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ دنیا کے عجیب ترین واقعات میں سے ہے اب ہم اُسکی تفصیل مورخین و مفسرین کے اقوال سے منتخب کر کے لکھتے ہیں۔

اور بے عقل ہو مجھکو مجبور بھی کرتے ہو اور میری اطاعت بھی نہیں کرتے۔ اسپر سب نے عہد کرلیا
کہ ہم ضرور فرمانبرداری کرینگے۔ تب ملکہ نے پھر کاروبار سلطنت کو سنبھالا۔ اور دو پہاڑوں کے درہ
کو جسکا طول تین میل اور چوڑائی بھی تین میل تھی بڑی بڑی چٹانوں سیسے اور لوہے کے ذریعہ
سے جوڑکر آہنی سد بنادی اور تمام ندی نالوں کے پانی کو باختیار خود بہنے سے روکدیا۔ اس دیوار
میں تین تین دروازے اوپر نیچے ایسے قاعدے اور حساب سے قائم کردیئے کہ جب چاہا دروازہ کھولدیا
اور جب چاہا بند کردیا۔ اور نیچے ایک بہت بڑا حوض بنادیا پہلے سب سے اوپر کا دروازہ کھولا جاتا
تھا اور جب تک پانی اونچا رہتا اُس دروازہ سے حوض میں آتا۔ اور جب نیچا ہوجاتا دوسرا دروازہ
کھول دیا جاتا۔ علیٰ ہذا پھر ضرورت ہوتی تو تیسرا کھولا جاتا۔ مگر اسکی نوبت غالباً کم آتی تھی کیونکہ
پانی اس کثرت سے ہوتا تھا کہ اُس کے کم ہونے سے پہلے دوسری برسات آجاتی تھی۔
مورخین اور مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ تین دروازے اوپر نیچے بنائے تھے لیکن یہ امر قرین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۸) جہاں ایک عورت حکمران ہے جس کے پاس تمام لوازم سلطنت اعلیٰ درجہ کے موجود ہیں
اور نہایت عظیم الشان تخت شاہی پر۔ مگر بایں ہمہ بجائے شکرگذاری کے کفر میں مبتلا ہے۔ وہ اور اسکی تمام فوج
آفتاب کی پوجا کرتی ہے اور میری غرض اس عرض سے یہی ہے کہ وہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوجائے۔ آپنے سنکر فرمایا
کہ ہم اسکی تصدیق کرینگے۔ یہ ہمارا خط لیجاکر اُسکے پاس ڈالدے۔ دیکھیں وہ کیا جواب دیتی ہے۔ ہدہد نے خط لیجاکر ڈالدیا
بلقیس نے اپنے اعیان سلطنت کو جمع کرکے سُنایا کہ یہ خط حضرت سلیمان کا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ تم مسلمان ہوکر فوراً
یہاں حاضر ہوجاؤ۔ اب تم سب مجھے اس بارہ میں مشورہ دو کیا کروں۔ سب نے کہا ہم بڑی قوت اور شوکت والے ہیں
ہم خوب مقابلہ کرینگے لیکن کرینگے وہی جو تمہاری رائے ہوگی۔ ہم سب مطیع ہونگے۔
ملکہ نے کہا بادشاہ جب کسی شہر کو فتح کرتے ہیں تو اُسکو ویران کردیتے اور وہاں کے معززین کو ذلیل وخوار
کردیتے ہیں۔ میں ایک تدبیر کرتی ہوں اُن کے پاس قیمتی ہدایا اور تحفے بھیجتی ہوں شاید وہ اس طرح نرم ہوجائیں
اور بغیر کسی جھگڑے کے مصالحت ہوجائے۔
یہ ہدایا حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں مال و دولت
کا طالب ہوں۔ میرے پاس اس سے بدرجہا زائد اور بہتر موجود ہے ان ہدایا کو واپس لیجاؤ۔ ہم ایسے عظیم الشان
لشکر سے چڑھائی کرینگے جسکی تاب مقاومت وہ نہ لاسکیں گے اور ذلیل کرکے اُن کو وہاں سے نکال دیں گے۔
ملکہ کے پاس یہ جواب پہنچا تو وہ سمجھ گئی کہ یہ بادشاہ نہیں ہیں بلکہ نبی ہیں ہم کسی طرح اُنکا مقابلہ نہیں کرسکتے
وہ معہ تمام اعیان سلطنت امراء وزراء اور لشکر کے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونیکے
لئے روانہ ہوئے۔ جب قریب پہنچگئے تو آپ کو اطلاع ہوئی آپ نے فرمایا کہ کون شخص بلقیس کے پہنچنے سے پہلے

(بقیہ بر صفحہ ۲۴۰)

[illegible] میں پانی [illegible] سکے۔ اور ظاہر ہے کہ پانی کی ایسی عجیب و غریب تقسیم جب [illegible] ملک بھر کو نہایت قرینے کے ساتھ مساوی بارہ حصّوں پر منقسم کیا گیا ہو۔ اور نہریں سے [illegible] حساب کے مطابق بڑے راجبہے اور اُس میں سے گولیں اور گولوں میں سے نالیاں اس قرینے سے [illegible] ہوں کہ ہر کھیت میں وقت واحد کے اندر پانی پہنچ سکے اور پھر ہر نہر کے اندر پانی اس حساب سے [illegible] گیا ہو کہ تمام چھوٹے بڑے راجبہے کھول دیئے جائیں تو سب کیلئے کافی اور ہر ایک میں بقدر اُس کے [illegible] اندازے کے جاری ہو سکے۔

یہ دیوار یا پانی کا بند جو ملکہ بلقیس نے بنایا تھا۔ اسی کو سدمارب کہتے ہیں۔ اکثر مورخین و مفسرین کا بیان ہے کہ سدمارب ملکہ بلقیس کے زمانہ میں اُسکے حکم سے تیار ہوئی۔ لیکن بعض دوسرے مورخین لکھتے ہیں کہ سدمارب خود سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی بنائی ہوئی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ لقمان بن عاد نے بنائی تھی جس میں پانی نکلنے کے تیس منفذ تھے اور بعض کہتے ہیں کہ قبائل یمینہ کے جد امجد قحطان نے اُس کو بنایا تھا۔

اس امر کا فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ فی الواقع کس نے بنایا تھا مگر حضرت عبداللہ بن عباس اور وہب سے یہی روایت ہے کہ بلقیس نے بنایا تھا۔ اور اس وجہ سے اس قول کو ترجیح دیجا سکتی ہے بہرحال کسی نے بنایا ہو مگر پانی کی اس عجیب و غریب تقسیم اور ہر وقت بلا دقت و مشقت دستیابی نے تمام ملک کو گلزار بنا دیا۔ باشندے نہایت خوشحالی اور اطمینان کی حالت میں بسر کرنے لگے۔ خدا تعالیٰ نے اُن پر اپنی نعمتوں کے دروازے کھولدیئے اُنکے ملک کو دنیا میں جنت کا نمونہ بنا دیا۔ انکی بستی کے دونوں جانبوں (شمال و جنوب) میں متصل اور متلاصق باغوں کی قطاریں چلی گئی تھیں۔ جانب شرق و غرب کو اس وجہ سے خالی چھوڑا گیا تھا کہ آفتاب کی گرمی اور دھوپ پہنچنے میں بعد اور رطوبت کے غلبہ کا اندیشہ تھا جسکی وجہ سے مزاجوں کے اعتدال اور جسموں کی صحت میں خلل پڑ جاتا۔ پھلوں اور میووں کی یہ کثرت تھی کہ ایک عورت اگر اپنے سر پر ڈلیا رکھکر اسطرح گذرے کہ ہاتھ کسی کام میں مشغول ہوں تو بغیر ہاتھ لگائے اور بغیر درخت کو ہلائے ہر قسم کے میووں سے اسکی ڈلیا بھر جاتی تھی میووں کی طلب اور تحصیل میں ذرا بھی حرکت اور جنبش کرنی نہ پڑتی تھی۔

[illegible] آب و ہوا ایسی فرحت بخش رُوح پرور اور صحت افزا تھی کہ کوئی موذی جانور۔ خواہ سانپ۔ بچھو

...ایک عین بالمعنی ... لئے تن تنہا بخوف وخطرات
... سی طرح مہینوں کی راہ کو باطمینان طے کرسکتا تھا۔

اسی طرح آرام وآسائش سے ایک زمانہ تک بسر کرتے رہے۔ مگر بالآخر دولت نعمت کا نشہ نیم
رہا اُنہوں نے ہر قسم کی بدمستیاں شروع کردیں ان انعامات خداوندی کو اپنا خانہ زاد اور
اپنی ذات وملک کی خصوصیات یا اپنے کسب وکمالات کے ثمرات سمجھ کر خدا کو فراموش کر بیٹھے اور
بجائے شکر گذاری کفران نعمت کے مرتکب ہوتے بعض روایات کے مطابق ۱۳ نبی اُنکی ہدایات و
اصلاح کے لئے بھیجے گئے۔ مگر اُنہوں نے ایک نہ سُنی اور اُسی اپنے خیال خام پر جمے ہوئے ارتکاب
معاصی میں منہمک رہے اور اب ان بے انتہا اور بے مثل نعمتوں کے سلب اور زوال کا وقت آگیا۔

لیکن قبل اسکے کہ ہم اُنکی بربادی کے حالات کو بیان کریں ایک خلجان کو رفع کرنا مناسب سمجھتے ہیں
کلام الٰہی کے سیاق سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قوم سبا۔ ان لذائذ ونعماء خداوندی سے متمتع
ہونے کیساتھ ایک زمانہ دراز تک خدا تعالیٰ کی عبادت وطاعت میں مصروف اور اُسکی شکر گذاری
میں مشغول رہے کیونکہ جملہ رب غفور اسکا مقتضی ہے کہ اُنکی لغزشوں اور خطاؤں سے جو کسی منہمک
لذات یا مبتلاء تعلقات سے سرزد ہونا غیر اغلب نہیں درگذر کیا جائے اور جو نعمتیں اُنکو دی گئی ہیں
اُنپر دینی ودنیاوی مواخذہ نہ کیا جائے۔ اور یہ بغیر اسکے کہ وہ مومن ہوں ممکن نہیں ہے۔ علیٰ ھذا
فاعرضوا بھی اسی کو مقتضی ہے کہ اُنہوں نے کچھ عرصے بعد شکر گذاری سے اعراض وانکار کیا۔ اور
اسی کی تائید اُس جملہ سے ہوتی ہے جو ابن جریر نے ضحاک سے روایت کیا ہے۔

فمکثوا زمانا من الدھر ثم	(یعنی ایک زمانہ تک اسی حال میں رہے اور پھر اُس کے بعد
ثم عتوا وعملوا بالمعاصی	سرکشی شروع کرکے معاصی کے مرتکب ہوگئے۔

اور ملقیس جو بانی اس سد مارب کی ہے اُسکی نسبت کلام اللہ میں صاف موجود ہے کہ وہ
اور اُسکی قوم آفتاب کی عبادت کرتی تھی۔ لیکن اگر ہم اُن دوسرے اقوال کو ترجیح دیکر تسلیم کرلیں
کہ سد مارب کا بانی سبا بن یشجب یا لقمان یا قحطان تھے تب تو کچھ اشکال ہی نہیں کیونکہ یہ لوگ
مومن تھے۔ سبا کے اشعار تو ہم اوّل نقل کرچکے ہیں۔ جن سے اُسکا مومن ہونا معلوم ہوتا ہے
... حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور قحطان کی نسبت گو تصریح نظر سے نہیں

...ں ان کے تباہ ہونے کی یہ تدبیر کی تھی۔

...ایک روایت ہے کہ قوم سبا نے اپنے بے انتہا ترفہ و تنعم کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کی تکلفات ...یار کر رکھے تھے۔ انکی ایک عام نشست گاہ تھی جسمیں سنگ مرمر کا فرش لگا ہوا تھا۔ اس جگہ انکا ...ماع ہوتا تھا۔ ایک روز چند نصاریٰ وہاں پہنچے۔ انہوں نے انکی یہ حالت دیکھکر کہا کہ تم لوگ ...س ذات کی شکرگذاری اور عبادت کرو جس نے تم کو یہ تمام نعمتیں عطا فرمائی ہیں انہوں نے جواب ...ہم کو یہ نعمتیں کسی نے نہیں دیں۔ ہمنے جو کچھ پایا ہے وہ ہمارے باپ دادا کا متروکہ ہے۔ غرض ...ی نے اسکی بات پر کان نہ دھرا۔ مگر ذویزن اس مجلس میں موجود تھا وہ تاڑ گیا کہ یہ بات معمولی ...یں ہے۔ ان لوگوں نے جو کچھ کہا ہے اسکا نتیجہ نکلنے والا ہے اس نے اسی وقت یہاں سے ...لا وطن ہو جانیکا قصد کر لیا۔ اور اسکی تدبیر یہ نکالی کہ اپنے بیٹے سے کہا کہ کل بھری مجلس میں آکر تو ...یرے چہرے پر تھپڑ مارنا۔ اگر ایسا نہ کریگا تو میں تجھ سے عمر بھر کلام نہ کرونگا۔ بیٹے نے ایسا ہی کیا اسنے ...ہا میں ایسی سرزمین پر جہاں بیٹے نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہرگز رہنا نہیں چاہتا میں اپنی جائداد ...روخت کر ڈالنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے اسکو غنیمت سمجھکر تمام جائداد و مکانات خوب اچھے داموں خرید لیے ...ویزن وہاں سے رخصت ہو گیا اور اس کے بعد چوہوں نے سد کو تباہ کر دیا۔

ایک روایت قتادہ اور عکرمہ سے ہے اور اکثر مورخین نے اسی روایت کو قابل اعتماد قرار ...یا ہے جسکا حاصل باوجود جزوی اختلاف کے یہ ہے کہ عمرو بن عامر جو انصار مدینہ منورہ کے جد امجد ...تھے یا انکے بھائی عمران بن عامر۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کا یہ واقعہ ہے انکے پاس اسقدر ...فات اور جائداد تھی کہ کسی دوسرے کے پاس نہ تھی۔ یہ خود بھی کاہن تھے اور انکے یہاں ایک ...ورت تھی جسکا نام طریفہ تھا یہ عورت علم کہانت میں کمال رکھتی تھی اس عورت نے انکو اطلاع دی کہ ...اب ٹوٹکر سیلاب عظیم آنیوالا ہے جو ملک کو تباہ کر دیگا۔ اور اسکی علامت یہ ہے کہ اس میدان میں ...سد کے نیچے سے ایسے بڑے بڑے چوہے نظر پڑیں گے جو اتنی بڑی چٹانوں کو جنکو بہت سے آدمی ...ی ملکر نہیں ہلا سکتے اٹھا کر پھینکدیں گے۔ یہ سنکر وہ اپنے خواص میں سے چند لوگوں کو لیکر جنگل ...ں پہنچا تو دیکھا کہ واقعی ایک چوہا اتنے بڑے پتھر کو جسکو سو آدمی نہیں اٹھا سکتے سد میں سے نکالکر ...ھکیلتا ہے یہ دیکھکر اس نے اپنے کنبہ کے تمام سمجھدار لوگوں کو جمع کر کے یہ حال بیان کیا اور کہا کہ

...انت مساکن الازد بمارب من الیمن الی ان اخبر الکہان عمرو بن عامر ان سیل العرم یخرب بلادہم ویغرق اکثر اہلہا فعقد عقدہم ...الیہم فلما علم ذالک عمرو باع مالہ من مال وعقار وسار عن مارب ہو ومن تبعہ ثم تفرقوا فی البلاد فسکن کل بطن ناحیۃ منہا ورہا فسکنت

لیکن ۔۔۔ لوگوں نے جو دینِ حق کے متبع اور علمِ کتاب
۔۔۔ والے ذویزن کی مجلس میں وہ گفتگو کی جو ہم اوپر نقل کر چکے ہیں تو اگرچہ اُس
۔۔۔ کے ٹوٹنے یا چوہوں کے ذریعہ سے ایسی سخت آفت آنیکا تذکرہ نہ تھا مگر اُنکے اندازِ بیان
۔۔۔ کلام سے ذویزن پر فوری اثر ہوگیا اور وہ سمجھ گیا کہ یہ کوئی ہونیوالی بات ہے اور جو خیال علم طور
۔۔۔ تھا ذویزن کے نزدیک اب درجۂ تیقن کو پہنچگیا۔ اور چونکہ مسیحی علماء کی گفتگو میں کوئی ایسی بات
۔۔۔ ہے کسی کو کھٹکا ہوتا اسلئے اُسکا چرچا بھی نہ ہوا۔ اور ذویزن بھی عمران کی طرح اپنی جائداد وغیرہ
۔۔۔ ت کر کے مارب سے ہجرت کر گیا۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عمران کا واقعہ حضرت مسیح علیہ السّلام سے
۔۔۔ کا ہے ذویزن کا قصّہ مارب کی بربادی سے قریب کا۔ اس طرح تینوں روایتیں جمع ہو جاتی ہیں
۔۔۔ کا باہمی تعارض باقی نہیں رہتا۔

الغرض عمران تو اپنے خاندان کو ساتھ لیکر وہاں سے رخصت ہو گئے اور چوہوں نے اُس
۔۔۔ ن التسخیر دیوار میں ایسے شگاف ڈالدیے کہ پانی نے اپنا راستہ کر لیا اور اس زور سے سیلاب آیا
۔۔۔ م باغات مکانات۔ زراعات تباہ ہو گئے۔ زمین قابلِ کاشت نہ رہی۔ ہر جگہ ریت کے تودے
۔۔۔ ئے۔ اُن سرسبز اور فرحت بخش باغوں کی جگہ نکمے اور ناقابل کار درخت رہ گئے اور جو لوگ کہ اُسوقت
۔۔۔ موجود تھے وہ ایسے متفرق ہوئے کہ جس کو جہاں موقع ملا وہاں چلا گیا۔ اور اُسوقت سے آجتک
۔۔۔ میں سبا کی بربادی و تباہی بطور ضرب المثل کے ہے۔ وہ کسی قوم کی بربادی کا نقشہ کھینچنا چاہتے
۔۔۔ تو کہتے ہیں تفرقوا ایادی سبا۔ ایادی کے معنی ہیں اولاد کے مطلب یہ ہے کہ مثل اولاد سبا کے
۔۔۔ ق ہو گئے۔ ایک اسلامی شاعر کثیر عزہ اپنی محبوبہ عزہ کو خطاب کر کے کہتا ہے ؎

۔۔۔ سَبَا یَا عِزَّ مَا کُنْتُ بَعْدَکُمْ	فَلَمْ یَحْلُ بِالْعَیْنَیْنِ بَعْدَكِ مَنْظَرُ

۔۔۔ جبتک میں تمسے دور رہتا ہوں مثل اولاد سبا کے پریشان رہتا ہوں اور کوئی خوشگوار منظر آنکھ کو تمہیں بھلا نہیں معلوم ہوتا

خدا تعالیٰ نے قوم سبا پر اپنے خاص انعام مبذول فرمائے۔ اور قدرت کے وہ کرشمے دکھلائے
۔۔۔ ک اور کوئی قوم اُنکی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی تھی اُنکے باغ جنّت کے باغوں کے مشابہ
۔۔۔ سرزمین ایسی پاک و صاف بنائی گئی تھی کہ اُسکو جنّت کا ٹکڑا کہنا زیبا تھا مگر جب تباہی کا وقت
۔۔۔ بھی قسمت کا تماشا دکھلایا گیا۔ وہ دیوار جسکا عرض ایک فرسخ یعنی تین میل ہے جسمیں ۔۔۔

۔۔۔ اذا ما ۔۔۔ ایادی سبا ۔۔۔ قول کثیر ایادی سبا یا عز ما کنت بعدکم ۔ فلم یحل بالعینین

...ان ... حرم مکی کی طرف متوجہ ہوئے۔ مکہ معظمہ میں پہلے قوم جرہم آباد تھی اور
... قوم ... جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے وقت یہاں آکر آباد ہوئی تھی۔ لیکن یہ قوم سرکشی اور طغیان
... حد سے تجاوز ہو گئی تھی۔ بیت اللہ کی تعظیم اور حرمت اُنکے دلوں میں باقی نہ تھی اُنہیں میں کے
... مرد نے جس کا نام اساف تھا اور ایک عورت نے جسکا نام نائلہ تھا خاص بیت اللہ کے اندر
...نا کیا تھا جس کی سزا میں وہ مسخ ہو کر پتھر بن گئے اور انہیں عذاب الٰہی کی زندہ تصویر کو زمانہ دراز
...کے بعد عمرو بن لحی نے معبود بنا کر تمام اقوام عرب کا خدا بنا دیا تھا۔

خدا تعالیٰ کو منظور ہوا کہ قوم جرہم کا حرم سے اخراج کیا جاوے اُس کا یہ سامان ہوا کہ ثعلبہ معہ
...پنے متعلقین کے وہاں آباد ہوئے۔ اور یہ قوم خزاعہ کے نام سے معروف وموسوم ہو گئی۔ خزاعہ جب
وہاں جاکر جم گئے تو اُنہوں نے جرہم کے ساتھ سخت معرکہ آرائیاں کیں۔ اُن کو حرم سے حل کی طرف
نکالدیا۔ اور خود حرم پر قابض اور متمکن ہو گئے۔ قوم جرہم یہاں سے ویران ہو کر جگہ جگہ مارے ماری
پھرے۔ اور بالآخر اُنکی نسل منقطع ہو گئی۔ اور آج دنیا اُن کے وجود سے خالی ہے مگر جرہم کو کعبہ
سے جلاوطن ہو کر انعاماتِ خداوندی کی قدر یاد آئی اپنی بدافعالیوں پر پشیمان ہوئے۔ چنانچہ
اُن کا شاعر حسرت ویاس کے ساتھ کہتا ہے ؎

کَاَن لَّمْ یَکُنْ بَیْنَ الْحُجُوْنِ اِلَی الصَّفَا	اَنِیْسٌ وَّلَمْ یَسْمُرْ بِمَکَّۃَ سَامِرٌ

گویا کہ حجون اور صفا کے درمیان کوئی آدمی تھا ہی نہیں۔ اور مکہ میں کسی نے رات کو بیٹھ کر باتیں کی ہی نہیں

بَلٰی نَحْنُ کُنَّا اَھْلَھَا فَاَبَادَنَا	صُرُوْفُ اللَّیَالِیْ وَالْخُطُوْبُ الزَّوَاجِرُ

کیوں نہیں ہمیں تو وہاں کے ساکن تھے۔ ہمیں کو گردش زمانہ اور حوادث عظیمہ نے تباہ کیا ہے

وَکُنَّا وُلَاۃَ الْبَیْتِ مِنْ بَعْدِ نَابِتٍ	نَطُوْفُ بِذَاکَ الْبَیْتِ وَالْخَیْرُ ظَاھِرٌ

نابت کے بعد ہم ہی بیت اللہ کے متولی تھے۔ ہم ہی بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور ہر قسم کی خیر و برکت ظاہر تھی

جرہم کے بعد ایک زمانہ تک خزاعہ بیت اللہ کے متولی اور کارکن رہے لیکن انہیں میں کے
ایک بدقسمت نے جس کو ابو غبشان کہتے تھے بیت اللہ کو شراب کے ایک مشکیزے کے عوض دیدیا اور یہ
بھی وہاں سے رخصت ہوئے اور بیت اللہ کی تولیت قریش کے سپرد ہو گئی۔ عرب میں یہ منحوس
معاملہ بیع و شرا اور وہ بدقسمت شخص ضرب المثل بن گئے۔ کہا جاتا ہے۔

دنیا کے حالات ایک تماشہ گاہ کی طرح ہیں جسمیں ایک وقت پر ایسا
کرشمہ دکھایا جاتا ہے جس سے حاضرین محو حیرت رہ جاتے ہیں۔ لیکن تھوڑی دیر میں وہ پردہ
اٹھا دیا جاتا ہے۔ اور جو کچھ دیکھا تھا وہ خواب و خیال بنجاتا ہے۔ اُس کے بعد دوسرا سین سامنے آتا
ہے اُسکی بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ ہم جس وقت کوئی عجیب سے عجیب تماشہ دیکھیں تو ہم کو یہ خیال
نہ کرنا چاہئے کہ خوش قسمتی سے یہ ہمارا ہی حصّہ تھا۔ ہم سے پہلے جو گذر چکے ہیں وہ اس سے محروم تھے
ممکن ہے کہ اس بعد کے تماشہ میں کوئی جدت ہو لیکن یہ بالکل واقع اور نفس الامری بات ہے کہ
پہلا تماشا اس سے ہزار گنا زیادہ بہتر اور نفیس گذر چکا ہو تو جائے تعجب نہیں ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ
تماشہ گاہ میں ہمیشہ نئے ہی تماشے ہوتے رہیں بلکہ ایک تماشے کو کئی دفعہ دُہرایا جاتا ہے۔ اگرچہ کسی
دُہرائے ہوئے تماشے کو سب سے آخر دیکھنے والا یہ سمجھ سکتا ہے کہ میرے سوا اُس کو کسی نے
نہیں دیکھا مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔

دنیا میں ہزاروں تماشے ہوئے۔ اور پردۂ عدم میں چھپ گئے۔ لاکھوں کھیل بنے اور بگڑ گئے
اگر آثار قدیمہ کے متلاشی کوہ و صحرا اور ہولناک میدانوں کی خاک چھان کر کھوج نہ نکالتے یا تواریخ سے
ہم کو اُنکا پتہ نہ لگتا یا کتبِ سماوی میں ایسے حالات کی طرف اشارہ نہ ہوتا تو یقیناً کوئی شخص ایسے
دور از قیاس واقعات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا اور جس طرح ریل تار وغیرہ کی ایجاد سے پہلے کوئی
شخص اُنکو مان لینے کی وجہ سے قابلِ مضحکہ بن سکتا تھا۔ اسی طرح اُنکے تسلیم میں بھی اُنکو مجنون و
کم عقل کا خطاب دیا جاسکتا تھا مگر مشکل یہ ہے کہ دنیا کے پردہ پر ضعیف الخلقت انسان کے ہاتھ
سے جس قدر عجائب مقدوراتِ الٰہی کا ظہور ہو چکا ہے اب اُن سے کلیتہً انکار کی گنجایش نہیں
رہی۔ گو کسی ایک واقعہ کے خاص اسباب سے تکذیب کر دینا ممکن ہے۔

آج تہذیب و تمدن کا زمانہ ہے صنعت و ایجاد معراجِ کمال پر پہنچے ہوئے ہیں فوٹوگراف
ٹیلیفون۔ ہیلوگراف۔ تار وغیرہ ہزارہا ایجادات ایسی ہیں کہ اگر اُنکے موجد دعوۂ نبوت کرکے اُنکو
اپنے معجزہ میں پیش کرتے تو بہت سے کم عقل حقیقت ناشناس۔ تاثیراتِ اشیاء خواص عناصر سے
ناواقف۔ علم طبقات الارض سے جاہل ایمان لانے کو تیار ہو جاتے۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ جو اکتشافات
ظہور پذیر ہوئے وہ سب جدید ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ بعض اکتشافات جدید بھی ہوں لیکن ساتھ ہی یہ بھی

...ساتویں ہی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا مسخر کردی
...جہاں کہیں گفتگو کرتا ہُوا اُسکو پہنچادیتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہوا میں آواز محفوظ رکھنے کی
...ت موجود ہے۔ بات حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے خصوصیات میں سے تھی کہ بلا کسی آلہ اور ذریعہ کے آواز
...نزدیک کی محفوظ پہنچ جاتی تھی۔ مگر یہ ضرور ہے کہ اہل علم ودانش کو اُس علم نبوت سے جو حضرت سلیمان
علیہ السلام کو عطا ہوا تھا اُس کے اُصول ضرور معلوم ہوگئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُن اُصول سے کام بھی
...لیا گیا ہو۔ مگر اب وہ بھی زمانہ کے ہزارہا عجائب کے ساتھ نسیاً منسیاً ہوگئے ہوں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دُنیا کے صفحات پر قدرت کی عجائب گلکاریاں جو نظر آرہی ہیں اور اُنسے
قدرت خداوندی کے عجائب راز آشکارا ہورہے اور ہوتے جاتے ہیں۔ اگرچہ اُنکی نوعیتیں او صورتیں
بھی متغیر اور مبتدل ہوں اور اگرچہ اُن میں بعض صورتیں بالکل نئی بھی ہوں مگر دنیا کی آبادی سے
اسوقت تک جسقدر آثار قدرت منصۂ ظہور پر جلوہ گر ہوچکے ہیں اُنمیں یقیناً بہت سی باتیں ایسی تھیں
جو باوجود ہزار کوشش وجانکاہی ابتک کسی کو نصیب نہیں ہوئیں اور بعض ایسی ہیں جنکو ہم جدید
سمجھتے ہیں مگر حقیقت میں وہ جدید نہیں ہیں۔ اور بعض جدید ایسی بھی ہیں جنکی طرف ابتک کسی کی
فہم کی رسائی نہیں ہوئی ہو۔ گو اُصول اُنکے اکتشاف واستخراج کے موجود تھے اور خدا تعالیٰ کی وسیع
قدرت اور بے انتہا خزائن معلومات کا اقتضاد بھی یہی ہے کہ کسی قوم اور کسی زمانہ پر اُسکو تمام نہیں کردیا گیا

کم ترك الاوّل الآخر | پہلے پچھلوں کے لئے کس قدر چھوڑ گئے۔

زمانہ موجودہ میں علم وفن۔ صناعت وایجادات منتہائے کمال کو پہنچا ہوا ہے ایک سے ایک اعلیٰ
ایجاد سامنے آکر محو حیرت بناتی رہتی ہے جس فن کو دیکھئے اُسکو معراج کمال تک پہنچادیا ہے۔ فن انجنیری
تعمیر آبپاشی ہر ایک کی یہی حالت ہے۔ مگر انصافاً دیکھئے کہ سد مآرب کے بنانے میں انجنیر اور معماری کا جو
کمال دکھلایا گیا اُس کا ادنیٰ نمونہ بھی اس ترقی یافتہ زمانہ میں کوئی نہیں دکھلاسکا معلق پل بنائے
عالیشان مکانات اور قلعے تعمیر کئے۔ مگر بلقیس کی طرح سد مآرب سے آدھا بند بھی بنایا گیا
اور کیا قصر غمدان جیسا کوئی قصر بھی اس وقت موجود ہے؟

بلقیس نے پانی کے نکالنے کیلئے جن ہندسہ وریاضی کے قواعد سے کام لیکر اُسکو بالکل اپنے قابو
...زمانحال کے ماہران فن اس سے زیادہ کرکے نہیں دکھلاسکے۔ اور آبپاشی کیلئے جو طریقے اور قواعد اُس نے

[illegible] خیر ہے جسمیں شر کا بھی شائبہ نہیں ہے شر کی طرف مفضی نہیں
اور [illegible] کا نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ ایمان خالص اور معرفت حقیقی جسمیں ادنیٰ شائبہ کدورت
[illegible]یت نافرمانی وناسپاسی کا نہ ہو۔ کبھی منجر انجام بد کی طرف نہیں ہوتی۔ علیٰ ہذا شر محض جو
[illegible] شر ہے مثمر خیر وبرکت نہیں ہوتا۔ حقیقی کفر پر نجات مرتب نہیں ہوتی۔ البتہ حقیقی ایمان کے
[illegible]ھ کچھ عارضی کدورت معاصی وبداعمالی جمع ہوجائیں تو اُسی قدر بُرا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے لیکن
[illegible]یقی ایمان اُس کو نجات کے ٹھکانے پر پہنچا کر رہتا ہے۔
کفر حقیقی کیساتھ اخلاقِ حسنہ۔ نیکوکاری۔ حُسن معاملات جمع ہوجائیں تو اسی قدر حصّہ
[illegible]کو بھلائی کا ملسکتا ہے جتنی کہ عارضی اور بالائی خوبیاں تھیں مگر حقیقی نجات اسکو میسّر آئیگی
اور کبھی ایک شے خیر ہوتی ہے۔ لیکن حدودِ فعلیتہ سے متجاوز ہوکر وہ شے خیر نہیں رہتی۔
جسقدر متجاوز ہوتی ہے اُسکی خیریت میں کمی آجاتی ہے۔ مثلاً رحمت وغضب دونوں بجائے خود
[illegible]ے اپنے موقعہ پر محمود ہیں اور اسی لئے صحابہ کی شان میں اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ
[illegible]مایا گیا اور مومن جب تک اُسمیں یہ دونوں صفتیں موجود نہ ہوں مومن کامل نہیں ہے۔ لیکن اگر شدۃ
[illegible]سے متجاوز ہوجائے یا رحمت ہی رحمت کا غلبہ ہوجائے اور شدۃ معدوم یا ضرورت کے موقعہ پر بھی
[illegible]آمدنہ ہو تو جس درجہ یہ صفات مغلوب یا معدوم ہوجائیں گی ان محمودہ صفات پر نتائجِ بد مترتب
[illegible]تے جائیں گے۔ بعض سلاطین وُلاۃ امر علماء کی غایت نرمی اور درگذر سے بدنتائج کا پیدا ہوجانا
[illegible] انجام کار فتن عظیمہ کا آشکارا ہوجانا اسی وجہ سے تھا۔ اور بعض مسلمان بادشاہوں کی جباری
[illegible]شدت سے انواع واقسام کی خرابیاں دین ومذہب میں پڑجانا اسی کا ثمرہ ہے۔
اور کبھی ایک شے بظاہر شر ہوتی ہے لیکن اُس کے مرتکب کی نیت بخیر اور مطمح نظر کوئی
[illegible]م اور ارفع مقصود ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں اُسپر اگرچہ ظاہراً ایسا ثمرہ مترتب ہوتا ہے جسکا عنوان
[illegible]ندیدہ نہ ہو۔ لیکن حقیقۃً وہ خیر ہوتا ہے اور اُسکا مرتکب جیسا مقرب بارگاہِ الٰہی تھا ویسا ہی رہتا ہے۔
حضرت آدم علیہ السّلام نے جنت میں شجرہ کو تناول فرمایا۔ جو ارشادِ خداوندی کے خلاف تھا
[illegible] آپکی غرض اس تناول سے کسی خواہش نفسانی کو پورا کرنا نہ تھا۔ بلکہ رضائے باری تعالیٰ اور
[illegible]ت کی دائمی نعمت مطلوب تھی کیونکہ جنت میں بڑی نعمتیں رضاء الٰہی اور رویۃ حق ہیں۔

...اللہ تعالیٰ بما یفتح ... لکم ... رجل یا رسول اللہ او یاتی الخیر بالشر فسکت حتی ظننا انہ ینزل علیہ قال فمسح عنہ الرحضاء فقال این السائل وکانہ حمدہ فقال انہ لا یاتی الخیر بالشر وان مما ینبت الربیع ما یقتل حبطا او یلم الا آکلۃ الخضر اکلت حتی امتدت خاصرتاھا استقبلت عین الشمس فثلطت و بالت ثم عادت واکلت وان ھذا المال خضرۃ حلوۃ فمن اخذہ بحقہ و وضعہ فی حقہ فنعم المعونۃ ھو ومن اخذہ بغیر حقہ کان کالذی یاکل ولا یشبع ویکون شہیدا علیہ یوم القیمۃ متفق علیہ (مشکوٰۃ باب الرقاق)۔

تمہارے اوپر کھول دی جاویگی۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا خیر اور بھلائی سے بھی شر یا برائی پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ نے یہ سنکر کسی قدر سکوت فرمایا جس سے ہم سمجھ گئے کہ وحی نازل ہو رہی ہے تھوڑی دیر میں چہرہ مبارک سے پسینہ صاف کرکے فرمایا سائل کہاں ہے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ اس سوال سے مسرور ہوئے اور جواب میں ارشاد فرمایا کہ خیر سے شر پیدا نہیں ہوتا موسم ربیع میں اعلیٰ اور عمدہ سبز گھاس پیدا ہوتی ہیں جنکے بکثرت چرنے سے جانور مرجاتے یا قریب مرگ ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ جانور جو حد اعتدال کے اندر سبزہ کھائے اور دھوپ میں بیٹھکر جگال کرنا شروع کرے ہضم ہوجانے پر گوبر اور پیشاب کرے۔ اور جب حاجت ہو پھر کھائے۔ یہ مال و متاع بھی ایسی ہی خوشگوار اور دل کو لبھانیوالی چیز ہے۔ جو شخص اُسکو جائز طور پر حاصل کرے اور موقع پر خرچ کرے تو وہ نہایت مفید اور معین علی الخیر ہے۔ اور جو ناجائز طور پر حاصل کرے اُسکی مثال ایسے شخص کی ہوگی جو برابر کھاتا ہے اور اُسکا پیٹ نہ بھرے۔ اور یہ مال قیامت کے دن اُس کے مقابلہ میں گواہ بن کر آئے گا۔

سائل کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ جب مال بذریعہ حلال حاصل ہوا تو اُسمیں اندیشہ کرنیکی بظاہر کوئی وجہ نہیں ہے اور اس سے بدنتائج پیدا ہونیکا خوف سمجھ میں نہیں آتا۔ اس بناپر اُنھوں نے یہ استعجاب ظاہر کیا
او یاتی الخیر بالشر۔ کیا خیر سے شر پیدا ہو سکتا ہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد نے صرف اس سوال ہی کا جواب عنایت فرمایا بلکہ حقیقت میں اُس کے قواعدِ کلیہ تبلادیئے۔ یہ تو صراحتہً ہی ارشاد فرمایا کہ خیر سے شر

[illegible] ملتفتة واليه [illegible] في استقبال عين الشمس۔	کرکے جو قناعت پر دال ہیں اسکا تدارک کر لیتا ہے اور اس تدارک ہی کی طرف اشارہ ہے۔ اس لفظ میں کہ وہ جانور آفتاب کی طرف مُنہ کر لیتا ہے۔

الغرض مضمون حدیث سے صراحتہً اور اشارۃً یہ چند اُمور تو معلوم ہو گئے کہ خیر محض منتج شر نہیں ہوتی خیر میں اگر اعتدال سے تجاوز ہو جاتے تو نتیجہ بد مرتب ہو جاتا ہے اور اگر تجاوز عن الاعتدال کا تدارک کر دیا گیا تو وہ اندیشہ رفع ہو جاتا ہے۔ لیکن تھوڑی تامل سے باقی وہ صورتیں بھی جو ہم نے عرض کی ہیں اس سے مستنبط ہو جائیں گی۔

اور جب خیر کی یہ حالتیں ثابت ہو گئیں تو شر کی حالتوں کا قیاس اسپر صحیح ہو گا اور کسی عاقل کو اُسمیں تامل و تردد کا موقع نہ ہو گا خصوصاً جب نظائر و شواہد سے ہم اُسکو محقق کر چکے ہیں

خیر و شر کی اس مختصر تحقیق کے بعد اصلی مدعا کی طرف عود کرتا ہوں۔

قوم سبا کفرانِ نعمت۔ ناسپاسی۔ طغیان و سرکشی کی سزا میں ویران و برباد ہوئی۔ جلاوطن ہوئی۔ وطن مالوف سے اُجڑی۔ اور بہت سے خاندانوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

عمران بن عمرو بھی اُسی قوم میں کا ایک فرد اور اُن ناشائستہ افعال میں سب کا شریک حال تھا مگر اتنا فرق تھا کہ کاہن کے اقوال یا کسی اور ذریعہ سے اُس کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ قوم سبا ساری کی ساری تباہ اور اُن کی نعمت و دولت زائل ہونیوالی ہے۔ وہ عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے وقوع حادثہ سے برسوں پہلے ریاست و حکومت۔ دولت و ثروت۔ ناز و نعمت سب کو بخوشی خاطر چھوڑ کر چلا گیا۔ اور اُس نے اور اُسکے اقربا نے اپنی اپنی پسند کیموافق ٹھکانے بنائے اور جہاں کسی کو موقع ملا آباد ہو گئے۔ جلاوطنی میں اُسکی یہ پیش قدمی جس کا منشاء عذاب الٰہی سے بچنا اور محفوظ رہنا تھا ثمر خیر و برکت ہو گئی۔ عمران کا بھتیجہ ثعلبہ مدینہ منورہ میں آباد ہوا اور اُسکے بیٹے حارثہ کے دو بیٹے اوس و خزرج پیدا ہوئے یہی اوس و خزرج ہیں جنکی اولاد میں انصار مدینہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کرکے اپنا نام انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فہرست میں لکھوایا ہے اور اسطرح سبا کی بربادی کا یہ عمدہ اور بہتر نتیجہ نکل آیا جسکو خدا تعالیٰ کی مکنونات قدرت کی شرح کہا جائے تو سراسر بجا ہے۔

مدینہ منورہ میں انصار سے پہلے یہود آباد تھے اور جہانتک تواریخ ہماری رہبری کرتی

کی وجہ سے منکر اور قابل ہو گئے۔

کلام اللہ سے بھی اس مضمون کی تصدیق ہوتی ہے۔ ارشاد ہے۔

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا به فلعنة اللہ علی الکافرین۔

پہلے تو خدا تعالیٰ سے مشرکوں پر فتح چاہتے تھے کہ نبی آخر الزماں کو پیدا فرما کر مشرکوں کو غارت کر دے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے جنکو وہ تورات کی علامات سے پہچانتے تھے تو از راہ حسد اُنکا انکار کرنے لگے خدا کی پھٹکار کافروں پر۔

تفسیر درمنثور میں بروایت ابن اسحاق وابن جریر وابن المنذر وابو نعیم وبیہقی عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری سے نقل کیا ہے وہ اپنے بعض بڑے بوڑھوں سے نقل کرتے ہیں کہ سارے ملک عرب میں ہم سے زیادہ کوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حال وشان کا واقف نہ تھا۔ ہمارے ساتھ یہود رہتے تھے۔ وہ اہل کتاب تھے اور ہم بت پرست تھے جب ہماری طرف سے کوئی رنج دہ بات یہود کو پہنچتی تو وہ کہا کرتے تھے کہ ایک نبی کا زمانہ بہت قریب آگیا ہے ہم اُنکے ساتھ ہو کر تم بت پرستوں کو عاد وارم کی طرح قتل کر ڈالیں گے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا۔ ہم متبع ہو گئے اور یہود اتباع سے انکار کر کے کفر وعناد پر مصر رہے۔ ہمارے اور یہود کے بارہ میں یہ آیۃ نازل ہوئی ہے۔

اوس وخزرج جو مدینہ میں آباد ہوئے وہ بھی اول سے یہ خیال دل میں لئے ہوئے تھے کہ نبی آخر الزمان خاص عرب میں معبوث ہونگے۔ غالب قیاس یہ ہے کہ یہ علم اپنے ساتھ لائے تھے جیسا کہ ہم اُنکے جدامجد سبا ابن یشجب ابن یعرب ابن قحطان کے تذکرہ میں لکھ آئے ہیں کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہوئے تھا۔ اُس کے اُن اشعار میں جو اوپر نقل کئے ہیں یہ تمنا موجود ہے کہ کاش وہ اُس وقت تک زندہ رہتا۔ اور آپ کی امداد ونصرت میں حصہ لیتا۔ اور پھر اپنی اولاد کو وصیت کر دی کہ جو اُنکا زمانہ پائے میرا سلام پہنچا دے۔

عرب میں اپنے بزرگوں اور اکابر کی وصیت جیسی کچھ واجب العمل سمجھی جاتی تھی اظہر من الشمس ہے اس حالت میں یہ علم اور یہ وصیت اُس کی اولاد میں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی چلی آئی ہو۔ اور مدینہ میں یہود سے میل جول کے بعد اس خیال کی اور بھی تقویت ہو گئی ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ یہود ہی سے سنکر اُن میں یہ خیال پھیلا ہو۔ مگر قرین قیاس اور مطابق روایات

[illegible] عمرو ابن عامر	عیون الذی للداعی لی طلب الوتر

[illegible] تیری نسل کو ان لوگوں کی نگاہ میں جو طلب ثار کے لئے بلاتے ہیں۔ عمرو بن عامر کی اولاد کی برابر بنا دو

الوبات قومی ان اللہ دعوۃ	یفوز بہا اہل السعادۃ والبر

[اے] میری قوم کو خبر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدا حق بلند ہونیوالی ہے جسکی برخورداری سعید اور نیکوکاروں کو ملے گی

اذا بعث المبعوث من آل غالب	بمکۃ فیما بین زمزم والحجر

[یعنی] مکہ کے اندر زمزم اور حطیم کے درمیان غالب بن لوی کی اولاد سے ایک نبی مبعوث ہونگے

ھنالک فابغوا نصرۃ ببلادکم	بنی عامر ان السعادۃ فی النصر

[ا]س وقت اے بنی عامر اپنے شہروں میں رہ کر ان کی مدد کرنا۔ کیونکہ سعادت اور فلاح صرف اعانت میں منحصر ہے

ان اشعار میں جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں مبعوث ہونیکی بابت اپنے علم کو [ظ]اہر کیا ہے ایسے یہ بھی تبلادیا کہ تم کو اپنے وطن میں رہ کر نصرت کرنا چاہیے۔ جس سے معلوم [ہ]وتا ہے کہ مدینے کی جانب ہجرت ہونے اور اپنی قوم کی جاں نثاری وخادم بننے کا بھی اسکو علم تھا [ا]ور اسی وجہ سے یہ خطاب صرف اپنی اولاد کو نہیں کیا۔ بلکہ اپنے بھائی کی اولاد کو بھی اسمیں شریک کیا۔

غرض دونوں قومیں یہود اور اولاد حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر ماء السماء اوس و خزرج [ا]س تیقن وعلم کے ساتھ مدینہ میں آباد ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے منتظر نصرت [و] امداد پر مستعد وآمادہ تھے مگر قسام ازل نے یہ سعادت صرف انصار کے حصہ میں لکھی تھی۔ یہود [با]وجود اہل کتاب ہونیکے منکر ومعاند بنگئے اور بنی اوس وخزرج باوجود بت پرست اور مشرک ہونے [ک]ے یار ومددگار بنے اور انہیں کی استدعا اور الحاح پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا [وط]ن مکہ معظمہ چھوڑکر مدینہ کو جائے قیام اور وطن اصلی سے زیادہ مالوف وطن بنالیا ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست	تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

[غرض] قوم سبا کی ہلاکت وبربادی۔ جلاوطنی اور پریشانی کا ایک یہ ثمرہ ظاہر ہوا۔

[ان] اللہ علی کل شیئ قدیر۔ یخرج [الحی] من المیت ویخرج المیت من الحی	اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے وہ مردوں میں سے زندوں کو اور زندوں میں سے مردوں کو ظاہر فرما دیتا ہے۔

[اور] انصار مدینہ کے متعلق ایک اور بھی روایت ہے جسکو ابن اسحاق نے کتاب المبتدا میں ذکر کیا

... پہلے ... آن کو کسی
... بعد اُن کی کثرت استعمال سے جن تکالیف
... پیش آتی ہیں بستی آن کی ایسی عجیب الاثر کہ کوئی چھوٹا
... وہاں پیدا ہوتا تھا اُن کو مرض کا ذائقہ تک معلوم نہ تھا۔
اور ان سب پر بڑھ کر یہ بات تھی کہ اس طرح مال و دولت کو بے محابا اڑانے کا اُن سے
... مواخذہ بھی نہ تھا۔ اُنکو یہ وہ حالت نصیب تھی جو صرف اہلِ جنت کے لئے مخصوص ہے
... کسی قوم کو نصیب نہیں ہوئی۔ ان تمام انعام و اکرام، بے انتہا دولت و حشمت ثروت اور
... ہیت کے مقابلہ میں اُن سے صرف یہ طلب کیا گیا تھا کہ اپنے رب مالک و خالق کو پہچانکر
... کی شکر گذاری کریں۔ مگر اُن سے یہ نہ ہوسکا اور یہی انعامات بوجہ کفرانِ نعمت اُن کی
... ہی بربادی ہلاکت اور پریشانی کا سبب بن گئی۔
اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کسی قوم پر اگر دنیا کی ساری نعمتیں برسنے لگیں مال و دولت
کے ناخریدہ غلام بنجائیں ریاست و حکومت اُنکے ساتھ سایہ کی طرح رہیں تو ہرگز یہ تمام باتیں اس
کی علامت نہیں ہوسکتیں کہ یہ قوم خدا کے یہاں مقبول ہے اور آخرت کی فوز و فلاح میں سے اُسکو کچھ حصہ ملا ...
آدمی کو دنیا میں رہ کر تین حالتیں پیش آتی ہیں۔
... محض تنعم و ترفہ جاہ و مال حکومت و ریاست جسمیں کسی کدورت اور خلاف مزاج کا شائبہ نہ ہو۔
... فقر و فاقہ۔ تنگدستی و افلاس۔ محکومی ذلت۔ دائمی امراض و تکالیف۔
... تنعم کے ساتھ کچھ کدورتیں بھی ہوں۔ مال و دولت ہے تو اُسکے ساتھ امراضِ جسمانی بھی لگے
... ہیں۔ کبھی فراخی و خوشحالی ہے تو کبھی تنگدستی ہے۔ کبھی امن و راحت نصیب ہے تو کبھی
... جان و مال سے دل متفکر اور دماغ پریشان ہے۔ خود تندرست ہے تو عزیز و اقارب کی تکالیف
... سے غمزدہ ہوجاتا ہے۔ غرض راحت کیساتھ رنج اور سکون کیساتھ اضطراب دوش بدوش ہیں۔
... حالتوں کے آثار و ثمرات جدا جدا ہیں حالتِ اولیٰ میں بہت جلد آدمی بدل جاتا مغرور
... ہوجاتا ہے اور وہ نہ صرف اپنے ہمجنسوں اور باقی مخلوق سے بھی اپنے آپ کو بلند و
... سمجھنے لگتا ہے بلکہ اُس تعلق کو بھی جو اُس کے اور خالق کے درمیان میں ہے فراموش کرتا اور

[illegible] اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں
[illegible] وہ سمجھتا تھا کہ اس علم کی وجہ سے مجھے یہ استحقاق ہوا ہے
[illegible] مال و دولت مجھ کو ملا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اُسکو علم کیمیا آتا تھا اُس کے ذریعہ سے
[illegible] یہ مال حاصل کیا تھا۔ اور یہ علم کیمیا بھی دراصل حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا طفیل تھا
[illegible] آپ کو من اللہ یہ علم عطا ہوا تھا۔ اور آپ ہی کی تعلیم سے قارون تک پہنچا تھا۔ بعض کہتے
ہیں کہ اس کو تجارت وزراعت وغیرہ طریقہ کسب مال کے اُصول وقواعد خوب معلوم تھے اور اسی علم
پر غرہ کرکے یہ سمجھا کہ اُس کے حصول میں کسی کا کیا احسان ہے۔ بہرحال کوئی سا قول صحیح ہو اُسکو
غرہ یہ تھا کہ مال و دولت مجھے میری ذاتی استحقاق اور کمال کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَوَلَمۡ یَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ قَدۡ اَہۡلَکَ مِنۡ قَبۡلِہٖ مِنَ الۡقُرُوۡنِ مَنۡ ہُوَ اَشَدُّ مِنۡہُ قُوَّۃً وَّ اَکۡثَرُ جَمۡعًا ؕ

نادان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ قرنوں میں سے ایسی جماعتوں کو جو اس سے بھی زیادہ قوۃ اور مال والے تھے ہلاک کر دیا ہے۔

آخر اس بدبخت کا بھی یہی انجام ہوا جوں جوں مال بڑھتا گیا اُس کا غرور اور کفران ترقی کرتا
گیا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی اذیت رسانی میں ساعی رہتا تھا اور آپ قرابت کے تعلقات
کی وجہ سے مدارات ودلجوئی کرتے رہتے تھے۔ یہانتک کہ زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا۔ اور حضرت موسیٰ
علیہ السّلام نے اس بارہ میں بھی اُس سے یہ سہولت برتی کہ ہر ہزار دینار میں سے ایک دینار اور یہی
طرح ہزار درہم میں سے ایک درہم ادا کرے۔ مگر اُس نے اس جزو قلیل کا بھی حساب کیا تو کثرتِ
مال کی وجہ سے اسکا مجموعہ بھی بہت زیادہ ہوتا تھا جس کے ادا کرنے سے جان چرانے لگا اور آخر
اس نے بنی اسرائیل کے چند آدمیوں کو اپنا ہمخیال بناکر اس پر آمادہ کیا کہ حضرت موسیٰ پر کوئی
تہمت لگائی جاوے ایک عورت کو بہت کچھ طمع دیکر آمادہ کردیا کہ جب موسیٰ علیہ السّلام تبلیغ وہدایت
کے لئے کھڑے ہوں تب یہ عورت اُن پر بہتان لگائے۔ اگلے روز آپ نے مجمع عام میں نا
کے احکام بیان فرمائے۔ قارون بولا کہ اس حکم سے آپ یا کوئی مستثنےٰ ہے۔ فرمایا ہرگز نہیں۔
ہر شخص پر یہی حکم جاری ہوسکتا ہے۔ اُس نے کہا تو فلاں عورت ایسا کہتی ہے۔ آپ نے
[illegible] حلف شدید یکر دریافت فرمایا۔ اُس نے اصلی واقعہ اغوار کا سچا سچا بیان

... ہے میں اس ذات کی قسم
... اگر میرے پاس مال ہو گیا تو تمام ذوی الحقوق کے حق
... آپ نے پھر ارشاد فرمایا۔

... خَيْرٌ مِّنْ كَثِيْرٍ لَا ... شُكْرَهٗ۔ | تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرتا ہے بہت سے مال سے بہتر ہے جس کا شکر ادا نہ ہو سکے۔

اُس نے پھر بھی عرض کیا۔ تو آپ نے اُسکی وسعتِ رزق و مال کی دعا فرمائی۔ آپ کی دعا قبول ہوئی۔ اُس نے تجارت کیلئے بکریاں خریدیں۔ اُنکا پھیلاؤ چیونٹیوں کی طرح شروع ہوا اور اسقدر بڑھیں کہ مدینہ میں گنجایش رکھنے کی نہ رہی۔ تب وہ بمجبوری مدینہ سے علیحدہ جاکر مقیم ہوا۔ وہاں سے دن کی نمازوں کیلئے تو مسجد نبوی میں حاضر ہوتا رہا مگر شب کو نہیں آتا تھا ... کا پھیلاؤ اور بڑھا تو وہاں بھی گنجایش نہ رہی تب وہ اور دور جاکر مقیم ہوا۔ وہاں سے نہ دن کو مسجد نبوی میں نمازوں کیلئے حاضر ہو سکتا تھا اور نہ رات کو البتہ جمعہ کی نماز کیلئے حاضر ہوتا تھا ... جب یہ جگہ بھی تنگ ہو گئی تو وہ اور دور جاکر آباد ہوا اور جمعہ اور جنائز وغیرہ میں بھی آنا متروک ہو گیا ... اتنا تعلق باقی رہ گیا کہ آنے جانیوالوں سے آپ کے اور مسلمانوں کے حالات دریافت کرتا رہتا تھا ... جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ ثعلبہ کسی وقت بھی حاضر نہیں ہوتا تو لوگوں سے اُس کا حال دریافت فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مال کی کثرت کی وجہ سے مدینہ میں نہیں ... بلکہ دور جاکر مقیم ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

وَيْحَ ثَعْلَبَةَ بْنِ حَاطِبٍ | افسوس ہے ثعلبہ ابن حاطب کے حال پر۔

اس کے بعد مسلمانوں پر صدقاتِ مالیہ فرض ہوئے۔ آپ نے دو شخصوں کو صدقات وصول کیلئے مامور فرمایا۔ اور زکوٰۃ کے قواعد و حساب مفصل تحریر فرما کر دیدیئے اور اُن لوگوں کو یہ حکم ... ثعلبہ بن حاطب اور قبیلہ سلیم کے ایک شخص کے پاس بھی اخذ صدقات کے لئے جاویں۔ یہ ... حسب الحکم ثعلبہ کے پاس پہنچے۔ اُس نے کہا مجھکو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ... کر کہا یہ تو بالکل جزیہ ہے۔ اب تو تم جاؤ اور جب اپنے کام سے فارغ ہو جاؤ تو ... آنا۔ یہ دونوں صاحب آگے بڑھے اور اُس دوسرے شخص سلمی کو اطلاع ملی تو اُس نے

... اوقات آدمی کو اپنے مرکز سے ہٹا
... ال ... کر اہل پرستوں کی غلامی کرنے لگتا ہے اور
... اہل میں حق وناحق کی تمیز نہیں کرتا۔ بلکہ بسا اوقات جب اور اہلِ دنیا سے اپنی حالت
... اظہار کرتا ہے تو خداوند عالم کی شان میں گستاخانہ الفاظ اُس کی زبان سے نکلنے لگتے ہیں۔
... بہر دو صورت میں دائرۂ کفر میں داخل ہو جاتا یا قریب بہ کفر پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے ارشاد
... ہوا ہے۔ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا۔
مگر اوّل و دوم حالت میں فرق یہ رہتا ہے کہ وہ غرور و نخوت میں جو خدائی کے درجے تک
پہنچا دے اور جس کا نتیجہ اپنے سے پست درجہ والوں کا ستانا اور اذیت پہنچانا ہوتا ہے۔ حالت
اولیٰ میں حاصل ہوتا ہے۔ حالتِ ثانیہ میں بجائے کبر و نخوت کے عجز و انکسار ہوتا ہے۔ آدمی
دوسروں کا دست نگر بنکر اپنے ذاتی اوصاف اور انسانی شرافت کو بھی چھوڑ کر بسا اوقات غلامی
کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے اس پر وہ ثمرات مرتب نہیں ہوتے جو حالتِ اولیٰ میں ہوتے
ہیں۔ عالم میں جتنی قومیں عذاب کے اندر مبتلا ہوئیں سب کی سب وہی ہیں جو مال و دولت،
... وشوکت۔ عزت و وجاہت کی بدولت مغرور بنکر ایک جانب خدا سے مقابل بن گئیں دوسری
جانب کمزوروں پر ظلم و تعدی کرنے لگیں۔ عاجز و ذلیل ہو کر نہ کسی نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ نہ اُس کو
ظلم و تعدّی کا موقع ملا۔ اس وجہ سے کوئی ایسی قوم عذابِ عام میں مبتلا بھی نہیں ہوئی۔
بلکہ اگر حالتِ ثانیہ میں آدمی استقلال و استقامت کے ساتھ اپنے حال پر قائم رہے سختی
و مشقت اُسکو اپنے مرکز سے نہ ہٹا سکے۔ اور وہ صبر کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہے تو
... کا درجہ یقیناً سب سے بڑھ جاتا ہے۔ مگر چونکہ اتنی ثابت قدمی سوائے اخص الخواص کے نہایت
... بلکہ بقا ہونا ممکن ہے اس لئے اس سے محفوظ رہنے کی دعا مانگی گئی ہے۔
اس اعتدال کا درجہ تیسری حالت میں ہے۔ صبر اور شکر دو ایسے وصف ہیں کہ جبتک کسی
... دونوں نہ ہوں اُسکو ایمان و اسلام حقیقی حاصل نہیں ہوتا۔ اسی لئے کلام اللہ میں جگہ جگہ صبر
و شکر بیان فرمایا ہے۔ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ دونوں حالت میں اپنے مرکز پر قائم نہیں
... تنعم و ترفہ ہے تو یہ ممکن ہے کہ وہ ایک حد تک۔ ایک زمانہ تک شکر گزار رہے۔ مگر

... بیان فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے۔

... استغنافا عن ... وسعیا علی اهله وتعطفا علی جارہ لقی اللہ یوم القیامۃ ووجهه مثل القمر لیلۃ البدر۔

جو شخص دنیا یعنی مال کو بذریعہ حلال سوال سے بچنے کیلئے اپنے اہل و عیال کی خبر گیری اور پڑوسیوں پر خرچ کرنیکے لئے طلب کرے تو وہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے ایسی حالت میں جائیگا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کیطرح چمکتا ہوا ہوگا

ایک حدیث میں ام سلیم سے روایت ہے۔

انها قالت یا رسول اللہ انس خادمك ادع اللہ له، قال اللهم اکثر ماله و ولده و بارك له فیما اعطیته۔

حضرت ام سلیم والدۂ انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور انور کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ انس آپ کا خادم ہے اسکے لئے دعا فرما دیجئے۔ آپ نے دعا فرمائی الٰہی اسکو مال اور اولاد بہت عطا فرما اور جو کچھ اسکو ملے اسمیں برکت عطا فرما۔

تو دوسری جانب فقر و زہد کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے۔

مسلم میں عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے۔

ان فقراء المهاجرین یسبقون الاغنیاء یوم القیمۃ الی الجنۃ بأربعین خریفا۔

فقراء مہاجرین اغنیا سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

فقر و غنا کی باہم فضیلت اور فرق مراتب میں بے شمار حدیثیں وارد ہیں۔ ہماری غرض اسوقت انکو نقل کرنے یا اس مسئلہ پر مستقل بحث کرنے کی ...... نہیں ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہے اور کوئی موقع ملا تو اس پر تفصیلی بحث کی جائیگی یہاں تو صرف اس قدر مقصود ہے کہ یہ درجہ اعتدال ہے اور اسلام کی اصلی تعلیم یہی ہے۔ کسی قوم پر دنیا کا لوٹ پڑنا ہرگز مجمود نہیں ہوتا جبتک کہ اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد نہ ادا کئے جائیں۔ اگر غنیٰ موجب ناسپاسی و طغیان ہو جائے تو انجام قوم سبا کی طرح بربادی و تباہی ہے۔ دنیا میں جب کوئی قوم تباہ ہوئی۔ اسی وجہ سے ہوئی ہے۔ طریقۂ اعتدال وہی ہے جس کی تعلیم اسلام نے دی۔

نتیجہ چہارم

واقعہ سیل عرم اور اس کے نتائج مذکورہ سے یہ نتیجہ بآسانی بلا دقت برآمد ہو سکتا ہے

...آیا تھا ... ہو چکا تھا مگر اصل علم موجود تھا۔ اور اس
... بت پرستی ... کے گرد موجود تھے۔ ایک یہودِ مدینہ جو خود اہلِ کتاب اور
... متکبر تھے کہ اوس و خزرج کو اس نام سے دھمکاتے اور کہتے تھے کہ ہم نبی
... کے ساتھ ہو کر تم بت پرستوں کو عادِ ارم کی طرح قتل کرینگے۔
دوسرے قریشِ مکہ کہ انکا یہ علم خاندانی تھا۔ اور اُن میں اُس کے جاننے والے موجود تھے مگر
... اور بت پرستی اس درجہ غالب آگئی تھی کہ گویا یہ علم اب اُن میں باقی نہ رہا تھا۔
تیسرے اوس و خزرج تھے۔ وہ بھی بت پرست و جاہل تھے مگر اصل سے انہیں یہ علم خاندانی
... سے آیا تھا پھر یہود کی وجہ سے اور تازہ ہو گیا اور یہود کا بار بار دھمکانا اُنکو چونکاتا رہتا تھا۔
... جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا تو ایک دفعہ کل ملک میں مخالفت کی آگ
... اُٹھی مگر مخالفت کی دو بڑی وجہیں تھیں۔ ایک جہل و نادانی۔ دوسرے حبِ جاہ و ریاست
جن لوگوں کی مخالفت جہل و نادانی پر مبنی تھی۔ اُنہوں نے گو ایک دفعہ نہایت زور شور
... ساتھ مخالفت کر کے آپ کو ہر قسم کی ایذائیں پہنچائیں۔ جان و مال عزت و آبرو پر دست اندازی
... نے میں اپنی طرف سے کوئی کمی نہ کی۔ مگر جوں جوں اسلام کا ظہور ہوتا گیا۔ اُن پر اصل علم کا اثر
... ب آتا گیا۔ اور وہ بطوع و رغبت داخلِ حلقۂ اسلام ہوتے گئے۔
انصارِ مدینہ کیلئے تو یہود کی مخالفت کارگر ہو گئی اُنہوں نے موسم حج پر مکہ میں آکر آپ سی
... لت کی اور احکام اسلام سُنے۔ کلامِ الٰہی سے آشنا ہوئے تو فوراً سمجھ گئے کہ وہ موعود نبی جن
... لام پر یہود ہم کو دھمکایا کرتے ہیں آپ ہی ہیں۔ اور اس اندیشہ سی کہ کہیں یہود سبقت نہ لیجائیں
... کر کے خود ایمان لے آئے اور مدینہ کے گھر گھر میں ایک سال کے اندر اسلام اس تیزی سے
... خود آپ کو وہاں تشریف لیجانے کا حکم ہو گیا۔
قریشِ مکہ اگرچہ آخر تک مخالفت پر تلے رہے مگر رفتہ رفتہ اُنکے سر برآوردہ آپ کی تعلیم سے
... اسلام میں داخل ہوتے رہے اور بالآخر سوا اُن چند نفوس کے جن کو حبِ جاہ و ریاست
... نفس نے اس درجہ پر پہنچا دیا تھا کہ کسی وقت بھی اُن سے انقیاد و اتباع کی توقع نہ تھی
... کے سب معتدم و مؤخر مسلمان ہو گئے۔

[illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

[illegible]ن یوم بعاث قدمہ اللہ لرسولہ
فی دخولہم الاسلام۔

انصار کے لئے یوم بعاث کو قبول اسلام کا سامان اور سبب بنا دیا تھا۔

صرف دو بدبخت باقی رہ گئے تھے۔ ابو عامر فاسق دوسرا عبداللہ بن اُبَیّ۔ ابو عامر نے زمانۂ جاہلیت میں ٹاٹ کے کپڑے پہنکر رہبانیت اختیار کرلی تھی اور کہا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا منتظر ہوں۔ اور عبداللہ بن اُبَیّ جس نے جنگِ بعاث کے خاتمہ پر اپنی حسن تدبیر سے اوس وخزرج میں صلح کرادی تھی اور باوجودیکہ یہ دونوں قبیلے اسوقت تک کسی ایک کے تابع نہیں ہوئے تھے مگر عبداللہ بن اُبی پر دونوں کو اتفاق ہوگیا تھا۔ یہ قرار پاگیا تھا کہ اُس کو دونوں قبیلوں کا بادشاہ یا سردار بناکر تاج شاہی اُسکے سر پر رکھا جائیگا۔ یہ دونوں اپنی شرافت وسرداری کی بدولت اس نعمت سے محروم رہے۔ اوس وخزرج میں اوّل تو آپ کی رسالت کے متعلق اپنا خاندانی علم۔ دوسرے یہود مدینہ کے حوالہ سے اس علم کا درجۂ یقین تک پہنچنا۔ تیسرے یہود کا اُن کو بار بار دھمکانا کہ ہم نبی آخرالزماں کے ساتھ ہوکر تم کو قتل کریں گے۔ چوتھے اُنکا ایسے افراد سے خالی ہوجانا جو اپنی ریاست وحکومت کے زعم باطل میں قوم کو قبول حق سے روکتے یہ اسباب ایسے تھے کہ انصار نے بلا تردد و توقف اسلام قبول کرلیا۔ اور اُن میں ایک سال کے اندر اس طرح اسلام پھیل گیا کہ تیرہ سال کی کوشش سے مکہ میں نہ پھیلا تھا۔

انصار کے اسلام میں راسخ القدم ہوجانے کے بعد گو دیگر قبائل عرب مخالفت کرتے رہے مگر اُنکی مخالفت اتنی قوی نہ تھی جہل کی بدولت کر بیٹھتے تھے۔ اور جب کوئی خوبی اُن کے ذہن نشین ہوئی۔ فوراً مان لیتے تھے۔ ایک طرف اگر قبائل عرب سے خفیف لڑائیاں اور مقابلے بھی ہوئے تو دوسری جانب عرب کے وفود اصل حقیقت سے واقف ہونیکے لئے در دولت پر حاضر ہوتے اور تعلیم اسلام قبول کرتے رہے اور چند ہی سال میں ملک عرب گویا کل کا کل مسلمان ہوگیا اور جن چند افراد یا بعض قبائل کے اندر کچھ خامی باقی رہی تھی۔ وہ حضرت ابو بکر صدیق کی ابتدا خلافت میں بالکل زائل ہوکر سارا ملکِ عرب دنیا کے مقابلہ کے لئے تیار ہوگیا۔

حاصِل ہمارے اس تمام بیان کا یہ ہے کہ ملک عرب میں بھی آپ کی بعثت و نبوت کا علم

...لقد كان لسبإ في مسكنهم آية جنتان عن يمين وشمال كلوا من رزق ربكم واشكروا له بلدة طيبة ورب غفور ۵

بحث اوّل

...مفسرین کہتے ہیں کہ جنتٰن آیۃ سے بدل ہے یا خبر ہے مبتدا محذوف کی۔ اور معنی دونوں
...صورتوں میں ایک ہی ہیں یعنی قوم سبا کے لئے اُنکے مساکن میں بڑی نشانی تھی اور وہ کیا تھی۔ دو
...باغ تھے داہنیں بائیں اور چونکہ ایک قرات میں جنّتَینِ منصوب بھی ہے اسلئے یہ بھی کہتے ہیں کہ
...مدح کے جو حالت نصبی میں لئے جاتے حالت رفعی میں بھی ملحوظ رہیں گے۔ اسکے علاوہ جنّتٰن
...اور جنّتَیْنِ بالنصب کی ترکیب میں اور بھی احتمالات ہیں جنکو یہاں بیان کرنا مقصود نہیں ہے
حاصل معنی جملہ اولیٰ یہ ہیں کہ قوم سبا کیلئے اُن کی بستی میں خدا تعالیٰ کی قدرت اور اُس کے
...فضل و رحمت کی بڑی نشانی تھی۔ دو باغ تھے اُن کے داہنیں بائیں۔

علامہ زمخشری نے اس موقعہ پر یہ شبہ پیش کیا ہے کہ بستی کے داہنیں اور بائیں دو باغ موجود
...ہونے میں ایسی بڑی آیۃ قدرت الٰہی کی کونسی تھی جو قوم سبا کیلئے مخصوص سمجھی جائے اور جس کی وجہ
...سے ایسے اہتمام کے ساتھ ارشاد فرمایا جائے۔ حالانکہ ملک عراق میں بہت سے گاؤں ایسے ہیں
...جن کے گرداگرد بکثرت باغات موجود ہیں۔

اس شبہ کے جواب میں خود زمخشری نے دو تقریریں کی ہیں۔

اوّل یہ کہ جنتٰن سے تثنیہ کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔ یہ غرض نہیں ہے کہ اُنکی بستی کے
...یمین و شمال میں دو باغ تھے۔ حالانکہ عراق کے تو ایک ایک گاؤں کے گرد بہت سے باغ ہوتے
...ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس بستی کے یمین و شمال باغوں کے متصل قطاریں میلوں اس طرح چلی گئی تھیں
...کہ ایک باغ دوسرے باغ سے بالکل متصل اور منضم تھا۔ یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ کئی باغ ہیں۔ اور
...اس طرح ایک جانب کے ہزاروں باغ ایک باغ کے حکم میں تھے۔ دوسری جانب کے بھی کل
...باغ ایک قطار میں اور متصل ہونے کی وجہ سے ایک ہی باغ کے مثل تھے۔

اس اعتبار سے دو سمتوں کی دو قطاروں کو ایک باغ کا حکم لگا کر تثنیہ کا اطلاق کر دیا۔ سو اب
...اس شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہی کہ قوم سبا کے لئے تو دو ہی باغ تھے۔ اور ملک عراق کے
...گاؤں کے گرد بہت سے باغ ہوتے ہیں۔

[عبارت] سے معلوم ہوتا ہے کہ مکانات خود اس قرینہ سے بنائے گئے تھے [کہ تر]تیب یہ تھی اول ایک مکان اور اُسکے گرد دو باغ پھر دوسرا مکان اور اُسکے گرد دو باغ۔ اس طرح [مک]انات کی متعدد قطاریں ہوں اور ہر ایک سمت کے باغات باہم متلاصق اور منضم ہوتے ہوئے [مس]لسل چلے گئے ہوں۔

اور پھر اُن باغوں میں نہ کبھی خزاں آئے نہ کبھی خشک سالی یا دوسرے اسباب کیوجہ سے پھل [خ]راب ہوں۔ اور پھل بھی اس کثرت سے ہوں کہ کوئی اُن سے محروم نہ رہے۔ جنت کے باغوں کی طرح اُنکا [ح]اصل کرنا بھی سہل ہو اور اس طرح پر مجموعی حیثیت سے قوم سبا کیلئے یہ انعامات مخصوص سمجھے جاتے [ہ]وں۔ گو فرادا فرادا ہر ایک چیز ایسی ہو کہ دوسری جگہ اُسکی مثالیں و نظیریں موجود ہوں۔ زمخشری کے [ک]لام سے اسی کی تائید ہوتی ہے چنانچہ شبہ مذکور کے جواب اول کی تقریر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

انما اراد جماعتین من البساتین جماعة عن یمین بلدهو واخری عن شمالها وکل واحد من الجماعتین فی تقاربهما وتضامهما کانها جنة واحدة کما تکون فی بلاد الریف العامرة۔	مراد باغوں کی دو جماعتیں ہیں۔ ایک جماعت اُنکے شہر کے داہنے جانب اور دوسری جانب شمال اور باغوں کی یہ دونوں جماعتیں قرب اتصال کی وجہ سے مثل ایک باغ کے معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ اکثر سیراب شہروں میں ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ آباد اور سرسبز شہروں کے ساتھ تشبیہ دینا خود اس کا مقتضی ہے کہ یہ بات دوسری جگہ بھی ممکن ہے اور اسی وجہ سے جملہ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ کو اوپر کے کلام سے علیحدہ کرکے بالکل جملہ مستانفہ بنایا ہے۔ اور اُس کو شکر گذاری کا سبب قرار دیا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ قوم سبا کیلئے دونوں قسم کی باتیں حاصل تھیں۔ وہ بھی جو اسباب کے ذریعہ سے دوسری قوموں کو حاصل ہو سکتی ہیں اور وہ بھی جن میں اسباب اور اُنکے کسب کو کچھ دخل نہ تھا تو یوں کہنا درست ہوگا کہ باغات کی یہ کثرت اور پھلوں کی یہ حالت۔ اتصال اور ترتیب کی یہ کیفیت عمارات کا یہ قرینہ وغیرہ جملہ اُمور ایسے تھے کہ فرادی فرادی گو حاصل ہو سکتے ہیں اور بحیثیت مجموعی بھی اُنکا حصول بذریعہ اسباب ممکن ہے۔ مگر مجموعی طور پر جو بات ایک زمانہ دراز تک اُن کو حاصل رہے کہ اس کیفیت میں کچھ بھی فرق نہیں آیا۔ اور برابر ایک حالت تنعم وخوش حالی صحت و

[illegible] الامة احوالها السابقة واللاحقة على وجود الصانع المختار

[illegible] سبحانه قادر على ما يشاء من الامور العجيبة۔

یعنی کلام اللہ میں آیۃ سے مراد وہ علامت ہے جو سابق اور لاحق حالات کو ملانے سے صانعِ مختار کے وجود پر دلالت کرے۔ اور اس بات پر کہ وہ صانعِ مختار امورِ عجیبہ کے پیدا کرنے اور دکھلانے پر قادر ہے لفظ سابق و لاحق سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگلے جملوں کو بھی اس کے ساتھ ملایا ہے۔ اور صانعِ مختار کے وجود اور عجیب قدرت پر دلالت کا ظہور جب ہی ہوتا ہے جب معمولی حالات اور اپنے حدِ اختیارات و ذرائع سے کوئی شے خارج اور بالاتر ہو۔

مبحث ثانی

مبحث ثانی متعلق ہے آیات ذیل سے وجعلنا بینہم وبین القری التی بارکنا فیہا قری ظاھرۃ وقدرنا فیہا السیر۔ الیٰ آخر الآیات)۔

ہم ان آیات کا مطلب بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی بتلا چکے ہیں کہ قری مبارک سے قری شام مراد ہیں۔

اس وقت ہم اس قدر وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ قری مبارک کی مراد میں مختلف اقوال ہیں معتمد علیہ مفسرین کا یہی قول ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں کہ مراد اُن سے ملک شام کی بستیاں ہیں۔ اُن کے اندر ہر قسم کی خیر و برکات کا وجود ظاہر و باہر بات تھی۔

لیکن عبداللہ بن عباس سے روایات ہے کہ قری بیت المقدس مراد ہیں اور مجاہد سے روایت ہے کہ سرادسہ مراد ہیں۔ اور وہب سے روایت ہے کہ قری صنعا مراد ہیں۔

ابن جبیر فرماتے ہیں کہ خود مارب کی بستیاں مراد ہیں۔

اگرچہ معتمد علیہ اور قابل وثوق روایت اوّل ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء اُس پر مفسرین کا اتفاق بیان کرتے ہیں۔ مگر ہم نے اُن روایات کو بھی نقل کر دیا ہے تاکہ اختلافِ اقوال پر نظر رہنے کے ساتھ بعض فائدے بھی حاصل ہو جائیں۔

اس موقع پر امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں ایک شبہ پیش کیا ہے کہ قری کے درمیان مسافتِ معینہ پر بستیوں کا آباد ہونا اور سفر میں اُن کے لئے سہولتوں کا مہیا رہنا بھی اُن ہی انعامات

...نی دونوں قسموں کی سزا ایک تھی۔ اس لئے اُن کو اوّل بیان فرما دیا۔ اور اُن

...وں میں جس قدر باہمی فرق تھا اُسکے لحاظ سے اُن میں بھی ایک جملہ کا فاصلہ کر دیا۔

اور صورتِ ثانیہ کی سزا علیحدہ تھی اس لئے اوّل انعام اور اُسکی سزا کو بیان کر دینے کے بعد اس کو بیان فرمایا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ہر ایک نعمت کے کفران کی سزا اسی طرح ہوتی ہے کہ وہ نعمت سلب ہو کر اس کے مقابل حالت حاصل ہو جائے۔ باغات و مکانات کی راحت و خوشحالی سے ناسپاسی کرنے کا مقتضا یہ تھا کہ نہ مکانات رہیں اور نہ باغات۔ چنانچہ سیلِ عرم نے آکر مکانوں کی جگہ تو ریتے کے تودے لگا دیئے اور باغوں کی جگہ جھاڑ جھنکاڑ کھڑے کر دیئے۔

سفر کی راحت منزلوں کے قرب۔ امن و اطمینان کی قدر دانی نہ کی تو یہ سزا ملی کہ دور دراز پھینک دیئے گئے۔ ایک کہیں آباد ہوا دوسرا کہیں۔

اس تفصیل سے انشاء اللہ تعالیٰ علیحدہ علیحدہ بیان کرنیکی وجہ خوب وضاحت سے معلوم ہو جائیگی لیکن اس جواب کا مبنیٰ تو اس بات پر ہے کہ ہر قسم کے انعامات اور ہر دو سزائیں ایک ہی زمانہ میں ہوئی ہوں۔ اور تمام مفسرین کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت کا حال ہے سیلِ عرم آنے سے پہلے اُنکو اپنے مساکن میں وہی نعمتیں حاصل تھیں جن کا ذکر ہوا۔ اور سفر میں وہی راحت نصیب تھی جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ اور بعد سیلِ عرم اُن سے سلب ہو گئیں۔

لیکن ایک روایت اور بھی ہے جس کو صحیح مان لینے کے بعد اس شبہ کی گنجایش نہیں رہتی۔ امام ابو اللیث نے کلبی سے روایت کیا ہے کہ سیلِ عرم سے تباہی آجانیکے بعد قوم سبا نے خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں سے عرض کیا کہ اب ہم کو معلوم ہو گیا کہ یہ جو کچھ تھا خدا تعالیٰ کا انعام تھا۔ اب ہم عہد کرتے ہیں کہ اگر ہماری سابق حالت پھر عود کر آئے تو ہم خدا تعالیٰ کی ایسی عبادت کریں گے جو آج تک کسی قوم نے نہ کی ہوگی۔

انبیاء علیہم السلام نے دعا کی اُن کی تمام سابق نعمتیں عود کرنیکے ساتھ اتنا اور اضافہ ہو گیا کہ وہاں سے ملک شام تک اُنکے سفر میں وہ سہولتیں پیدا کر دی گئیں جن کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ لیکن جب پھر کفر اختیار کر کے نعماء الٰہی کی ناسپاسی کرنے لگے تو انبیاء علیہم السلام نے اُن کو سابق عہد و معاہدہ یاد دلایا۔ لیکن ایک نہ سنی اور پھر انجام کار ٹکڑے ٹکڑے اور تتر بتر کر دیئے گئے۔ اس روایت

[illegible] حالات مقابل کیا۔ اُنہوں نے اپنی ذات کو مسلمانوں کیلئے
[illegible] عرب عراق و شام تک پھیلا دیا۔...... ناموروں اور مشہور و معروف سپہ سالاروں کو
[illegible] میں لٹا دیا۔ اور اس درجہ پر پہنچ گئے کہ اگر کسی غیر مسلم شخص سے مسلمانوں کے ناموروں
دریافت کیا جائے تو غالباً وہ سب سے پہلے خالد بن الولید کا نام لے۔

حضرت خالد بن الولید کے حالات میں جسقدر انقلابات اور جتنے تغیرات ہوئے ہیں کم کسی
[illegible]دی ذات واحد میں ہوئے ہونگے۔ کبھی وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے
نظر آتے ہیں اور کبھی اسلام کی حمایت میں سر بکف میدان کارزار میں دکھلائی دیتے اور اسلام و
مسلمانوں کو سخت خطرناک مواقع سے صحیح سالم نکال لاتے ہیں۔ اور اپنی جبلی فراست و دانائی کی
دولت سرداری کا علم اُٹھا کر نفس عصام سودت عصاما (عصام کے نفس نے خود عصام کو
سردار بنادیا) کا ثبوت دیتے اور سیف اللہ کا خطاب پاتے ہیں اور کبھی سپہ سالار اعظم کے لباس میں
سوار ہو کر ممالک فارس و روم کو اُلٹ پلٹ کرتے اور اسلامی دائرہ کو وسیع کرتے نظر آتے ہیں۔ اور
کبھی وہی شخص جو حل و عقد کا مالک ہے جس کے ایک اشارہ پر عساکرِ اسلامیہ متحرک اور ایک
آواز پر جدھر وہ لیجائے بلا تامل جانے کو تیار ہیں۔

خلیفۂ وقت کے حکم پر معزول ہو کر جرنیل اعظم کے درجہ سے نیچے اُتار کر معمولی سپاہی کے درجہ
پہنچا دیا جاتا ہے اور پھر اُس کی اطاعت و انقیاد۔ جد و جہد۔ مردانہ وار جاں نثاری میں ذرہ
برابر فرق نہیں آتا۔ یہ وہ حالات ہیں جن سے ہمارے عنوان پر ایک نہیں بہت سے دلائل قایم
ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے تمام حالات دکھلا کر آخر میں دکھلائیں گے
اسلامی تعلیمات کو قلبِ خیالات و انقلابِ حالات میں کتنی کچھ تاثیر تھی۔ اور اسلام افراد عالم کو
بجبر و اکراہ اپنی طرف کھینچتا تھا یا اُسکے جذباتِ واثرات صارفہ تھے جس کا ذوق حاصل ہوتے ہی
[illegible] سب خیالات سے بالاتر وارفع ہو کر اسلام کا شیدائی بنجاتا تھا۔ نہ اُسکے اندر خودبینی باقی
رہتی تھی نہ خود آرائی۔ نہ وہ ستائش کا خواہاں [illegible] نہ جاہ و عزت کا جویاں۔ نہ ملکداری اُسکو
مرغوب رہتی تھی نہ جہانبانی کا ذوق اُسکے دلمیں باقی رہتا تھا۔ اُس کے قلب میں سوائے اسلام اور
[illegible] کمالات کے کسی چیز کی گنجائش ہی نہ رہتی تھی۔ ہمیں توقع ہے کہ ناظرین حضرت خالد کے

[illegible] خالد ابن ولید وغیرہ من سادات القریش و امراء المسلمین کا نوا فی زمن ابی بکر و زمن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما [illegible]
[illegible] اللاعتقرب [illegible] رسول اللہ [illegible] ہذین الخلیفتین فی السیاسۃ [illegible] التی حلت فی القلوب اشہر مشاہیر الاسلام صفحہ ۱۸۲

[illegible] ان کا کنایہ کہلاتا تھا۔ غرض اگر غور
[illegible] ملک عرب کی زندگی اور بقا صرف بیت اللہ اور قریش مکہ کی وجہ سے
[illegible] امن و اطمینان کے دن بھی سال بھر میں نہ ملا کرتے تو کوئی صورت عرب کی آبادی
[illegible] تھی۔ ادھر تو اُنکی وحشیانہ خونخواری اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ ہر ایک قبیلہ دوسرے کی صورت سے
[illegible] دوسرے آمدورفت کے سلسلے منقطع۔ تجارت درآمد برآمد ہو تو کیونکر۔ پھر اُنکو اسباب معیشت مہیا
[illegible] کی صورت ہوتی تو کیا ہوتی۔ ان تمام وجوہ سے قریش مکہ کی قدر و منزلت تمام عرب کے قلوب میں جاگزین
[illegible]۔ بیت اللہ تمام عرب کا قبلہ تھا۔ گو عرب کے ہر قبیلہ میں جُدا جُدا بُت موجود تھے جنکی وہ عبادت کرتے
[illegible] مگر خانہ کعبہ سے کوئی مستغنی نہ تھا۔ حج صرف بیت اللہ ہی کا کیا جاتا تھا اور قریش بیت اللہ کے
[illegible] متولی و محافظ ہونے کی حیثیت سے مشائخ اور ائمہ کا رتبہ رکھتے تھے ادھر عقول و تجربہ کے اعتبار سے
[illegible] اہل تعلیم تھے اکثر لاینحل معاملات قریش مکہ کے سامنے پیش ہو کر طے ہوتے تھے اور مشکل اموریں
[illegible] عرب کا رجوع قریش کی طرف ہوتا تھا۔ قریش مکہ کو سال بھر میں ایک مرتبہ کل عرب کی میزبانی
[illegible] بھی کرنی پڑتی تھی جسکو وہ نہایت خوشی بمسرت اور فخر کیساتھ برداشت کرتے تھے گویا ان تمام اعتبارات
[illegible] سے قریش مکہ کل عرب کے مرجع تھے اور اُنکی روحانی و مادی حکومت تمام قبائل کو شامل و حاوی تھی
[illegible] اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے حدیث شریف میں الناس تبع لقریش فی ھذا الشان مسلمھم
[illegible] تبع لمسلمھم وکافرھم تبع لکافرھم متفق علیہ (تمام لوگ تابع ہیں قریش کے شان میں یعنی امامۃ وغیرہ کے بارہ
[illegible] میں مسلم تابع ہیں مسلم قریش کے اور کافر تابع ہیں کافر قریش کے) قریش مکہ بہت سے شریف اور عالی
[illegible] خاندانوں میں منقسم تھے اور انھوں نے اپنی مذہبی اور ملکی حکومت و اقتدار کو جمہوریت کی ترکیب پر قائم
[illegible] رکھا تھا اور اس جمہوریت کی صدارت بنی ہاشم کے ہاتھ میں تھی جتنی عظیم الشان خدمات اُنکے
[illegible] متعلق تھیں جنسے اُن کا امتیاز و شرف قائم تھا۔ اُنکو باہم تقسیم کر رکھا تھا ایک خاندان دوسرے
[illegible] خاندان سے اس بارہ میں منازعت نہیں کرتا تھا اور اس طرح پر اُن کا نظام نہایت سکون
[illegible] اطمینان کے ساتھ قائم تھا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ قصی بن کلاب ہاشم کے جد امجد کو جب تمام قریش مکہ کی ریاست
[illegible] ملکی اُنکی سرداری بلا اختلاف تسلیم کر لی گئی تو قصی کی اولاد میں عبد الدار باعتبار عمر کے

[illegible] کہ جب تک فیصلہ نہ ہو جائے ساتھ نہ چھوڑیں گے

[illegible] بنو زہرہ و بنو اسد۔ بنو تیم۔ بنو الحارث مطیبون کہلاتے ہیں کیونکہ انہوں

[illegible] کا پیالہ درمیان میں رکھ کر اور ہر ایک نے اپنا ہاتھ اُس میں ڈال کر عہد و پیمان کیا تھا۔ اور بنی

عبد الدار مع اپنے حلیفوں بنی مخزوم و بنی سہم۔ بنی جمح اور بنی عدی کے لعقۃ الدم کہلاتے ہیں۔ کیونکہ

انہوں نے ایک بڑے برتن کو خون سے بھر کر اور اُس کو چاٹ کر معاہدہ کیا تھا۔ لڑائی کے ٹھن جانے

میں کچھ کسر باقی نہ رہی تھی۔ مگر پھر باہم اس پر صلح ہو گئی کہ سقایہ۔ رفادہ۔ قیادہ تو بنی عبد مناف کے

ہاتھ میں رہے۔ اور حجابت لوا بنی عبد الدار کے قبضہ میں۔ دار الندوہ مشترک رہے۔ کیونکہ یہ قومی

مجلس تھی۔ اس کو کسی کیلئے خاص کرنا مصالح عامہ کے منافی سمجھا۔ اس طرح صلح و صفائی ہو نیکے

بعد ہر ایک جماعت اپنے اپنے مناصب پر قائم ہو گئی۔ بنی عبد مناف سے جو مناصب متعلق

تھے اُن میں قیادۃ تو عبد شمس اور اُس کی نسل کے یہاں منتقل ہوتی رہی اور سقایہ و رفادہ ہاشم

اور اُنکی اولاد میں اور اُسکے ساتھ بوجہ اُس خاص اقتدار اور مذہبی شرافت اور اخلاق حسنہ کے جو

عبد المطلب کے ساتھ مخصوص سمجھے جاتے تھے منصب رفادہ بھی اُن کو حاصل ہوا یعنی سلاطین اور

اکابر ملک و ملت کے درباروں میں نیابتاً تمام قریش کی طرف سے جا کر گفتگو کرنا بھی اُن کے سپرد

تھا۔ چنانچہ جب ابرہہ اہل مکہ کو تباہ کرنے اور بیت اللہ کی بنیاد اُکھاڑنے کیلئے ہاتھیوں کا

لشکر لیکر چڑھا اور اسی وجہ سے وہ اور اُس کا لشکر اصحاب فیل کہلاتے ہیں تو عبد المطلب ہی اس کام

کے لئے منتخب ہوئے تھے کہ قریش کے قائم مقام بنکر ابرہہ سے گفتگو کریں۔

قیادۃ کا تعلق بنی عبد الدار سے تھا اُسی کی فروع میں سے قبہ اور اعنۃ الخیل بھی تھا

خالد بن الولید کے متعلق ہو گیا۔ گو خالد بن الولید بنی عبد الدار میں سے نہ تھے مگر اُنکے حلفاء

بنی مخزوم میں سے تھے منصب قبۃ کا حاصل یہ تھا کہ قریش کو جب کبھی معرکہ کارزار کا موقع ہوتا

انکو ایک فوجی ٹیکس دینا پڑتا تھا۔ اور ایک بڑا خیمہ اس غرض کے لئے نصب کیا جاتا تھا کہ اس

کا روپیہ اسمیں جمع کیا جائے۔ اس خدمت کی سربراہی خالد بن الولید کے سپرد تھی خیمہ کھڑا

کر روپیہ کا وصول کرنا اُسکو جمع کر کے جنگ کے مصارف میں صرف کرنا اُنہیں کے متعلق کیا۔ اور

خدمت جسقدر عظیم الشان تھی ظاہر ہے۔ قریش کا اپنی عزت و وقار کو قائم رکھنا دوسری اقوام کی

...[illegible] مطریں کرتے بھی داد شجاعت دینے میں کسر اُٹھا نہ

... [illegible] علم جنگ بنی عبدالدار کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ ابوسفیان بن حرب

... [illegible] کا وجہ بنانا تھا۔ ہر ممکن طریقہ سے قریش کو آمادہ کیا۔ ابوسفیان نے بنی عبدالدار

سے کہا کہ بدر کی لڑائی میں تم نے علم کو ڈالدیا تھا۔ اسکی وجہ سے جو ہوا تمہیں معلوم ہے۔ لشکر پر جب

مصیبت آتی اور ہزیمت ہوتی ہے تو اصحاب لوا کی بزدلی اور ناواقفی سے پہنچتی ہے۔ اگر تم علم

کی حفاظت نہ کر سکو تو ہم کسی اور کے سپرد کر دیں گے۔ بنی عبدالدار نے جھلا کر ابوسفیان کو جواب دیا

کہ ہم جو کچھ کریں گے تجھ کو معلوم ہو جائیگا۔ ابوسفیان کی غرض بھی اتنی ہی تھی کہ وہ علم کی حفاظت

میں جان لڑادیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ علم کو اوّل طلحہ بن ابی طلحہ نے سنبھالا۔ وہ قتل کر دیے گئے

تو اُن کے بھائی عثمان نے لیا۔ اور اُنکے بعد تیسرے بھائی ابوسعید ابن ابی طلحہ نے وہ بھی قتل

کر دیے گئے۔ تو طلحہ کے چار بیٹوں مسافع۔ حارث۔ کلاب اور جلاس نے یکے بعد دیگرے علم

کو اُٹھایا اور سب مقتول ہوئے۔ اُنکے بعد ارطاۃ بن شرجیل کے بیٹے اور پھر اُنکے غلام صواب

نے ہاتھ میں لیا اور سب کا یہی حشر ہوا غرض قریش نے اپنے لوا کی حفاظت میں کوئی کمی نہ کی

اور گیارہ شخص اُسکو اُٹھاتے اور جان دیتے رہے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچگئی کہ لوا کا اُٹھانیوالا

کوئی نہ رہا۔ ادھر مسلمان قریش پر ٹوٹ پڑے۔ تو بھگدڑ پڑگئی۔ مسلمانوں کو غلبہ تام ہو گیا۔ قریش کو

ہزیمت کلی ہو چکی اور مسلمان اموال غنیمت کے جمع کرنیکی طرف متوجہ ہو گئے تو تیر اندازوں کی جماعت

نے جسکو آپ نے گھاٹی کی حفاظت پر متعین فرما کر حکم دیا تھا کہ تم کسی حال میں اپنی جگہ سے نہ ہٹنا

آپس میں کہا کہ فتح کامل ہو چکی اب ہمارے یہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے ہم بھی مظفر و منصور

مسلمانوں کے ساتھ غنیمت میں سے حصہ لیں۔ عبداللہ بن جبیر امیر دستہ نے ہر چند منع کیا مگر دستہ

کے اکثر حصہ نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ امیر دستہ کچھ کم دس آدمیوں سمیت وہاں سے نہ ہلے۔ خالد بن

ولید کما ندار دستہ سواران جیسا مدبر و بہادر ایسے موقع کو ہاتھ سے کب دے سکتا تھا۔ باوجود

قریش کی شکست کامل کے اپنی تدبیر سے نہ چوکے اور فوراً پہاڑ کے عقب سے آکر اچانک مسلمانوں

پر حملہ کر دیا۔ امیر دستہ عبداللہ بن جبیر اور اُن کے رفقاء نے تو مقابلہ کر کے جان دیدی۔ باقی

مسلمان بیفکر اموال غنیمت کے جمع میں مشغول تھے اس دفعۃً حملہ سے اُنکے پیر اُکھڑ گئے

...[illegible] ابوسفیان انما یؤتی الناس من قبل رایاتهم فاما ان تکفونا واما ان تخلوا بیننا وبین اللواء یحرضهم بذالک تفاوا ستعلم اذا التقینا کیف نصنع

اھ۔ کامل ابن اثیر صفحہ ۲۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے
جس کو دانہ دیتا ہوں اس پر تم کو قتل کرونگا۔ آپ اس کے جواب میں ارشاد فرمادیا کرتے
انشاء اللہ تعالیٰ میں ہی تجھ کو قتل کرونگا۔

آج مسلمانوں کی اس عارضی شکست سے ابی بن خلف بھی اپنے خیال فاسد کو پورا کرنے
کا قصد سمجھ کر آپ کی طرف چلا مسلمانوں نے آپ تک پہنچنے سے روکنا چاہا۔ آپ نے فرمایا اُس کو
آنے دو۔ آپ نے بعض صحابہ سے ایک نیزہ ہاتھ میں لیکر ایسی قوت سے مارا کہ گھوڑے سے گر کر
ڈکراتا ہوا چلا گیا۔ گردن میں خفیف سا نشان زخم کا ہو گیا جو بظاہر کچھ بھی اندیشہ ناک نہ تھا
مگر ابی بن خلف چلا اٹھا قتلنی محمدؐ مجھ کو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے مار ڈالا۔ لوگوں نے کہا
تیری عقل جاتی رہی ہے تجھے تو کچھ گزند کا اندیشہ نہیں ہے۔ تو ایسا بہادر ہے کہ سینہ میں تیر کھاتا
تھا اور نکالکر پھینک دیتا تھا کچھ پرواہ نہ کرتا تھا۔ اس ذرا سے زخم سے کیوں مرا جاتا ہے مگر اُس نے
کہا تم نہیں جانتے جتنا زخم آپ کے ہاتھ سے مجھ کو لگا ہے اگر اُتنا ہی کُل کرۂ ارض کے باشندوں
کو ملکر لگ جائے تو سب مرجائیں وہ کمبخت باوجود شدید عداوت کے بھی آپ کی حقانیت کو جانتا
تھا اور اُس کو اُسی وقت سے اندیشہ تھا جب آپ کو فرماتے ہوئے سُنا تھا کہ میں تجھ کو قتل
کرونگا۔ آخر کئی روز کے بعد مکہ کو واپس ہوتے ہوئے اس زخم کی تکلیف سے مرگیا۔ ابی بن
خلف ہی وہ شقی ہے جس کو آپ نے اپنے دست خاص سے قتل کیا ہے۔

ابو عامر فاسق نے (جو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ غسیل ملائکہ کا باپ تھا اور بوجہ عداوت
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ چھوڑ کر کفار مکہ سے جا ملا تھا اور جنگ احد میں اُن کو
یہ دلاسا دیکر لایا تھا کہ جب انصار میرے سامنے آئیں گے اور میں اُنکو آواز دونگا تو سب میرے
ساتھ ہو جائیں گے لیکن یہاں اس مردود کی طرف کسی نے بھی التفات نہ کیا۔ اس ابو عامر کو زمانہ
جاہلیت میں بوجہ اس کی عبادت و گوشہ نشینی کے راہب کہتے تھے لیکن اب اُس کا نام فاسق
تھا) اُحد کے میدان میں جگہ جگہ گڈھے کھدوا کر چھپا دیئے تھے کہ مسلمان بے خبری میں اُنکے
اندر گر پڑیں۔ ایک گڈھے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گر گئے اور اس صدمے سے
کچھ بیہوشی طاری ہوگئی گھٹنے چھل گئے ابن قمئہ نے جس نے آپ کے مونڈھے پر تلوار ماری

ان شاء اللہ تعالیٰ فلما رجع الی قریش وقد خدشہ رسول اللہ صلعم خدشا غیر کبیر قال قتلنی محمد قالوا واللہ ما بک بأس ۔ ایضاً صفحہ ۵۹ ج ۲

قال ابی بجلۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ ان عندی العود اعلفہ کل یوم فرقا من ذرۃ اقتلک علیہ فیقول لہ النبی صلعم بل انا اقتلک

[illegible] پریشانی وخوف کا حال تو ابھی معلوم ہو چکا
[illegible] جماعت کہیں زیادہ تر طلقاء (رہا کردہ) تھی عارضی ہزیمت ہوئی
[illegible] کا نقصان جان ومال تو اٹھانا نہیں پڑا مگر خوف وہراس۔ اضطراب
[illegible] یہودی کی منافقین کے طعن وتشنیع کے اعتبار سے یہ معرکہ سب میں زیادہ تھا۔ درحقیقت
[illegible] کو اس سے قبل یا اس کے بعد ایسی پریشانی کبھی لاحق نہ ہوئی مشرکینِ مکہ نے مع اپنے
[illegible] غطفان وغیرہ قبائل کے دس ہزار کی جمعیت سے مکمل سازوسامان کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کی
[illegible] یہود بنی نضیر کو جب مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیئے گئے اور وہ خیبر میں جا کر آباد ہوئے تو
[illegible] سردار حیی بن اخطب (حضرت صفیہ زوجہ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باپ) نے خود مکہ
[illegible] تمام کفار مکہ اور اُنکے مددگار قبائل کو اس پر آمادہ کیا اور یہ پختہ وعدہ کر لیا کہ قریظہ کے یہود جو مدینہ
[illegible] آباد اور نہایت سازوسامان والے دلیر وشجاع لڑائی کے آزمودہ کار ہیں تمہارا ساتھ دینگے
[illegible] بیرون سے حملہ کرو گے اور وہ اندرون سے آفت ڈھائیں گے۔ اور اس طرح مسلمانوں کی بیخ
[illegible] اکھاڑ کر پھینک دی جائیگی۔ قریش مکہ اس کے سوا چاہتے ہی کیا تھے۔ اس کثیر جمعیت کیساتھ
[illegible] کا محاصرہ کر لیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے سے مدینہ منورہ کی اُس جانب جدھر سے حملہ کا اندیشہ
[illegible] رات دن محنت کر کے گہری خندق کھودی گئی حیی بن اخطب نے اپنا وعدہ پورا کیا بنی قریظہ کا
[illegible] عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو چکا تھا۔ مکمل تحریر اس مضمون کی موجود تھی کہ بنی قریظہ
[illegible] کے کسی مخالف کا ساتھ نہ دیں گے۔ انصار کے قبیلہ اوس کے ساتھ بنی قریظہ کے تعلقات تھے
[illegible] جاہلیت سے اُنمیں اور قبیلہ اوس میں یاری ومددگاری باہمی حلف وعہد موجود تھے جسطرح نضیر کا
[illegible] انصار کے دوسرے بڑے قبیلے خزرج کے ساتھ تھا۔ ہر ایک فریق دوسرے کا ساتھ دیتا تھا
[illegible] مخالف سے وقت ضرورت پر برسرِ پیکار ہوتا جاتا۔ اسی طرح انصار کے بھی دونوں قبیلے اپنے اپنے
[illegible] کا ساتھ دیتے تھے۔ زمانہ اسلام میں بھی اس عہد وپیمان کی رعایت ہر فریق میں موجود تھی
[illegible] بارہ میں اس معاہدہ کی وجہ سے عبداللہ ابن ابی خزرجی نے سفارش کی تھی اور باوجود
[illegible] شدید النفاق ہونیکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی سفارش منظور کی تھی۔ قریش

... جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ... کی ناکامی کیساتھ خدا تعالیٰ نے یہود مدینہ کی بقیہ جماعت ... کرادیا مگر ظاہری سامان اس بشارت کے مساعد نہ تھے مسلمانوں پر تو غم و ... فکر کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ دس ہزار کا لشکر محاصرہ کئے ہوئے پڑا تھا۔ یہود مار آستین کیطرح اندر ... ہوئے تھے کہ مسلمان قریش کے مقابلہ میں مصروف ہوں تو ہم اُنکے زن و بچہ کو تباہ کرکے مسلمانو ... میں لیلیں یہی وقت تھا جس کی نسبت کلام اللہ میں ارشاد ہے۔

... جاءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا هنالك ابتلی المؤمنون وزلزلوا زلزالاً شدیدا۔

جب آئے تم پر اوپر کی طرف سے اور نیچے سے اور جب ڈگنے لگیں آنکھیں اور پہنچے دل گلوں تک اور گمان کرتے تھے تم ساتھ اللہ کے طرح طرح کے گمان وہاں جانچے گئے ایمان والے جھڑ جھڑائے گئے جھڑ جھڑانا۔

پھر منافقین مدینہ (جو یہود سے زیادہ عداوت میں بڑھے ہوئے اور مسلمانوں کے ہر کام میں ... اور گھسے ہوئے تھے) کا تمسخر و طعن اور بھی نمک برجراحت کا کام دیتا تھا خندق کھودتے ... سے ایک سخت چٹان نکل آئی جسپر کدال کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا تو آپ نے دست مبارک میں کدال لیکر مارا ... نرم ہوکر اُسکا ایک تہائی حصہ کٹ گیا۔ کدال کے لگتے ہی چٹان میں سے چمک پیدا ہوئی جسکو ... کر آپ نے فرمایا مجھ پر خدا تعالیٰ نے یمن کو فتح کردیا۔ اس روشنی میں میں نے یمن کے مکانات اور آبادی کو ... ظاہر۔ دوسری دفعہ کدال کو مارا تو ایک تہائی کٹنے کیساتھ روشنی نمودار ہوئی اور آپ نے فرمایا شام کا ... بھی فتح ہوگیا۔ اس روشنی میں شام کے ملک اور اُسکی آبادی مجھ کو دکھلادی گئی۔ تیسری دفعہ کدال ... پھر روشنی ظاہر ہوئی آپ نے فرمایا فارس کا ملک بھی فتح ہوگیا۔[۵] منافقین ان باتوں کو سنکر اور بھی تمسخر ... اور مسلمانوں پر قہقہے لگاتے تھے کہ یہ بھی عجیب نادان ہیں گھر میں تو امن نہیں ہے کوئی شخص اطمینان ... روٹی نہیں کھا سکتا۔ تنگی کا یہ حال کہ کئی کئی وقت روٹی نہیں ملتی۔ اور اس حالت پر ان جھوٹے ... ن پر خوش ہوتے ہیں۔

... یقول المنافقون والذین فی قلوبهم مرض ما وعدنا اللہ ورسوله الا غرورا۔

اور جبکہ منافق اور وہ لوگ جنکے دلمیں شک ہے کہتے تھے نہیں وعدہ کیا ہمسے اللہ اور اُسکے رسول نے مگر دھوکے کا۔

... فسأل سلمان عما رأی من البرق فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اضاءت الحیرة وقصور کسری فی البرقة الاولی واخبرنی جبرئیل ... علیها واضاءلی فی الثانیة القصور الحمر من ارض الشام والروم واخبرنی ان امتی ظاهرة علیها واضاءلی فی الثالثة قصور صنعاء واخبرنی ان ...

[illegible] اس کرامت و شرافت کے بعد
[illegible] کر دیا ہیں نہیں ہرگز ایسی صلح کی ضرورت نہیں ہے تلوار
[illegible] کو منظور کرنا تمہاری یہ رائے ہے تو بہتر ہے۔ ہر دو سرداروں نے باواز بلند
[illegible] نے کہہ دیا جس قدر ممکن ہو ہمارے مقابلہ میں کوشش کرو تلوار ہی سے فیصلہ ہوگا
[illegible] کہ اسطرح صلح کا نہ منجانب اللہ حکم تھا اور نہ خود پسندیدہ و محبوب تھی۔ بلکہ منجملہ تدابیر ایک تدبیر
[illegible] میں صحابہ کی دلجوئی اور راحت کا خیال تھا۔ مگر جسطرح آپ کی جانب سے محض شفقت
[illegible] رافت کا ظہور تھا۔ درحقیقت مسلمانوں کیلئے امتحان و آزمایش کی گھڑی تھی۔ اگر انصار اس رائے کو
[illegible] لیتے تو کسی طرح قابل ملامت و طعن نہ ہوتے۔ مگر وہ اس تہ کو پہنچ گئے لیبلی المؤمنین بلاءً
حسنًا کا مضمون پیش نظر ہوگیا اور نہایت ثابت قدمی سے صلح کو نا منظور کیا۔ جب صلح کی کوئی
صورت باقی نہ رہی۔ تو مشرکین کے تمام گروہوں نے پوری جدوجہد شروع کر دی۔

خندق کے درمیان ہونے سے پیادہ لشکر کو تو موقع حملہ کا تھا ہی نہیں۔ البتہ سواروں کے دستے
متفرق مقامات پر رات دن گشت لگاتے تھے اور چاہتے تھے کہ کہیں موقع ملجائے تو خندق کو
طے کر کے مسلمانوں پر جا پڑیں۔ یہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں کہ فوج رسالہ کی کمان ہمیشہ خالد بن الولید
کے ہاتھ میں ہوتی تھی اس موقع پر بھی انہیں کی کمان میں تھے۔ ...... خالد خود بالطبع ایسے
دلیر و جوشیلے نڈر تھے کہ کسی موقع کو ہاتھ سے دینا تو کیا خود متلاشی رہتے تھے۔ مگر خندق کا محاصرہ لمبا
ہوگیا تھا ایک شخص سے ناممکن تھا کہ رات دن ہر موقع پر دستہ سواروں کو لیجائے۔ اور مقصود یہ تھا کہ
مسلمانوں کو ایک آن کیلئے چین و اطمینان حاصل نہ ہو۔ انہوں نے رسالہ کو کئی دستوں میں تقسیم کر کے ہر ایک
دستہ کی کمان جدا جدا ابوسفیان عمرو بن العاص۔ عکرمہ ابن ابی جہل۔ ہبیرہ ابن ابی وہب۔ ضرار ابن
الخطاب کے سپرد کی اور ایک دستہ کی کمان خود اپنے ہاتھ میں رکھی اس طرح نمبروار حملے کرتے رہے
[illegible] کبھی یہ گھوڑوں کو خندق میں لیجانیکا ارادہ کیا مگر کامیاب ہوئے ایک مرتبہ نوفل عبداللہ
[illegible] مخزومی نے گھوڑے کو خندق پھلانا چاہا۔ مگر وہ خندق میں گر گیا اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ یہ حالات
[illegible] ابتدا ہی سے تھے مگر آخر میں جدوجہد کو اور بھی بڑھایا۔ ایک مرتبہ عکرمہ ابن ابی جہل۔ ہبیرہ
ابن وہب ضرار ابن الخطاب عمرو ابن ود نے گھوڑوں کو خندق کے تنگ راستہ میں جبراً

[illegible] مہمان گیا تو سب خوش ہو گئے مرحبا مرحبا
[illegible] لائے نعیم نے کہا بھائی ان باتوں کا وقت نہیں ہے میں تو تمہاری
[illegible] کی وجہ سے اسوقت آیا ہوں۔ اگر تم راز میں رکھو تو کہوں اور جو میرے نزدیک مناسب ہے
[illegible] دوں۔ اُنھوں نے راز داری کا پورا عہد و پیمان کر لیا تو کہا۔ قریش مکہ اور تمہارا حال یکساں نہیں ہے
قریش تو دوسرے کے گھر پر چڑھ کر آئے ہیں۔ کامیاب ہو گئے تو بہتر ورنہ صحیح و سالم اپنے ملک کو لوٹ
جائینگے جہاں اُنکو کسی کا اندیشہ نہیں ہے۔ برخلاف تمہارے کہ تمہارا وطن یہی ہے۔ تمہارے اہل و عیال
مال متاع یہیں ہیں تمنے قریش کا ساتھ کس بھروسہ پر دیا ہے۔ اگر قریش ناکام واپس ہوئے اور تمکو
یہاں چھوڑ گئے تو تمہارا کیا حشر ہوگا تم اپنے ہم مذہب دو قبیلوں بنی نضیر اور بنی قینقاع کا حال دیکھ چکے
ہو وہ بھی تو تمہاری طرح مدینہ ہی میں رہتے تھے لیکن جب مسلمانوں نے اُنکو جلاوطن کیا تو عرب کا
کونسا قبیلہ اُنکی مدد کو آیا تھا۔ قریش چلے گئے تو تمہارا مقابلہ مسلمانوں سے ہوگا وہ جو چاہینگے تمہارے ساتھ
کرینگے۔ پھر تمنے کیا سوچکر کیا ہے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم قریش سے پورا پورا عہد و پیمان لیلو اور اُن
میں سے ستر اشراف کو بطور رہن رکھلو۔ قریظہ نے کہا ہم آپکے بہت مشکور ہیں۔ آپنے بالکل صحیح کہا اور
نہایت مناسب رائے دی ہم ایسا ہی کرینگے۔ یہانسے رخصت ہو کر نعیم قریش کے پاس پہنچے اور کہا تم
جانتے ہو میرے تعلقات تمہارے ساتھ کیسے ہیں اور مجھکو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے کتنا بغض ہے
مجھے ایک خبر پہنچی ہے اگر تم اُسکا افشا نہ کرو تو بیان کروں۔ میری محبت نے گوارا نہ کیا کہ میں اُسکے پہنچانے
میں ذرا بھی دیر کرتا۔ قریش نے کہا ہرگز کسی کو خبر بھی نہ ہوگی ضرور کہئے۔ نعیم نے کہا سنو۔ بنی قریظہ نے
تمہارا ساتھ دیا مسلمانوں کے ساتھ جو معاہدہ تھا اُسکو توڑ ڈالا مگر اب وہ نادم و پشیمان ہیں اور اس فکر میں
ہیں کہ اُسکی تلافی کریں۔ اُنھوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پیام بھیجا کہ اگر اپنے قصور کی مکافات
کیلئے قریش و غطفان کے ستر شرفا کو قید کر کے آپ کے پاس بھیجدیں اور عمر بھر آپکے ساتھ مشرکین سے
لڑتے رہیں تو آپ ہمارا قصور معاف کر دیں گے اور ہمارے سابق عہدنامہ کو برقرار رکھیں گے۔ وہانسے
جواب آیا ایسا کرو گے تو تمہارے سب جرائم معاف ہو جائینگے۔ نعیم نے کہا اگر یہود قریظہ تمسے رہن رکھنے
کیلئے تمہارے اشراف کو طلب کریں تو ہرگز ایک شخص کو بھی نہ دینا۔

یہانسے اُٹھکر غطفان کے پاس پہنچے اور کہا تم تو میرا کنبہ اور برادری۔ دنیا بھر سے زیادہ

... خواب میں دکھلایا گیا تھا کہ آپ اور آپ کے اصحاب مکہ معظمہ
... کی حالت میں داخل ہوئے بعض محلق یعنی سر کے بالوں کو منڈانے والے ہیں اور بعض
... بال کٹوانے والے اور یہ کہ آپ نے بیت اللہ کی کنجی لے لی ہے اور آپ نے وقوف عرفات بھی کیا
... آپ نے اسکا تذکرہ صحابہ سے کیا تو سب پر بے انتہا مسرت تھی اسکے بعد آپ نے اسی سال عمرہ کا
... کیا صحابہ خوش ہو گئے کہ خواب کی تعبیر یہی ہوگی۔ اسی سفر میں سب امور کا جو آپ کو دکھلائے گئے
... ظہور ہو جائیگا۔ آپ نے مسلمان قبائل عرب مثل اسلم۔ غفار۔ مزینہ۔ جہینہ کو بھی اس عزم کی اطلاع فرمائی
... کہ وہ بھی شریک ہوں بہت سے قبائل تو شریک ہوئے اور بعض نے خیال کیا جن لوگوں نے خاص
... کے مرکز (مدینہ) پر چڑھائی کر کے استیصال کا ارادہ کیا ہو۔ اُنسے اسکی کیا توقع ہو سکتی ہے کہ مکہ میں کیا
... نے دینگے۔ اور بلا لڑے بھڑے راستہ چھوڑ دیں گے اور اس بنا پر ادھر اُدھر کے عذر کر کے بیٹھ رہے
... تم اللہ نے اُن لوگوں کی تکذیب ان آیات میں نازل ہو گئی۔

يقولون بالسنتهم ماليس في قلوبهم	اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو دلوں میں نہیں ہے

آپ نے اس سفر میں شروع ہی سے ایسا انداز اختیار کیا کہ مشرکین مکہ یا کسی اور کو یہ واہمہ بھی نہ ہو
... آپ کا قصد محاربہ کا ہے چنانچہ ذی الحلیفہ سے جو مدینہ سے چند میل ہے احرام باندھا ستر اونٹ ہدی کیلئے
... تھے اُنکے گلے میں قلادے ڈالدیئے۔ یہ ایسی علامت تھی کہ عرب کے تمام افراد اسکو جانتے تھے
... شخص بھی محرم کو اور ہدی کو دیکھکر یہ وہم نہ کر سکتا تھا کہ ان لوگوں کا ارادہ قتل و قتال کا ہے۔ اگرچہ آپ کے
... دو سو گھوڑے تھے جو اس سے قبل کسی معرکہ قتال میں کبھی نہیں ہوئے۔ مگر آپ نے سامان حرب
... رکھنے کی ممانعت فرمادی تھی۔ صرف اپنی حفاظت کیلئے تلواروں کو ساتھ لیا تھا۔
... آپ نے ایک شخص کو بغرض تجسس احوال مکہ بھیجا۔ اُس نے خبر دی کہ قریش نے آپ کی خبر
... لڑائی کی تیاری کر لی ہے اُن کے ہم خیال قبائل بھی تیار ہیں۔
... آپ جس ارادہ سے تشریف لیجاتے تھے اُس کا اظہار اعلان کیساتھ کر دیا تھا۔ آپ کے صدق
... کا بچہ بچہ تسلیم کرتا تھا۔ مگر قریش پھر بھی اپنے خیال سے باز نہ آئے خالد بن الولید رضی اللہ
... عنہ کی زیر کمان ایک دستہ سواران کراع الغمیم پر مقابلہ کے لئے آموجود ہوا ادھر سے جناب
... رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تک پہنچ گئے۔ ظہر کی نماز کا وقت آگیا۔ آپ نے معہ تمام صحابہ

... صلی اللہ علیہ وسلم في المنام قبل خروجه الى الحديبية واخرج ابن المنذر وغيره عن مجاهد انه صلى الله عليه وسلم رأى وهو بالحديبية
... اصحابه دخلوا مكة آمنين وقد حلقوا وقصروا فقص الرؤيا على اصحابه ففرحوا واستبشروا وحسبوا انهم داخلوها في عامهم وقالوا ان رؤيا
... حق۔ روح المعانی صفحہ ...

[illegible] ساتھ کس طرح جھو کرتی ہے [illegible]

وہ سمجھ گئے کہ ہمارے قصد کی اطلاع انکو ہو چکی ہے۔ غرض [illegible]

کیلئے تشریف لائے ہیں اپنے ارادے باز نہ آئے اور اس کمرکی [illegible]

سرانجام تدابیر حرب کیلئے حضرت خالد سے زیادہ کوئی شخص نہیں تھا۔ [illegible]

وہی اس اہم خدمت کے سرانجام کیلئے مامور ہوئے۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ [illegible]

تھے آپکا ارادہ نہ تھا کہ بلا نہایت سخت مجبوری کے تلوار میان سے نکالیں اسوقت آپنے [illegible]

اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا۔ کہ قریش ہم کو عمرہ و طواف سے روکنا چاہتے ہیں حضرت ابوبکر [illegible]

کیا کہ ہم محض عمرہ و طواف کیلئے جاتے ہیں لڑائی کا بالکل قصد نہیں لیکن اگر کوئی ہم کو [illegible]

طواف کرنیسے مانع آویگا تو ضرور مقابلہ کریں گے۔ اسی طرح اور صحابہ نے بھی استقلال [illegible]

ثبوت دیا۔ آپنے فرمایا افسوس ہے قریش کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ لڑائیوں نے انکو ضعیف [illegible]

بھی وہ اپنی ضد اور ہٹ پر قائم ہیں۔ انکا کیا حرج تھا اگر وہ مجھے اور تمام عرب کو چھوڑ [illegible]

اگر میں سب پر غالب آتا تو وہ بھی اپنی پوری قوت اور کثرت کیساتھ اسلام [illegible]

ہوتا تو پھر میرا مقابلہ اپنی پوری جمعیت سے کرتے۔ قریش کیا گمان کرتے ہیں [illegible]

آمادہ ہوں ہرگز نہیں جبتک یہ گردن ہے ہرگز نہیں رُک سکتا۔ اسکے بعد آپنے خالد [illegible]

بچا کر نکل جانے کیلئے ارشاد فرمایا۔ کوئی شخص ایسا واقف کار ہے جو ہمکو خالد [illegible]

سے لیچلے۔ قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے کہا میں لیچلونگا وہ آپ کو نہایت [illegible]

لیگیا۔ حضرت خالد کو اُسوقت خبر ہوئی جب آپ منزل پر پہنچ [illegible]

جاکر قریش سے یہ حال بیان کیا۔ آپنے اس منزل پر صحابہ کو حکم [illegible]

حدیبیہ جا اُتریں جب اُس گھاٹی پر پہنچے جہاں سے حدیبیہ [illegible]

ناقہ چلتے چلتے بیٹھ گئی۔ ہرچند اُٹھانا چاہا [illegible]

[illegible] رضا خداوندی ہی ہے کہ میں اسوقت بزور قوت مکہ میں داخل ہوں
فرمایا [illegible] قریش مجھ کسی ایسے امر کی طرف بلائینگے جسمیں بیت اللہ کی حرمت وعظمت اور اُن کی
صلہ رحمی ہوتی ہو قبول کرونگا۔ یہ سُنتے ہی ناقہ کھڑی ہوگئی۔

حدیبیہ کے حالات وواقعات بہت طویل ہیں اُنکے بیان کا یہ موقع نہیں ہے۔ مگر خلاصہ یہ ہے کہ
مشرکین نے ہرگز کسی پہلو سے آپ کو اجازت طواف ودخول مکہ کی نہ دی۔ آپ نے اُن کی سخت سے
سخت شرائط کو قبول فرماکر صلح کرلی اور حدیبیہ میں ہی قربانیاں ذبح کرکے حلال ہوگئے۔ صحابہ پر یہ امر
نہایت شاق گذرا وہ سمجھے ہوئے تھے کہ خواب کی تعبیر کے موافق اسی سال مکہ میں باطمینان داخل ہوکر
طواف کرینگے یہاں معاملہ برعکس پیش آیا۔ صحابہ کے غم وغصہ کی انتہا نہ تھی۔ ادھر تو خواب کی تعبیر پورا
نہ ہونیکا صدمہ۔ ادھر مسلمان ہوکر ایسے کڑے شرائط کو مان کر صلح کرلینا۔ مگر آپ نے اُنکو تسلی دی۔ یہ
فرمایا کہ خواب سچا ہے اُسکی تعبیر پوری ہوکر رہیگی۔ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال مکہ میں داخل
ہونگے۔ اسکے بعد سورۂ فتح نازل ہوئی اور آیات ذیل میں خواب کی تصدیق فرمادی گئی۔

لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین محلقین رؤسکم ومقصرین لاتخافون فعلم مالم تعلموا فجعل من دون ذٰلك فتحا قریبا۔	اللہ نے سچ دکھایا اپنے رسول کو خواب تحقیق کہ تم داخل ہوگئے ادب والی مسجد میں اگر اللہ نے چاہا۔ چین سے بال منڈاتے اپنے سروں کے اور کترتے بے خطرہ پھر جانا جو تم نہیں جانتے۔ پھر ٹھیرا دی اس سے ورے ایک فتح نزدیک۔

حصہ دوم زمانہ اسلام تا وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا

وہی سپہ سالار اعظم اور وہی قریش مکہ کا معتمد علیہ خاص دلیر وجانباز اب اُسکے مسلمان ہونے کا وقت آگیا جس کی ابتدا اس طرح ہوئی۔

خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے علاتی بھائی ولید بن الولید بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ قیدی
ہوگئے تھے۔ عبداللہ بن جحش نے اُنکو قید کیا تھا۔ جب یہ فیصلہ ہوگیا کہ معاوضہ لیکر قیدیوں کو رہا
کیا جائے تو خالد اور اُن کے حقیقی بھائی ہشام بن الولید۔ ولید کو چھڑانے کیلئے مدینہ آئے۔

غرض ولید نے گھبرا کر [illegible]

زر فدا وصول کرا اور ہم کو ذلیل نہ کریں مسلمان [illegible]

اسلام اس پر محمول ہوتا کہ میں قید کی تکلیف سے گھبرا [illegible]

رغبت و محبت کے کسی دنیوی غرض کی وجہ سے حاصل کرتا [illegible]

ولید کو قید خانہ میں ڈالدیا گیا۔ مگر وہ کچھ عرصہ بعد قید خانہ سے بھاگ [illegible]

القضاء میں جو صلح حدیبیہ سے اگلے سال ہوا تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible]

قریش مکہ نے صلح حدیبیہ میں آپ کو سال آئندہ عمرہ کی اجازت دی تھی [illegible]

بیت اللہ اور مطاف کو آپ کیلئے خالی کردینگے۔ آپ تین روز سے زیادہ وہاں [illegible]

ہم میں سے مکہ میں رہنا چاہیں مسلمان اُن سے تعرض نہ کریں اُن کو نہ ستائیں۔

اس معاہدہ کی بنا پر قریش مکہ آزاد تھے۔ کہ چاہیں ان ایام کے اندر خاص [illegible]

جائیں۔ بہت سے تو چلے گئے اور بہت سے وہاں رہے۔ خالد بن الولید بھی انہیں [illegible]

جو فرار ہو گئے تھے۔ باوجودیکہ اسلام کی حقانیت اُنکے دلمیں اثر کر چکی تھی مگر اپنے خیال [illegible]

ان کو گوارا نہ تھا کہ آپ سے سامنا ہو۔ یا کسی مسلمان کو مکہ کی گلیوں میں پھرتا۔ یا بیت اللہ کا [illegible]

دیکھ سکیں۔ اگرچہ حضرت خالد کے اسلام کے بارہ میں ایک روایۃ یہ بھی ہے کہ [illegible]

القضاء سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔ مگر میں اسی پہلی روایت کی بنا پر واقعات [illegible]

حضرت خالد بن الولید اپنے اسلام کی ابتدا یوں بیان فرماتے ہیں کہ [illegible]

ارادہ کیا کہ میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے خود بخود عقل آئی اور میرے دلمیں [illegible]

سوچا کہ میں نے آپ کے مقابلہ میں بڑی بڑی شدید معرکہ آرائیاں کی [illegible]

آیا ہوں تو میرے دلمیں یہ آیا ہے کہ تو نے اپنی شجاعت و مردانگی [illegible]

نے ان خیالات سے میرے دل میں اسلام کی عظمت و محبت [illegible]

قابلیت قبول اسلام پیدا ہوئی مگر اپنے [illegible]

[illegible] میں بھی مکہ چھوڑ کر روپوش ہوگیا میرا بھائی ولید بھی آپ کے ہمرکاب تھا
[illegible] مجھے تلاش کیا تو میں نہ ملا۔ تب اُس نے مجھے خط لکھا کہ مجھے اس سے زیادہ کوئی عجیب بات
معلوم نہیں ہوتی کہ تم جیسا دانشمند آدمی اسلام جیسی چیز سے متنفر ہو اُس کی حقیقت نہ سمجھے اسلام
ایسی چیز نہیں ہے کہ کوئی ذی عقل اُس سے بیخبر رہے یا اُسکی طرف مائل نہ ہو۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تمہارا حال دریافت کیا تھا میں نے عرض کر دیا خدا
تعالیٰ اُسکو آپ کی خدمت میں لے آئیگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خالد ایسا شخص نہیں ہے جو اسلام سے
جاہل و بیخبر رہے۔ اگر وہ اپنی شجاعت و دلیری کو مسلمانوں کی امداد میں استعمال کرتے۔ تو اُن کیلئے بہتر
ہوتا۔ اور ہم ان کو اوروں سے ان معاملات میں مقدم کرتے۔ ولید نے یہ بھی لکھا کہ اب بھی تم تلافی
مافات کرو۔ بہت سے عمدہ مواقع خدمت اسلام کے کھو چکے ہو۔

حضرت خالد فرماتے ہیں کہ دل میں اسلام کی محبت تو جم ہی چکی تھی۔ اس خط نے میرے اندر
اور تحریک پیدا کر دی اور جو خیالات انقباض یا شرم و حیا مجھکو روکتے تھے وہ زائل ہو کر بجائے اُن کے
انشراح و نشاط پیدا ہوگیا۔ اس درمیان میں میں نے یہ خواب دیکھا کہ میں نہایت تنگ و تاریک خشک
خطرناک آبادیوں میں سے نکلکر سرسبز و شاداب وسیع و پر فضا شہروں میں پہنچ گیا ہوں۔ جب یہ عزم پختہ
کیا اور میں نے مکہ سے مدینہ جانیکا تہیہ کر لیا۔ تو صفوان سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا بھائی تم
دیکھتے نہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) عرب و عجم پر غالب آگئے کیا اچھا ہوتا کہ ہم بھی اُنکی خدمت میں پہنچکر
اتباع کرتے صفوان نے کہا بھائی میرے سوا ساری دنیا مسلمان ہو جائے اور میں تنہا رہ جاؤں جب
بھی اُنکا اتباع نہ کرونگا میں نے اپنے دلمیں کہا اس شخص کے باپ اور بھائی بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ سے
قتل ہو چکے ہیں۔ اسکے دل میں غم و غصہ عداوت و بغض و حسد و کینہ اور جوش انتقام باقی ہیں۔ پھر
عکرمہ ابن ابی جہل سے ملے اُنسے بھی وہی تقریر کی جو صفوان سے کی تھی اُنہوں نے بھی وہی جواب
دیا جو صفوان نے دیا تھا میں نے کہا خیر مگر تم اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ پھر میری ملاقات عثمان بن طلحہ
سے ہوئی۔ وہ میرے دوست تھے دلمیں آئی کہ اُن سے بھی وہ مضمون کہوں۔ پھر خیال کیا کہ اس کا
باپ چچا تین بھائی اُحد میں مسلمان قتل کر چکے ہیں۔ اُس سے کہنے میں کیا فائدہ۔ مگر میں نے
کہا کر دینے میں کیا حرج ہے۔ میں نے اُن سے سب حال بیان کیا۔ یہ بھی کہا کہ ہمارا حال

خالد کے کارنامے

...سلمان ہو جانیکے بعد حضرت خالد نے اسلام کی خدمات اُسی جانفشانی جد وجہد خونریزی و جاں نثاری سے کیں جیسی کہ اُنکی جبلی شجاعت و دلیری ...ت خاندانی اور سربلندی و امتیاز کا مقتضے تھا بلکہ اُس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ اُن کوششوں کا ...ں اگر قومی غیرت اور فقط نام و نمود تھا تو اب اسلام کی محبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او ...لہ عالم جل مجدہ کی رضا محرک تھی اسکے علاوہ اُنکو اپنے بے سود و مضر مساعی کی تلافی بھی کرنی تھی

معرکہ موتہ

سب سے پہلے اور سب سے زیادہ عظیم الشان و ہولناک معرکہ موتہ کا تھا جسمیں کہ حضرت خالد ...ے شریک ہو کر اپنے تفوق و امتیاز کو ثابت کر کے سیف من سیوف اللہ کا درخشاں خطاب بارگاہِ ...سالت پناہ سے حاصل کیا۔

موتہ ملک شام میں ایک مقام ہے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر ازدی ایک خط دیکر روم و شام کے بادشاہ ہرقل کے پاس بھیجا تھا۔ شرجیل بن عمرو الغسانی شام میں ہرقل کا ...رونائب السلطنت تھا۔ حارث جب موتہ پہنچے تو شرجیل کو معلوم ہو گیا اُس نے حارث سے ...ہا شاید تم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے قاصد و سفیر ہو کہا ہاں شرجیل نے اُن کو قتل کر دیا۔ اور یہ ...ل اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے سفیر و قاصد تھے جو قتل کئے گئے۔ آپ کو اسکی اطلاع ...ی تو سخت شاق گذرا۔ آپ نے تین ہزار مسلمانوں کی ایک جمعیت کو ملک روم کے مقابلہ کیلئے ...اری کا حکم دیا۔ زید ابن حارثہ امیر لشکر مقرر کئے گئے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر زید ...ہید ہو جائیں تو جعفر ابن ابی طالب امیر بنا دیئے جائیں جعفر شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ ...ی شہید ہو جائیں تو مسلمان جنکو پسند کریں امیر بنائیں۔ ایک یہودی بھی اس مجلس میں موجود اُس نے کہا اگر آپ نبی ہیں تو سب شہید ہونگے۔ کیونکہ بنی اسرائیل میں جب کبھی اُن کے ...نے ایسا کہا ہے تو سب کے سب شہید ہوئے ہیں۔ اسکے بعد یہودی نے زید بن حارثہ کی طرف ...یہ ہو کر کہا تم کو جو وصیت کرنی ہے کر دو اب تم کو مدینہ آنا نصیب نہ ہوگا آپ نے ثنیۃ الوداع پر اس ...رخصت کیا اور چند نصیحتیں فرمائیں۔ منجملہ اُنکے یہ بھی نہیں کہ تم کو کچھ لوگ کلیساؤں میں ملینگے ...ل نہ کرنا کسی لڑکے بچے عورت بوڑھے اور بیمار کو بھی قتل نہ کرنا۔ یہ لشکر روانہ ہو کر شام کی حدود ...اخل ہوا تو معلوم ہوا کہ ملکِ روم نے اُنکے مقابلہ کیلئے ایک لاکھ فوج جمع کی ہے۔ بعض

[illegible] فتح دے اور شہادت کی خبر سنا دی۔ اور فرمایا

[illegible] نے جھنڈا لے لیا گو امراء معینہ میں سے نہ تھے۔ مگر خود امیر بنگئے

[illegible] خدا تعالیٰ کی تلواروں میں سے اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھ پر فتح فرما دی۔

[illegible] دن ہے جب کہ آپ کو سیف من سیوف اللہ کا خطاب ملا۔ اُس کے بعد سے آج تک

[illegible] سی لقب و خطاب سے پکارے جاتے ہیں۔

فتح مکہ مکرمہ اسی سال جب کہ موتہ میں حضرت خالد کو سیف من سیوف اللہ کا خطاب ملا۔

[illegible] مکہ کا عظیم الشان واقعہ ہوا اس وقت اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ مقابلہ و قتال کا

[illegible] مگر قریش کے انداز و حرکات ایسے نہ تھے کہ آپ مامون و مطمئن ہو جاتے اور اسی بنا پر در گاہ

[illegible] اوندی سے آپ کو ایک دن کی چند ساعات کیلئے اجازت قتال مل گئی تھی۔ آپ کے ہمراہ دس ہزار

[illegible] جمعیت تھی جسمیں مہاجرین و انصار کے علاوہ عرب کے مسلمان قبائل بھی شریک تھے۔ ہر قبیلہ کا سردار اور

[illegible] کا علم جداگانہ تھا۔ اس وقت میمنہ و میسرہ کے دو بڑے حصوں میں سے ایک کی کمان حضرت

[illegible] کی سپردگی میں تھی اور اُن کو حکم تھا کہ نیچے کی جانب سے مکہ میں داخل ہو جائیں اور تاوقتیکہ اہل

[illegible] کی طرف سے خود ابتداء قتال نہ ہو اپنی طرف سے کسی پر حملہ نہ کریں حضرت خالد نے حسب

[illegible] داخل ہونا چاہا۔ تو قریش کے چند اشرف نے جنہیں عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ بھی تھے

[illegible] ایک جماعت کے اُنکی مزاحمت کی حضرت خالد نے حملہ کر کے اُن کو ہٹا دیا۔ اس موقعہ پر مشرکین

[illegible] سے چند آدمی مقتول ہوئے[2]۔ باقی بھاگ نکلے۔ اس جماعت میں ایک شخص تھا جو اس سے قبل

[illegible] تیز بنا رہا تھا۔ اُسکی بیوی نے کہا کیا کرو گے۔ کہا میں نے سنا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ پر چڑھائی کا

[illegible] میں اُن کے مقابلہ کی تیاری کر رہا ہوں۔ تمہیں بھی اُن کے ساتھیوں میں سے ایک قیدی

[illegible] لگا۔ بیوی نے کہا مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم مسلمانوں کے لشکر کو دیکھکر سر چھپانیکی جگہ

[illegible] تے پھرو گے۔ یہ شخص جب حضرت خالد کے مقابلہ سے بھاگا تو بیوی سے کہا کوئی چھپنے کی جگہ

[illegible] س نے کہا۔ میرا خادم کہاں ہے۔ مرد نے کہا اس مذاق کو چھوڑ مجھے جگہ بتا دے اور پھر یہ شعر پڑھے۔

انک لو شہدت یوم الخندمہ   اذ فر صفوان و فر عکرمہ

[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیشا من المسلمین امیرھا زید بن حارثۃ الی مشارف الشام من ارض البلقاء لغزو الروم وکانت لہم [illegible]

[illegible] کے لئے مامور فرمایا۔ حضرت خالد
[illegible] دریافت فرمایا۔ تم نے وہاں کچھ دیکھا بھی۔ عرض کیا
[illegible] حضرت خالد غصہ میں بھرے ہوئے تلوار سونتے ہوئے اس مقام پر پہنچے
[illegible] سے ایک عورت برہنہ سیاہ اور پراگندہ بال سر پر خاک ڈالتی ہوئی نکلی۔ مجاوروں نے
[illegible] کہنا شروع کیا عزیٰ تو ان کو کانا کر دے۔ اُن کے حواس میں خلل ڈالدے۔ حضرت خالد نے ایک
[illegible] مار کر نصفا نصف کر کے دو ٹکڑے کر دیئے اور فرمایا۔[۵]

یا عزی کفرانک لاسبحانک	انی رایت اللہ قد اھانک
عزی میں تیرا کفران کرتا ہوں سبحانک نہیں کہتا	میں کہتا ہوں خدا نے تجھ کو ذلیل و خوار کیا ہے

واپس ہو کر یہ ماجرا خدمت اقدس میں سُنایا تو فرمایا عزیٰ یہی تھی۔

[illegible]ئدہ۔ اس واقعہ اور مشرکین عرب کے تمام حالات اُن کے عقائد تمام معاملات کے مطالعہ
[illegible]ے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بھی باوجود مشرک و بت پرست ہونیکے معبود حقیقی۔ خالق سمٰوات و ارضین
[illegible]ف خدا ہی کو سمجھتے تھے۔

ولئن سالتھم من خلق السموات	اگر تم اُن سے پوچھو گے آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا
والارض لیقولن اللہ	کیا تو جواب دیں گے اللہ نے

[illegible] اپنے اصنام کو نہ خالق سمجھتے تھے نہ مالک مستقل با اختیار۔ اُن کے عارضی اختیارات کے قائل
[illegible] اور معبود حقیقی کا مظہر جان کر تعظیم مفرط میں مبتلا تھے اور اسی بنا پر مشرک ہوگئے اور اسی شرک
[illegible]خ کنی کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ یہی تعظیم مفرط ہے جس کا انجام
[illegible]ک ہو جاتا ہے۔

[illegible] خالد کا بنی جذیمہ [illegible] بھیجا جانا — بنی جذیمہ عرب کا ایک قبیلہ تھا جو در حقیقت مسلمان ہو چکا تھا۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اُن کے مسلمان ہونیکی اطلاع نہ پہنچی تھی
[illegible] بہت ہی شریر و فسادی تھا۔ زمانہ جاہلیت میں ان کو لعقۃ الدم کہا جاتا تھا۔ حضرت
[illegible] تین سو پچاس مہاجرین و انصار اور قبیلہ بنی سلیم کی جمعیت تھی۔ زمانہ جاہلیت میں بنی جذیمہ
[illegible] کے چچا فاکہ بن مغیرہ اور فاکہ کے ایک بھائی کو قتل کیا تھا۔ قبیلہ سلیم میں سے مالک بن الشر[illegible]

[illegible] الرحمٰن کو بھی بنی جذیمہ نے قتل

[illegible] کو قتل کر چکا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت

[illegible] ایک شخص کے بدلے میں جو بحالت شرک اور زمانہ جاہلیت میں قتل ہوا تم مسلمانوں

[illegible] ہو حضرت عبد الرحمٰن کے دونوں جواب درست تھے وہ اپنے باپ کے قاتل کو قتل بھی

[illegible] اس وجہ سے بھی اب بدلہ کی ضرورت نہ رہی تھی اور قتل بھی نہ کرتے تو کافر کے بدلے جو

[illegible] جاہلیت میں قتل ہوا ہو مسلمانوں کو کسیطرح قتل کرنا جائز نہ تھا۔ حضرت عبد الرحمٰن نے یہ بھی فرمایا کہ اگر

[illegible] نے بدلہ لیا ہے تو اپنے چچا کا لیا ہے اس نزاع اور گفتگو کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ناخوش ہو کر فرمایا۔

[illegible] یا خالد دع عنك اصحابی فواللہ [illegible] کان لك احد ذھبا فانفقتہ فی [illegible] اللہ ما ادرکت غدوۃ رجل [illegible] منھم ولا روحتہ	خالد ٹھیرو میرے اصحاب کو کچھ نہ کہو قسم ہے خدا تعالیٰ کی اگر تمہارے پاس احد پہاڑ کی برابر سونا ہو اور تم اُس سب کو خدا کی راہ میں خرچ کر ڈالو تو میرے اصحاب کے ایک روز فی سبیل اللہ صبح کی کوچ کی نیکی برابر نہیں ہو سکتا۔ نہ شام کے کوچ کی۔

حضرت خالد نے جو کچھ کیا درحقیقت زیادہ سے زیادہ رائے کی غلطی تھی انھوں نے سمجھا کہ یہ قوم [illegible]سلمان نہیں ہوئی ادہر اُنکی تیاری نے انکو شبہ میں ڈالدیا۔ ایک سپہ سالار [illegible] کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر ممکن [illegible]ورت سے اپنے لشکر کی حفاظت کرے اُنکو ضرور یہ کھٹکا ہوا کہ یہ ہم کو غافل کر کے حملہ نکر بیٹھیں یا اور کوئی قبیلہ [illegible]کی معاونت پر آمادہ ہو جائے تو ممکن ہے۔ اگر درحقیقت اُنکو مسلمان سمجھ لیتے تو کبھی ایسا نہ کرتے ہرگز ہرگز [illegible]کو بدلہ لینے کا خیال نہ تھا نہ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کے والد کا اور نہ اپنے چچا کا رہا یہ فرمانا کہ میں نے تمہارے [illegible]پ کا بدلہ لیا اسکا یہ مطلب نہ تھا کہ میں نے بدلہ لینے کو قتل کیا ہے۔ بلکہ جس وجہ سے بھی وہ قتل کئے گئے [illegible] سمجھ کر کئے گئے اور جب قتل ہو گئے تو بدلہ ہو گیا گو اس نسبت سے نہ ہو حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ بھی اس کو [illegible]ب سمجھتے تھے۔ مگر انہوں نے ظاہر لفظوں کا جواب دیا کہ تمکو مسلمانوں سے کافر کا بدلہ لینا جائز نہ تھا [illegible] درآنحالیکہ وہ کافر بھی زمانہ جاہلیت میں قتل کیا گیا ہو۔ ظاہر ہے اور بالکل ظاہر ہے کہ اگر حضرت [illegible]کا یہ مطلب ہوتا کہ میں نے بدلہ میں قتل کیا ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالد سے [illegible]اللہ میں کیونکر درگذر فرما سکتے تھے۔ غرض یہ اُنکی رائے کی غلطی تھی اور اسی غلط رائے کو آپ نے تسلیم کر کے [illegible]خدا تعالیٰ کی یہاں ظاہر فرمائی اور مقتولین کا خون بہا دیا انکے نقصانات کی تلافی فرمائی۔

[illegible] ل [illegible] سابقین اولین ہیں

[illegible] میں تمام صحابہ کو ارشاد فرمایا ہو۔

[illegible] | تم میرے دوست اور صاحب کو میرے لئے چھوڑ دوگے یا نہیں

[illegible] صدیق اکبر تمام صحابہ کے صاحب سے تعبیر فرمایا کیونکہ وہ مرتبہ جو انکو حاصل تھا دوسرے نکو نہ تھا۔
[illegible] جانب حضرت خالد کو تادب اور مرتبہ شناسی کی پوری پوری ہدایت فرمائی گئی ہے کہ تمکو اپنے
[illegible] اور اخلاص ایمانی پر غرہ نہ کرنا چاہیے۔ اپنے سے برتر لوگوں کا ادب ملحوظ رکھنا چاہیے۔
[illegible] سرا شبہ ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں لاتسبوا اصحابی۔ تم میرے اصحاب کو برا نہ کہا کرو۔ اسمیں
[illegible] ہوتا ہے کہ اس کلام کے مخاطب صحابہ ہیں اور وہ کل کے کل شرف صحابیت سے مشرف
[illegible] پھر ان کو خطاب کرکے فرمانے کا کیا مطلب ہے۔
جواب اس کا دو طرح پر ہے اول تو یہ کہ گو مخاطب صحابہ ہی ہیں۔ اور گو اُن میں فرق مراتب بھی
[illegible] مگر کسی کو اجازت نہیں ہے کہ ایک دوسرے کو سب کریں یعنی اُن کے عقائد و اعمال میں برا بھلا
کیلئے نقص نکالیں۔ جو شخص ایسا کریگا۔ وہ اس حالت کے اندر غیر صحابہ میں داخل ہوگا اور اسطرح
[illegible] دی صحابہ کی شان کو محفوظ و ممتاز رکھنا مقصود تھا اور اسمیں اہتمام تھا اس امر کا کہ جب خود صحابہ کو باوجود
[illegible] سری یہ ارشاد ہے تو مابعد صحابہ کو اُنکے ساتھ کسقدر تادب رکھنا اور حفظ مراتب کا لحاظ رکھنا اور شرف
[illegible] بیت کو تمام شرافتوں پر فائق و برتر سمجھنا ضروری و لازم ہوگا۔ اور اسکو نظر انداز کرنے سے وہ کس
[illegible] پہنچ جائینگے۔ کیونکہ جب صحابہ کو اسقدر ممانعت ہے اور اس حالت میں درجہ صحابیت سے نیچے اُتر آتے
تو دوسرونکی کیا حالت ہوگی اور یہ حقیقت میں انسداد اُس حالت کا تھا جو اُمت میں پیش آنیوالی تھی۔
[illegible] صحابہ میں باہم بطور امر بالمعروف یا نصح و ہمدردی کسی امر کا اظہار یا انکار۔ یا امور سیاسی انتظامی میں
تنفیذ احکام کرنا اسمیں داخل نہیں ہے صحابہ معصوم نہ تھے کہ انسے کوئی لغزش یا کسی قسم کی فروگذاشت نہ ہوتی۔
[illegible] سرے یہ کہ مخاطب اس کے صحابہ نہیں بلکہ امت ہے۔ اور غیر حاضرین کو حاضرین کے مرتبہ میں رکھکر
[illegible] رمان جاری فرمایا گیا ہے اور یہ محض عام حکم ہی نہیں ہے بلکہ اس میں اس کی طرف ایما ہے کہ
[illegible] بہت سے افراد اس میں مبتلا ہونیوالے ہوں گے۔ اور یہ مہلک مرض اُن کو برباد و تباہ کریگا
[illegible] مندی اور دلسوزی امت کی بنا پر یہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

حصہ دوم زمانہ امارت و ولایت عساکر اسلامیہ

اب ہم اُن واقعات کو بھی بیان کرنا چاہتے ہیں جو زمانہ شیخین رضی اللہ عنہما میں پیش آئے

فتنہ ارتداد عرب میں حضرت خالدؓ کی نمایاں خدمات

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب میں چاروں طرف مرتد اور اسلام سے برگشتہ ہونیکی ہوا چل پڑی۔ ریاست کی ہوس نبوت و رسالت کے ادعا کا ذبانے عرب میں بہت سے نواب ئیس۔ نبی و رسول پیدا کر دئے۔ مرد تو مرد عورتوں میں ادعاء نبوت کا خبط سما گیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمال و حکام۔ مبلغ دین اسلام۔ قاضی و مفتی۔ ملک حجاز و یمن۔ بحرین و یمامہ وغیرہ میں جابجا مامور تھے۔ ملک میں ارتداد کا سمی مرض پھیلا تو ان لوگوں کو اپنی جان بچانی دشوار ہوگئی مرتدین کے حوصلے یہانتک بڑھے کہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنیکے خیالات فاسد دماغ میں چکر لگانے لگے مسلمانوں کی حالت نہایت نازک تھی۔ دشمنوں کا مقابلہ کریں یا گھر کو سنبھالیں مگر حضرت صدیق اکبر کا ثبات و استقلال سب پر غالب آگیا۔ آپنے ایک منٹ کیلئے اس غوغا اور دھوم دھام کی پرواہ نہ کی۔ نہایت استقلال و اُولوالعزمی سے احکام نافذ کئے اور ہر موقع و مقام کے مناسب فتنہ فرو کرنے کا انتظام کیا۔ مدبر اور فرزانہ امراء مقرر فرمائے۔ اس فتنہ کے استیصال میں بہت زیادہ حصہ حضرت خالد بن الولید نے لیا۔ سب سے پہلے اُنکو طلیحہ مدعی نبوت کے مقابلہ کیلئے بھیجا گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ اُس سے فراغت ہوجائے تو بطاح پہنچکر مالک بن نویرہ سے مقابلہ کریں۔ اس تجویز کے موافق حضرت خالد اول طلیحہ کی جانب روانہ ہوئے اسکی جمعیت بہت زیادہ ہوگئی تھی قبیلہ طے کے چند قبائل بھی اسکے ساتھ ہوگئے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عدی بن حاتم طائی کو حضرت خالد کی روانگی سے قبل بھیجا تھا کہ اُنکو سمجھادیں۔ چنانچہ اُنکی فہمایش سے قبیلہ طے کے جو لوگ طلیحہ کے پاس جانے کو تیار تھے وہ رک گئے اور جو جا چکے تھے وہ واپس آئے اور اس طرح عدی بن حاتم ایک ہزار سوار اس جماعت کے لیکر حضرت خالد سے جاملے کچھ زور تو طلیحہ کا اس طرح ٹوٹا۔ اور پھر جب عین قتال کا وقت تھا تو عینیہ ابن حصین اُسکے جانباز بہادروں میں سے تھا لڑتے لڑتے تھک گیا اور طلیحہ نے جو جھوٹے وعدے اُس سے کر رکھے تھے اُس میں سے کسی کو پورا ہوتے نہ دیکھا تو یہ کہکر معہ سات سو سواروں کے واپس ہوگیا۔

فی فزارۃ انصرفوا فانہ کذاب۔ | لے بنی فزارہ واپس چلو یہ جھوٹا ہے۔

[illegible] غلط فہمی سے صحابہ میں اس کی وجہ سے ایک قسم کی تشویش
حضرت خالد کی جانب سے بدظنی پیدا ہوگئی۔

حضرت عمر نے صدیق اکبر پر زور دیا کہ انکو معزول کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا جس تلوار کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میان سے نکالا ہے میں اسکو میان میں نہ کرونگا۔ حضرت عمر کا اصرار زیادہ بڑھا تو فرمایا۔ اُنسے رائے میں غلطی ہوئی ہے۔ عمداً کچھ نہیں کیا۔ اسکے بعد آپنے مالک کا توخوں بہا دیا اور خالد کو حاضر ہونیکا حکم بھیجدیا۔ حضرت خالد حاضر ہوئے تو حضرت عمر نے بہت کچھ فرمایا۔ چپ سنتے ہوئے چلے گئے۔ صدیق اکبر کی خدمت میں جاکر واقعی عذر بیان کر دیئے۔ جو قبول کر لئے گئے اور معاملہ ختم ہو گیا۔

مسیلمہ کذاب کا واقعہ

مسیلمہ کذاب کا قصہ جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں شروع ہوگیا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد اُس نے بہت زور پکڑا۔ بنو حنیفہ اور اُنکے اعوان کی کثیر جمعیت اُسکے ساتھ تھی جھوٹے کرشموں اور بیہودہ لاف زنیوں پر لوگ اُسکے ساتھ ہوئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر نے جس طرح اور مرتد قبائل کی سرکوبی کیلئے افسروں کو مامور فرمایا تھا مسیلمہ کی سرکوبی کے لئے عکرمہ بن ابی جہل کو مامور فرمایا تھا۔ اور شرجیل بن حسنہ کو اُن کی مدد پر روانہ فرمایا تھا۔ مگر عکرمہ نے شرجیل کا انتظار کئے بغیر مسیلمہ سے مقابلہ کیا اور پسپا ہوئے۔ مدینہ منورہ اطلاع دی تو صدیق اکبر نے لکھا تم اپنی صورت مجھے نہ دکھلاؤ اور یہاں لوٹ کر واپس نہ آؤ۔ مسلمانوں کی ہمتیں پست ہوجائینگی بلکہ تم حذیفہ اور عرفجہ کے ساتھ ملکر اہل عمان سے مقابلہ کرو۔ اور شرجیل کو لکھا کہ پیش قدمی کرنے میں خالد کا انتظار کریں۔ حضرت خالد مالک بن نویرہ سے فارغ اور صدیق اکبر کی خدمت میں صفائی [illegible] کے مسیلمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ صدیق اکبر نے مہاجرین و انصار کی کثیر جماعت کو آپ کے ساتھ کیا اور پھر سلیط کو حضرت خالد کی امداد کے لئے بھیجا کہ وہ پشت کی جانب سے مسلمانوں کو دشمن کے حملہ سے بچائیں مگر شرجیل نے بھی بغیر انتظار حضرت خالد کے مسیلمہ سے مقابلہ شروع کر دیا اور وہ بھی پسپا ہوئے۔ حضرت خالد پہنچے تو سخت ملامت کی اور اب پوری قوت سے فریقین کا مقابلہ ہوا [illegible] کبھی ادھر کا ہوتا تھا کبھی اُدھر کا۔ ایک مرتبہ بنو حنیفہ نے مسلمانوں کو اسقدر پیچھے ہٹا دیا کہ حضرت خالد کے خاص خیمے تک پہنچگئے اور انکو بھی تھوڑی دیر کیلئے جگہ چھوڑ دینی پڑی لیکن پھر حضرت خالد نے ایسا حملہ کرکے انکو دور تک ہٹا دیا۔ معرکہ اسی زور شور سے جاری رہا۔ حضرت خالد نے خیال کیا کہ

[illegible] ہتھیلی میں زہر تھا حضرت خالد نے اُسکو لیکر زہر ہتھیلی پر رکھ کر [illegible] دریافت کیا کہ زہر کیوں ساتھ رکھا۔ کہا اس وجہ سے کہ اگر میں تمہارے حالات اچھے نہ دیکھتا اور تم کو اپنے اندازہ کے خلاف پاتا تو زہر کھا کر مرجاتا۔ کیونکہ ذلت کی زندگی سے عزت کی موت اچھی ہے

حضرت خالد نے فرمایا موت تو کسی کے اختیار میں نہیں۔ وقت معین سے پہلے کوئی شخص نہیں مر سکتا۔ زہر کھانا نہ کھانا برابر ہے۔ اور پھر آپ نے بسم اللہ خیر الاسماء رب الارض والسماء الذی لا یضر مع اسمہ داء الرحمن الرحیم پڑھ کر زہر کو نگل لیا۔ ابن بقیلہ نے کہا بیشک جبتک تم لوگوں کی یہ حالت ہے تم اپنے تمام مقاصد میں کامیاب رہو گے۔ اس گفتگو کے بعد اہل حیرہ سے بھی صلح ہوگئی۔ حیرہ کے گرد و پیش اور اس نواح میں جسقدر دیہات وقصبات واقع تھے وہاں کے چودھری نمبردار و رئیس سب کے سب حیرہ کے انجام کو دیکھتے تھے جب حیرہ بصلح فتح ہوگیا تو اس نواح کے تمام نمبرداروں اور چودھریوں اور زراعت پیشہ لوگوں نے آکر صلح کرلی اور اس طرح حضرت خالد کیلئے راستہ صاف ہوگیا۔ آپ نے چند تجربہ کار افسروں کے ہمراہ کچھ دستے دیکر حکم دیا کہ پیشقدمی کریں چنانچہ یہ لوگ دجلہ کے کنارے تک پہنچگئے۔ فارس میں اگرچہ اس وقت عزل ونصب و قتل ملوک کا دور دورہ تھا۔ باہم اختلاف کی آگ بھڑک رہی تھی مگر حضرت خالد کی خبر پہنچی تو مدافعت ملک پر اتفاق کرکے سخت مقابلہ کی ٹھان لی۔

حضرت خالد پوری ترتیب اور سامان کے ساتھ انبار تک پہنچگئے یہاں کا سپہ سالار ساباط کا گورنر شیرزاد تھا۔ اُس نے اوّل اوّل تو مقابلہ کیا مگر انجام کار صلح کرلی اور شیرزاد بہمن جاذویہ سے جاملا حضرت خالد نے انبار و کلواذا کے گرد و پیش مقامات سے بھی صلح کرلی اور انبار کو زیر نیابت زبرقان ابن بدر چھوڑ کر خود عین التمر کی طرف کوچ کیا۔ یہاں بہرام چوبیں کا بیٹا مہران معہ نہایت عظیم الشان لشکر فارس کے پڑا ہوا تھا اور قبائل عرب نمر و تغلب و یاد کی بھاری جمعیت زیر کمان عقہ ابن ابی عقہ اُسکی امداد و معاونت کے لئے موجود تھے۔ عقہ نے مہران سے کہا عرب کا مقابلہ عرب ہی خوب کرسکتے ہیں۔ ہمیں اور خالد کو چھوڑ دیجئے ہم دیکھ لیں گے۔ اُس نے منظور کیا عقہ پورے ساز و سامان کے ساتھ حضرت خالد کے مقابل ہوا عقہ ابھی لشکر کی ترتیب میں مشغول صف بندی کررہا تھا کہ حضرت خالد نے بہ نفس نفیس اُسپر حملہ کرکے بغل میں دبالیا۔ اُس کا لشکر تو بغیر لڑے بھڑے فرار ہوا جس میں سے

۔۔۔ کو ہذیل پر سوتے میں حملہ کردیا۔ ہذیل بمشکل جان بچاکر چند لوگوں کیساتھ بھاگا۔ ہذیل کیساتھ عبدالعزی ابن ابی رہم اور لبید بن جریر بھی تھے یہ دونوں حقیقتاً مسلمان ہو چکے تھے کسی مجبوری یا جبر کی وجہ سے ہذیل کے ساتھ تھے یہ دونوں بھی اس معرکہ میں مقتول ہوئے حضرت صدیق اکبر کو اطلاع ملی تو آپ نے اُن کے ورثہ کو دیت دیدی۔

حضرت عمر کو مالک ابن نویرہ کے قتل پر جو ناراضی حضرت خالد سے تھی اس واقعہ سے اور بھی بڑھ گئی مگر صدیق اکبر یہ فرماکر اُن کی ناراضی کو دفع فرماتے تھے کہ جو شخص دشمنوں سے مقابلہ کرتا ہے اُس کو ایسے واقعات سے سابقہ ضرور پڑتا ہے۔

مضیح سے فراغت پاکر حضرت خالد ثنی اور زمیل کی طرف بڑھے جو رصافہ کی جانب شرق آباد تھے۔ یہاں ربیعہ ابن بجیر تغلبی عقہ کے انتقام کے لئے جمعیت کثیر موجود تھا اور اُس نے زرجہر روزبہ اور ہذیل سے معاہدہ کرلیا تھا حضرت خالد ان سب سے عہدہ برآ ہو چکے تو آپ نے حکم دیا کہ ربیعہ پر حملہ کیا جاوے ربیعہ ثنی میں تھا۔ اُسکو تین طرف سے ایسا لیا کہ ایک متنفس بھی نہ بچ سکا۔ ہذیل مضیح سے بھاگ کر زمیل میں آگیا۔ اسپر بھی حضرت خالد نے تین جانب سے شب خوں مار کر قصہ تمام کردیا۔ زمیل سے آپ رضاب پہنچے وہاں ہلال بن عقہ خیمہ زن تھا۔ مگر وہ خبر سُنتے ہی بھاگ گیا۔

رضاب سے آپ نے فراض کا رُخ کیا۔ یہاں شام۔ عراق۔ جزیرہ کی حدود ملتی تھیں۔ یہاں ایک طرف اہل شام و روم میں حمیت و غصہ کی آگ مشتعل تھی۔ دوسری جانب اہل فارس زخم خوردہ ہوکر اندمال کی فکر میں تھے۔ اور پھر قبائل عرب تغلب، ایاد و نمر بھی اُنکے ساتھ ہوگئے۔ غرض عرب و عجم روم و شام کی مجتمعہ قوت سے مقابلہ تھا مگر سخت مقابلہ اور نقصان اُٹھانیکے بعد مجتمعہ عساکر کو ہزیمت ہوئی۔ حضرت خالد نے دس یوم فراض پر قیام کرکے حیرہ کی طرف واپسی کا حکم دیا۔ ساقہ لشکر کی کمان شجرہ بن الاعز کے سپرد کی اور عام طور پر ظاہر کردیا کہ میں خود بھی ساقہ میں ہونگا۔ مگر آپ خفیہ فراض سے متصدر مع چند معتمدین کے مکہ کو روانہ ہوگئے اور قبل اسکے کہ آپکے تشریف لیجانیکی خبر پھیلے آپ حج کرکے واپس آگئے۔ حضرت صدیق اکبر کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپ ناخوش ہوئے۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت خالد بن الولید جیسا مدبر و تجربہ کار جری و جانباز سپہ سالار ہرگز کسی ایسے امر کے ارتکاب کو جائز نہ سمجھ سکتا تھا جسمیں اندیشہ نقصان ہوتا وہ ہر قسم کا کامل انتظام کرکے تشریف لیگئے تھے۔ فوج کو موقعہ بموقعہ

(۔۔۔ خالد حاجا من الفراض سرا و معه عدة من اصحابه يعتسف البلاد حتى اتى مكة فحج ورجع فما توافى جنده بالحيرة حتى وافاهم مع صاحب الساقة)

[illegible] حضرت صدیق اکبر نے تو آپکی اس حرکت پر کچھ خیال نہ کیا۔ مگر حضرت عمر کو ناگوار تھا جب عساکر اسلامیہ کی کمان اُنکے سپرد کی گئی تو حضرت عمر نے اسکے برخلاف اصرار کیا اور وہ اس عہدہ سے معزول کردئے گئے اور انکو یہ حکم ملا کہ تیما پر مسلمانوں کی تقویت کیلئے مقیم رہیں۔ بغیر حکم کے وہاں سے نہ ملیں عرب قبائل میں سے اُن لوگوں کو جنہوں نے فتنۂ ارتداد میں حصہ نہیں لیا جمع کرلیں۔ اور جبتک دشمن حملہ نہ کریں یا مقابلہ سے پیش نہ آئیں کسی سے نہ لڑیں۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ وہاں جاکر مقیم ہوگئے بعض چھوٹے چھوٹے معرکے بھی اُنسے ہوئے۔ اسکے بعد صدیق اکبر نے پیش قدمی کا حکم دیا مگر اس طرح کہ اندرون ملک میں نہ گھسیں۔ بلکہ اس طرح پیش قدمی کریں کہ دشمن کو پیچھے سے دبانیکا موقع نہ ملے۔ مگر آہستہ آہستہ اقدام کا نتیجہ بھی یہی ہوا کہ شام کی فوجیں مقابلہ کیلئے بڑھنے لگیں۔

خالد نے صدیق اکبر کی خدمت میں امداد کے لئے لکھا۔ اب یہاں بھی اسکا اہتمام ہوا۔ عمرو بن العاص کو ایک لشکر کے ساتھ خاص راستہ سے فلسطین جانیکا حکم ہوا اور ولید بن عقبہ کو دوسرے لشکر کے ساتھ اردن میں پہنچنے کا۔ اسی طرح یزید بن ابی سفیان کو جمعیۃ کثیر کے ساتھ روانہ کیا۔ اور سب کے بعد حضرت امین الامۃ ابو عبیدۃ ابن الجراح کو بھاری لشکر کے ساتھ حمص جانیکا حکم ملا۔ سب کے سب معینہ راستوں سے روانہ ہوئے راستہ میں کہیں کہیں معمولی لڑائیوں اور کہیں صلح سے بعض شہر اور قلعہ بھی فتح ہوئے عساکر اسلامیہ اسی طرح اپنے اپنے افسروں کی ماتحتی میں پیشقدمی کرتے ہوئے چلے گئے۔ حضرت ابو عبیدۃ جابیہ پہنچگئے اور یزید ابن ابی سفیان نے بلقار کے سامنے خیمے نصب کئے شرحبیل اردن پر پہنچے اور عمرو بن العاص نے عربہ کے آگے جھنڈا نصب کیا۔ امرا ان مشہور مقامات ملک شام تک پہنچگئے تو اب ملک روم میں ایک عام حرکت پیدا ہوگئی۔ اتفاق سے ہرقل شاہ روم و شام اُسوقت بیت المقدس میں تھا اُس کو ان حالات کی اطلاع دیکر مدافعہ و مقاتلہ کی خواہش کی گئی۔ ہرقل نے چونکہ پیش آنیوالے حالات کا علم اُسکو سابقہ سے تھا کہا میرے نزدیک تو مسلمانوں سے صلح کرلینا مناسب ہے اگر ہم شام کے محصول کا نصف دیکر صلح کرلیں تو روم کا تمام ملک اور شام کا نصف باقی رہجائیگا۔ ورنہ کل کا کل دے بیٹھینگے۔ اسپر سب نے اتفاق انکار کیا۔ تو بادشاہ بیت المقدس سے روانہ ہوکر حمص آیا اور یہاں پہنچکر فراہمیِ فوج میں مشغول ہوا اُسنے یہ سوچا کہ مسلمانوں کے ہر دستہ فوج کے مقابلہ میں لشکر کثیر بھیجدیا جائے۔ اُنکو اسقدر مہلت نہ دی جائے کہ ایک مقام سے دوسری مقام پر امداد پہنچا سکیں اور اسطرح مسلمانوں کی قوۃ کو پامال کردیا جائے۔

[illegible] روانہ ہوئے ۔ راستہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا قبیلہ سراء ۱؎
[illegible] ام ہوتی تھا مجمع تھے ۔ لہو ولعب کے مزے اُڑا رہے تھے ۔ شراب نوشی کا دور ہو رہا تھا
[illegible] گا رہا تھا حضرت خالد اچانک ایسے وقت اُنکے سر پر پہنچے کہ گویا اشعار ذیل کو لہرا کر پڑھ رہا تھا

الا علانی قبل جیش ابی بکر	لعل منایا نا قریب ولا ندری

ہاں مجھ کو شراب سے سیراب کرو ابوبکر کے لشکر کے آنیسے پہلے کیونکہ شاید ہماری موتیں قریب آگئی ہوں اور ہمکو معلوم نہ ہو

الا علانی بالزجاج وکررا	علی کمیت اللون صافیۃ تجری

ہاں مجھ کو گلاس دیکر سیراب کرو اور بار بار میرے پاس لاؤ شراب ارغوانی جو صاف وشفاف ہونیکے ساتھ بہ رہی ہو

الا علانی من سلافۃ قہوۃ	تسلی ہموم النفس من جید الخمر

ہاں سیراب کرو مجھ کو اُس متوالی شراب سے جو غم غلط کرے ۔ اور شرابوں میں بہتر سے بہتر ہو

اظن خیول المسلمین وخالدا	ستطرقکم قبل الصباح مع النسر

میں خیال کرتا ہوں کہ مسلمان سوار اور خالد سویرے صبح سے پہلے ہی مقدمۃ الجیش کے ساتھ تمہارے پاس آ پہنچینگے

فہل لکم فی السیر قبل قتالکم	وقبل خروج المعصرات من الخدر

کیا تمہاری رائے ہے کہ لڑائی سے پہلے نکل چلو اور اس سے پہلے کہ مراہق لڑکیاں پردوں سے باہر نکل پڑیں

بیچارہ ان اشعار کو دُہرا ہی رہا تھا کہ ایک مسلمان نے بڑھ کر گردن پر تلوار ماری اور اس کا خون شراب کے برتن میں گرا یہ ایک عجیب اتفاق تھا جو پیش آیا ۔

حضرت خالد اسی طرح بصریٰ تک پہنچے وہاں کچھ مقابلہ کے بعد دشمن نے صلح کرلی اور یہ ملک شام کا پہلا شہر ہے جو حضرت خالد کے ہاتھ سے فتح ہوا ۔ یہاں سے روانہ ہوکر یرموک پہنچے ۔ یرموک کے لشکر کی تعداد کل ستائیس ہزار تھی اب حضرت خالد کے پہنچنے پر چھتیس ہزار ہوگئی ۔ وہاں جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں عساکر اسلامیہ کسی ایک قائد عام کے ماتحت نہ تھے ہر ایک امیر اپنے دستہ کا مستقل ذمہ دار تھا اور اسی طرح جُدا جُدا ہر امیر اپنی جمعیت سے مقابلہ کرتا تھا ۔

حضرت خالد کے پہنچنے پر ایک ماہ کامل اس طرح گذر گیا کہ پادری اور راہب عساکر روم وشام میں جانبازی ومدافعت ملک وملت کی روح پھونکتے رہے ۔ اور جب وہ ہر طرح سر بکف ہوکر میدان کارزار میں نکلے مسلمانوں کو تباہ وبرباد کرنے کیلئے تیار ہوگئے ۔ تب جمادی الاخریٰ میں فیصلہ کن لڑائی کے لئے خندق سے نکلے اور ایسی شان وشکوہ صف بندی اور ترتیب کے ساتھ اُنکے دستے آگے بڑھے کہ مسلمانوں کو اس سے قبل کسی ایسے عظیم الشان اور آراستہ اور سامان حرب وضرب سے مکمل افواج کے

۱؎ فلما انتہی خالد الی سوی اغار علی اہلہا وہم بہراء وہم یشربون الخمر ومغنیہم یقول الی آخرہ فقتل المسلمون مغنیہم وسال دمہ فی تلک الجفنۃ واخذوا [illegible] ابن اثیر صفحہ ۱۵۷ ج ۲

بہرحال حضرت خالد کا جوہر یرموک میں اور عین اُسوقت جبکہ سپہ سالاری کا علم اُن کے سر پر لہرا رہا تھا۔ دشمن
سے بے جگری مدافعت کرتے ہوئے اُنکو خندق کے مقبرہ میں دفن کر رہے تھے۔ مدینہ منورہ سے قاصد نے آکر
صدیق اکبرؓ کی وفات۔ فاروق اعظمؓ کی خلافت اور اُسکے ساتھ ہی اس انقلاب عظیم کی خبر سُنائی کہ حضرت
خالدؓ کو معزول کرکے بجائے اُن کے امین الامۃ ابوعبیدہ ابن الجراح قائد عام بنائے گئے۔ بارگاہِ خلافت
کا یہ حکم نامہ اوّل امین الامۃ ہی کے ہاتھ میں دیا گیا۔ مگر اُنہوں نے اُسکو بمصلحت حضرت خالد سے مخفی رکھا
اور دوسرے روز اُسکی اطلاع کی۔ اور بعض روایات سے ثابت ہے کہ یرموک کے بعد محاصرۂ دمشق کے
وقت معزول کئے گئے ہیں۔ دمشق کے محاصرہ میں بھی حضرت خالد سے فوق العادت دلیری و شجاعت
اوّل درجہ کی حسن تدبیر کا ظہور ہوا تھا۔

آپ میں شجاعت وجانبازی۔ فوق الفطرت قوۃ وطاقت۔ بیدار مغزی و فرزانگی سب ہی اوصاف
موجود تھے۔ محصورین دمشق نے شہر پناہ کے دروازہ بند کرکے سنگین پہرہ قائم کر دیا تھا۔ فصیل کے دمدموں
اور مورچوں پر فوجیں معین تھیں۔ اندر کی حالت اور کسی قسم کے واقعہ کی اطلاع ملنی ناممکن تھی۔ مگر
حضرت خالد ہی ایک ایسے شخص تھے کہ اس سخت بندش کے بعد بھی رتی رتی کی خبر رکھتے تھے گورنر
دمشق کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور مجالس عیش و مسرت ترتیب دی گئیں۔ فوج کو مع افسران دعوت
دی گئی۔ کھانے کے بعد مے نوشی کا دور ہوا۔ اور بدمست ہوکر دونوں عالم سے بےخبر ہو گئے۔
حضرت خالد جیسے بیدار مغز سے یہ حال کیونکر مخفی رہ سکتا تھا۔

کان لا ینام ولا ینیم | نہ سوتے تھے نہ سونے دیتے تھے۔

ایسے ہی موقعوں کیلئے رسیوں کی سیڑھیاں بنا رکھی تھیں جن کو فوراً فصیل کے کنگروں پر پھینک کر
اُنکے سہارے سے چڑھ گئے اور عین دروازہ کے اندر کود کر دروازہ کھول دیا۔ اسلامی لشکر داخل ہو گیا۔ اہل دمشق
کو خبر ہوئی تو ایسے بدحال تھے کہ دوسرے دروازہ سے نکلکر حضرت ابوعبیدہ قائد عام سے صلح کی درخواست
کی آپ کو حضرت خالد کے واقعہ کی اطلاع نہ تھی اُنسے صلح کرکے صلحاً داخل دمشق ہوئے۔ دوسری طرف
سے حضرت خالد بزور داخل ہوکر لڑ رہے تھے۔ ادھر حضرت ابوعبیدہ داخل ہوئے۔ اور اس طرح آدھا دمشق
بزور اور آدھا بصلح فتح ہو گیا عین اس محاصرہ کے وقت فاروق اعظم کا حکم نامہ اُنکے عزل اور امین الامت کے
تقرر و نصب کا پہنچا جس کو اُسوقت ظاہر کرنا خلاف مصلحت سمجھ کر صلح دمشق کے بعد ظاہر کیا گیا۔

بہرحال کوئی سی روایت صحیح ہو مگر اس قدر متیقن ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے مسند خلافت
پر متمکن ہوتے ہی حضرت خالد کو معزول فرمایا تھا۔

اس معزولی کا کوئی اثر حضرت خالد کے اوپر نہیں ہوا۔ وہ جس طرح بحیثیت سپہ سالار	معزولی کے بعد کے حالات

فیما کان المسلمون فی ذالک الیوم المشہور ای یوم الیرموک فی اشتد حالات الحرب اشتداد الطعن والضرب جاء البرید من المدینۃ ینعی وفاۃ

...نے حضرت خالد کی تعریف کرتے ہوئے ان دونوں سپہ سالاروں کی معزولی کی وجہ جس پر عقل ظاہر بین ناعاقبت اندیشی یا عدم قدردانی یا خوف فتنہ و اختلاف کا الزام لگا سکتے تھے بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا۔

انی لم اعزلہما عن ریبۃ و لکن الناس عظموھما فخشیت ان یوکلوا الیہما

میں نے ان دونوں کو کسی تہمت اور بدظنی کی وجہ سے معزول نہیں کیا۔ بلکہ لوگوں کے دلوں میں انکی عظمت انکی تدابیر و شجاعت پر اس قدر اعتماد ہو گیا تھا جس سے اندیشہ تھا کہ خدا تعالیٰ سے نظر اٹھا کر فتوحات کا انحصار انہیں کی ذات پر نہ سمجھ لیں۔

حضرت فاروق اعظم نے ان دونوں بزرگوں کو معزول کیا جس کے اسباب میں علاوہ بعض آل اندیشانہ احکام شرعیہ و سیاسیہ کے ان مصالح کا بھی دخل تھا جنکو اس موقع پر ظاہر فرمایا۔ مگر دونوں نے عزل کے بعد وہ نمایاں خدمتیں کیں جنسے ثابت ہو گیا کہ حظِ امارۃ و لذت حکومت و نام آوری کو انکے کاموں میں کچھ دخل نہ تھا۔ اور اسی تجربہ و آزمایش کے بعد آپ کا خیال دونوں کی طرف سے بدل گیا جسکا اقرار علیٰ رؤس الاشہاد آپ نے کیا۔ اور گو اس اقرار کے بعد وہ اپنے سابق درجہ پر واپس نہ کیے گئے۔ اور حاجت بھی نہ تھی۔ کیونکہ انکے کارنامے دونوں حالت میں یکساں تھے۔ پھر کسی جدید تغیر کی کیا ضرورت تھی۔ تاہم آپ نے اپنی رضامندی اور انکی عظمت و وقار کا اعلان فرما دیا جس سے اُن قلوب کو جنکو بمقتضائے عقل ظاہری کچھ تردد یا خلجان ہونا ممکن تھا اطمینان ہو گیا۔

قنسرین کے بعد حضرت خالد کے ہاتھ پر مرعش فتح ہوا۔ اور اسی طرح بہت سے مواقع میں اپنی تدبیر و شجاعت کے جوہر دکھلاتے ہوئے بیت المقدس کے محاصرہ کیلئے پہنچ گئے اور یہاں سے حضرت عمر کی خدمت میں لکھا گیا کہ بیت المقدس کی فتح آپ کے دستِ مبارک پر ہوگی۔ آپ نے مدینہ سے بیت المقدس کا قصد فرمایا اور امراء عساکر کو اطلاع دے دی کہ اپنے لشکر پر قائم مقام چھوڑ کر ہم سے جابیہ میں آکر ملیں۔ سوا عمرو بن العاص اور شرجیل بن حسنہ کے کہ وہ تو اپنی جگہ سے نہ ہلے کیونکہ اندیشہ سخت تھا۔ باقی تمام افسرانِ اعلیٰ جابیہ پر پہنچ گئے۔ سب سے اول یزید ابن ابی سفیان۔ ابو عبیدہ ابن الجراح۔ اور انکے بعد خالد ابن الولید گھوڑوں پر سوار آپ کے سامنے اس شان سے آئے کہ حریر و دیباج کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ حضرت عمر یہ حالت دیکھکر سواری پر سے اتر پڑے اور پتھر اٹھا کر امراء عساکر کو مارنا شروع کیا اور فرمایا کہ تمہاری حالت میں کسقدر تغیر آیا اور تم اپنے خیالات سے کتنی جلد پھر گئے۔ تم اس ہیئت میں میرے سامنے آتے ہو۔ ابھی تو دو ہی برس سے تم کو اس طرح کا عیش نصیب ہوا۔ اگر دو سو برس کے بعد بھی تم میں تغیر آیا تو میں تمہاری جگہ دوسروں کو مامور کرتا۔

...عدوی انہ استعفاہ بعد عزلہ الی المدینۃ فعاتبہ خالد فقال لہ عمر "ماعزلتک ریبۃ فیک ولکن افتتن بک الناس فخفت ان ...

[illegible] شام [illegible]

حضرت عمرؓ کی ناراضی کی جب یہ حالت [illegible]

تو حمص کھلا دسے کے ہیں ورنہ ہم تو کل ہتھیار لگائے ہوئے ہیں [illegible]

مضائقہ نہیں۔ حضرت عمرؓ نے جابیہ پر قیام فرمایا اور اسی مقام پہ بیت المقدس [illegible]

جب بیت المقدس پر مسلمانوں کا تسلط ہوگیا اور شام کا ملک مسلمانوں کے زیر [illegible]

شہر امراء عساکر کی ماتحتی و نگرانی میں دیدیئے گئے۔ خود سپہ سالار اعظم امین الامت [illegible]

اور آپکی ماتحتی میں حضرت خالد قنسرین پر۔ یزید ابن ابی سفیان دمشق پر۔ معاویہ ابن ابی [illegible]

علقمہ بن مجزز فلسطین پر اور ساحل بحر پر عبد اللہ ابن قیس۔ غرض حضرت ابو عبیدہ ملک شام [illegible]

پر مشہور افسروں کو معین فرماکر خود حمص میں مقیم تھے۔

ہرقل ملک شام و روم میں مسلمانوں کی فتوحات کا رنگ دیکھکر قسطنطنیہ چلا گیا۔ لیکن جب حضرت ابو [illegible]

فتح بیت المقدس سے فارغ ہوکر حمص میں مقیم ہوئے تو اہل جزیرہ نے ہرقل کے پاس [illegible]

بھیجا کہ اگر شام کو واپس لینے کے لئے فوجیں بھیجیں تو ہم بھی معین و مددگار رہیں گے۔ ہرقل کی [illegible]

آگئی۔ اور اُس نے ایک بھاری لشکر کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔

حضرت ابو عبیدہ کو اِس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے امراء عساکر کو حمص پر جمع ہونیکا حکم [illegible]

خالد بھی قنسرین سے وہاں پہنچے۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ اور اُسکے مقابلہ میں مسلمانوں کی [illegible]

کم تھی۔ یہ حالت دیکھکر حضرت ابو عبیدہ کو تردد ہوا اور آپ نے افسران افواج سے مشورہ کیا کہ [illegible]

آیا ہم خود اُن پر حملہ کرکے لڑائی کی ابتدا کردیں یا قلعہ بند ہوکر امداد کا انتظار کریں۔ حضرت خالد [illegible]

دیا کہ نہیں ہم کو فوراً اُنپر حملہ کرکے لڑائی کی ابتدا کردینی چاہئے بجز باقی افسروں نے [illegible]

میں محفوظ رہ کر امیر المؤمنین سے خط و کتابت کرنی چاہئے اور جو حکم آئے اُسکی تعمیل [illegible]

اس جانب تھی اور احتیاط کا پہلو بھی اسی میں تھا اسلئے حضرت ابو عبیدہ نے [illegible]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی کمال دوربینی و مآل اندیشی سے [illegible]

کی چھاؤنیاں ڈال دی تھیں کہ جس سمت اور جس نواح میں [illegible]

[illegible] عمر تا طاعم وکتب الاعر بذالک - کامل ابن اثیر صفحہ ۲۰۵ ج ۲

...آپ کی خدمت میں حضرت ابوعبیدہ کا اطلاعی خط پہنچا تو آپ نے حضرت [سعد] بن ابی وقاص کو تحریر فرمایا کہ کوفہ سے قعقاع کو فوراً ابوعبیدہ کی امداد کیلئے روانہ کر دیں وہ دشمنوں [کے] نرغہ میں محصور ہیں۔

اہل جزیرہ ہی اس ساری لڑائی کے بانی مبانی ہرقل کو اکسانیوالے تھے۔ جب ہرقل نے اپنی فوجیں [حمص] کیطرف بڑھا دیں تو اہل جزیرہ بھی حسب وعدہ مقابلہ کیلئے تیار ہوئے انمیں بھی حرکت پیدا ہوئی۔

حضرت عمرؓ نے اہل جزیرہ کی روک تھام کیلئے حضرت سعد کو تحریر فرمایا کہ سہیل ابن عدی کو [رقہ] کی طرف روانہ کریں اور عبداللہ ابن عتبان کو نصیبین کی طرف۔ ولید ابن عقبہ کو عرب جزیرہ کے [قب]ائل ربیعہ و تنوخ کے مقابلہ کیلئے روانہ کریں اور عیاض ابن غنم کو بھی انکے مقابلہ کیلئے بھیجیں۔ اگر اہل جزیرہ سے لڑائی کی نوبت آئی تو عیاض ابن غنم افسر اعلے تمام افواج کے ہونگے۔ غرض اسطرح حضرت عمرؓ ہر جانب کا بندوبست کر کے اور تمام ہدایات بھیجکر خود بھی حضرت ابوعبیدہ کی امداد کیلئے مدینہ سے روانہ ہو کر جابیہ تک پہنچ گئے۔

یہاں یہ ہوا کہ جب اہل جزیرہ نے اپنے گرد و پیش عساکر اسلامیہ کی خبریں سنیں انکے تو ہوش اڑ گئے [حس]ب وعدہ بھول گئے رومی لشکر کو بیچ میں چھوڑ کر ادھر ادھر متفرق ہو گئے۔ ابھی تک قعقاع بن عمرو حمص [تک] پہنچنے نہ پائے تھے کہ اہل جزیرہ کی متفرق ہو کر بھاگ نکلنے کی خبریں حضرت ابوعبیدہ تک پہنچیں [او]ر اس جانب سے اطمینان ہو گیا۔ آپ نے حضرت خالد سے مشورہ کیا کہ اب جارحانہ حملہ کریں۔ حضرت خالد نے مشورہ دیا کہ ضرور کرنا چاہیئے۔ حضرت ابوعبیدہ نے اس مشورہ پر کاربند ہو کر حملہ کر دیا مسلمانوں کو فتح ہوئی قعقاع ابن عمرو تازہ امداد لیکر تین دن بعد فتح کے پہنچے۔ اس میں گفتگو ہوئی کہ وہ مال غنیمت [می]ں شریک کئے جائیں یا نہ کئے جائیں۔ حضرت عمرؓ کی خدمت میں لکھا گیا۔ وہاں سے جواب [آ]یا کہ ضرور شریک کئے جائیں۔

اہل جزیرہ جب مقابلہ سے کنارہ کر کے متفرق ہو گئے تب مسلمانوں کو جزیرہ کی فتح کا خیال ہوا [ادھ]ر تو حضرت سعد ابن ابی وقاص سپہ سالار عراق نے عساکر اسلامیہ کو جزیرہ کی طرف بھیجنا شروع کیا [ادھ]ر حضرت ابوعبیدہ سپہ سالار شام نے عیاض ابن غنم کو ادھر روانہ کیا اور اس طرح جزیرہ و آرمینیا [فت]ح ہو گئے۔ اس فتح کے متعلق صحیح روایت یہی ہے کہ عساکر شامیہ عیاض ابن غنم کی زیر کمان فتح جزیرہ [کے] لئے آئے تھے مگر بعض روایتوں سے ایسا بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خالد ابن الولید بھی عیاض [کے] ہمراہ تھے۔ یہ روایت اول تو روایات صحیحہ کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت خالد کا سنہ وفات

[illegible] میں حضرت امین الامت نے بتعمیل احکام خلیفۃ الاسلام حضرت [illegible] طلب فرما کر ایک عام جلسہ کیا خود ممبر پر بیٹھے حضرت عمر کے یہاں سے جو صاحب حکم نامہ [illegible] آئے تھے وہ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے حضرت خالد سے سوال کیا کہ اشعب کو انعام کہاں سے دیا [حضر]ت خالد نے کچھ جواب نہ دیا حضرت ابوعبیدہ ساکت و صامت منبر پر بیٹھے تھے۔ آخر حضرت بلال رضی اللہ عنہ [ن]ے کھڑے ہوکر حضرت خالد سے فرمایا کہ امیر المؤمنین کا حکم آپ کے بارہ میں یہ ہے۔ اور کلاہ [اُ]تار کر نیچے رکھی اور اس کے بعد اُن کو کھڑا کر کے عمامہ سے باندھا۔

یہ سب کچھ کیا گیا۔ مگر حضرت خالد نے احکام خلافت کی حرمت اور اطاعت کے لحاظ سے [ک]سی بات سے اُنکو نہیں روکا جب کلاہ اُتار چکے اور عمامہ سے اُنکو کس دیا گیا تو کہا اب بتلاؤ کہ [ا]شعب کو انعام کہاں سے دیا۔ اپنے مال میں سے یا غنیمت میں سے۔ حضرت خالد نے جواب [م]یں کہا غنیمت میں سے نہیں بلکہ اپنے مال میں سے دیا۔ یہ جواب سُنکر حضرت ابوعبیدہ نے اُنکو کھولدیا۔ اور اپنے ہاتھ سے کلاہ سر پر رکھی اور اپنے ہاتھ سے اُنکا عمامہ باندھا اور ارشاد فرمایا۔

نسمع و نطیع لولاتنا	ہم اپنے والی اور خلفاء کے حکم کو سُنتے اور اطاعت کرتے ہیں اور
و نفخم و نخدم موالینا	اپنے ہم جد لوگوں کی تعظیم کرتے اور اُن کی خدمت کرتے ہیں۔

یہ سب کچھ تو ہوچکا۔ مگر حضرت ابوعبیدہ نے اُن کی عظمت اور بندگی کے لحاظ سے معزولی [ک]ی اطلاع دینا مناسب نہ سمجھا حضرت خالد کو یہ حیرانی پیش تھی کہ اب میں کیا کروں۔ معاملہ اسی پر [خ]تم ہوچکا ہے۔ اب مجھکو اپنے مستقر پر جاکر ابوعبیدہ کے کاموں کو سرانجام دینا چاہئے۔ یا اسکے [بع]د معزول بھی ہوچکا ہوں۔

ایک عرصہ اسی تحیر میں گذر گیا۔ آخر جب مدینہ منورہ حاضر ہونے میں دیر ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ [ع]نہ نے از روئے فراست سمجھ لیا کہ اُنکو معزولی کی اطلاع نہیں دی گئی۔ تب آپنے براہ راست اُنکو [مد]ینے چلے آنیکے لئے لکھا حضرت خالد کو اپنی معزولی اور واپسی مدینے کا حکم ملا۔ تب اوّل تو آپ [ق]نسرین تشریف لیگئے۔ وہاں مجمع عام میں خطبہ پڑھا اور سب کو رخصت کیا۔ اسکے بعد حمص [ت]شریف لائے اور وہاں بھی عام جلسہ میں خطبہ پڑھکر سب کو الوداع کہا اور مدینے منورہ کی جانب روانہ ہوگئے یہاں پہنچکر حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔

[illegible] شکوتک الی المسلمین	میں نے آپکا شکوہ مسلمانوں سے کیا قسم ہے خدا کی آپ میرے
[و]اللہ انک فی امری لغیر مجمل	معاملہ میں اچھا سلوک کرنے والے نہیں ہیں۔

[illegible] ہے۔

[illegible] جناب [illegible] اسلام لانے کے بعد ہی سے آپ اپنا تعلق دنیا کی لذتوں اور راحتوں، مال دولت اولاد اور وقار سے منقطع کر چکے تھے۔ یہانتک کہ وہ ضروری اسباب معیشت کو جنکی ہر متنفس کو ضرورت ہوتی ہے اور اس سامان حرب و ضرب کو جو عرب کی زندگی کا ایک لازمی جزو تھا اور بالخصوص اُس شخص کیلئے جو اپنی جان کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کے لئے سپر بنائے ہوئے ہو نہایت ہی لازمی تھا مستعار حیثیت سے زیادہ رکھنا پسند فرماتے تھے۔

رسالہ میں صحیحین سے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خالد نے اپنی زرہ اور سامان کو فی سبیل اللہ وقف کر دیا ہے۔ یعنی اپنی ملکیت سے نکال دیا اور بطور متولی اپنا قبضہ باقی رکھا جسکا حاصل یہی ہے کہ جیسے مملوک مال میں وراثت جاری ہوتی ہے ان میں نہ ہوگی۔ یہ تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کا واقعہ ہے جو حضرت خالد کے اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا لیکن اسکے بعد بھی آپ اپنا سامان اسی طرح فی سبیل اللہ وقف کرتے رہے۔ سیاق حالات اسکی شہادت دیتا ہے کہ آپ نے ہمیشہ اس کا خیال رکھا ہے کہ سب سے بہتر اور مرغوب نفس اشیاء کو اپنے ملک میں باقی نہ رکھیں۔ وفات کیوقت گھوڑا اور آلات حرب جو اُن کی ملک میں تھے اُن کو بھی وقف فرما دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بیسیوں اولاد موجود تھی مگر دنیا سے یکسوئی اور بے تعلقی نے یہ رنگ دکھلایا کہ تھوڑے ہی زمانہ بعد سلسلہ اولاد منقطع ہو گیا۔ اور آج اُس نام آور شہ مرد اور فدائے اسلام کی کوئی یادگار موجود نہیں اُن کا قلب جس طرح دنیا سے بے لگاؤ تھا۔ اسی طرح اُنکے تعلقات جسمانی بھی روئے زمین سے منقطع کر دیئے گئے اور سوا اس اصل اصول تعلقات اسلامی اور مذہبی قومی علاقہ کے کوئی علاقہ باقی نہ رہا اور یہی وہ علاقہ ہے جس کی وجہ سے آج اُن کی یاد دلوں میں اسی طرح تازہ ہے جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے بے اختیارانہ کرامات کا صدور بھی ہوا۔ مثلاً زہر کی ڈلی کو نگل جانا جس کا بیان گذر چکا ہے۔ یا شراب کا سرکہ بنجانا۔ ایک شخص شراب کا مشکیزہ لئے ہوئے آپ کے سامنے آیا۔ دریافت کیا اس میں کیا ہے اُس نے کہا یہ سرکہ ہے آپ نے فرمایا۔

جعلہ اللہ خلا۔	(خدا تعالیٰ اس کو سرکہ بنا دے)۔

دیکھا تو وہ سرکہ ہی تھا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب آپ کی دعا سے

[illegible] اسلام کی حمایت کا ملال اور بے انتہا قلق ہونا لازمی اور ضروری امر تھا اُنکے خاندان کی عورتیں سب
سب اس جانگداز صدمہ پر حزن و ملال کیلئے جمع ہو کر ماتم کر رہی تھیں۔ حضرت عمر وہ شخص ہیں کہ صدیق
اکبر کی وفات پر اُنکے پسماندوں نے کچھ اضطراب کا اظہار کیا تو اُسی وقت بشدت روک دیا اور گو انکا اضطراب
حد جواز میں داخل ہو مگر آپ نے صدیق اکبر کے گھر میں اسکو بھی پسند نہ کیا اور آج جبکہ نساء بنی مخزوم خالد
جیسے شیر مرد پر رونے اور آنسو بہانے کے لئے جمع ہوئیں تو آپ نے صرف اتنا فرمایا۔

ماعلیھن ان یبکین ابا سلیمان مالم یکن نقع او لقلقۃ۔	کیا حرج ہے اگر وہ ابو سلیمان پر روئیں۔ بشرطیکہ آوازیں بلند نہ ہوں۔ ماتم کی صداؤں سے شور برپا نہ ہو۔

حضرت عمر نے ایک شخص کو رجز میں حضرت خالد کے اوصاف و مدائح کرتے سنا تو اُس کو حد نوحہ
میں داخل نہ سمجھا اور نہ ممانعت فرمائی۔ بلکہ خود بھی زبان مبارک سے فرمایا۔

رحم اللہ خالدا	اللہ تعالیٰ خالد پر رحمت نازل فرمائے۔

حضرت طلحہ ابن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی زبان سے اُنکا ذکر خیر سُنا تو بطور تمثیل یہ شعر پڑھا۔

الا الفینک بعد الموت تندبنی	وفی حیوتی ما زودتنی زادی

ایسا نہ ہو کہ مرنے کے بعد مجھے یاد کرو اور زندگی میں مجھے میرے توشہ اور مایحتاج واجبی سے بھی محروم رکھا

اسمیں اشارہ تھا کہ زندگی میں تو آپ نے اُنکے ساتھ بیرخی اور اعراض کا معاملہ کیا اور اب اُنکے
اوصاف سُنتے اور بیان کرتے ہیں حضرت طلحہ ابن عبید اللہ کا یہ فرمانا جو عشرہ مبشرہ میں ایک فرد اور
کامل و مکمل درجہ کے صحابی تمام رموز و اسرار شریعت سے واقف اور حِکم و مصالح انتظامی کے محرم راز تھے
حضرت عمر کی ایمانی فراست اور دوربینی و دور اندیشی کو بخوبی جانتے اور سمجھتے تھے بطور اعتراض ہرگز نہ تھا بلکہ بطور
مزاح اور خوش طبعی تھا حضرت عمر بھی اسکو اعتراض نہ سمجھتے تھے تاہم آپ نے حضرت خالد کے بارے میں اپنی رائے کے اظہار
کو مناسب سمجھا اور فرمایا۔

انی ماعتبت علی خالد الافی تقدمہ وماکان یصنع فی المال۔	میں نے خالد پر سوائے اسکے کسی بات پر عتاب نہیں کیا کہ وہ استقلال رائے سے کام کر بیٹھتے تھے اور مال کو بھی اپنے اختیار سے صرف کرتے تھے۔

فتوحات اسلام کی توسیع اور اسلام کی تقویت و تائید میں حضرت خالد کی بیجگرانہ شجاعت و بسالت اور
فوق الفطرۃ شہادۃ و توقعہ کے حالات اکثر با خبر حضرات سے مخفی نہیں ہیں اور جیسا کہ اقتضائے عقل و تجربہ ہے یہ حالات انکی
ذاتی اوصاف و ملکات کی طرف منسوب ہیں اور ہو سکتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں جبکہ وہ خود ہادی برحق سے برسر
مقابلہ ڈھال تلوار لئے ہوئے تھے اُنکی شجاعت کے کارنامے سب ہمچشموں سے فائق و برتر تھے اسلام نے انہیں ملکات و

[illegible] لما حضرت خالد الوفاۃ قال لقد شہدت مائۃ زحف او زہاءہا ومافی بدنی موضع شبر الا وفیہ ضربۃ او طعنۃ وہا انا اموت علی فراشی کما یموت البعیر فلا [illegible]

... نے ان ... اہم خدمات کیے تھے

... مالک بن ... کے مقابلہ کیلئے بھیجے گئے اور وہ اس کو

... مذحج کی ہدایت تبلیغ اور درصورت عدم انقیاد و تسلیم مقابلہ کے لئے

... ان لوگوں کو دعوت اسلام دی۔ وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور آپ اُنکو ارکانِ اسلام کی تعلیم

... تو وہاں اقامت پذیر رہے۔ مگر ان حالات کی اطلاع تحریری جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ

وسلم کی خدمتِ مبارک میں بھیج دی جس پر ارشاد صادر ہوا کہ خود معہ اُن لوگوں کے جو آنا چاہیں یہاں

حاضر ہو جائیں آپ ایک جماعت کو لیکر حاضر خدمت ہو گئے۔

اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک برابر خدمات انجام دیں اور ہر

عمل سعی سے آپ کی رضا حاصل کرتے رہے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ سب حالات پیش نظر تھے۔ ایک طرف آپ حضرت خالد کے

جوہر ذاتی سے واقف دوسری جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد کا جو اُن پر تھا حال جانتے

تھے۔ بارگاہ رسالت پناہ سے جو خطابات اُن کو عطا ہوئے تھے اُن کا بھی علم تھا۔ اس لئے مسندِ خلافت

پر متمکن ہوتے ہی صدیق اکبر نے بھی مہماتِ اسلامیہ کے سرانجام کیلئے اُن پر اعتماد فرمایا۔ فتنہ

ارتداد کا انسداد مسیلمہ کذاب جیسے سخت اور قوی ترین دشمن اسلام کی سرکوبی اُن کے ہاتھوں انجام

پذیر ہوئی۔ مگر اس زمانہ میں بھی اُن سے بعض امور ایسے سرزد ہوئے جن کی اگر صحیح تاویل نہ کی

جاتی تو وہ موردِ اعتراض بن سکتے تھے۔

مالک ابن نویرہ بھی اُنہیں لوگوں میں تھا جس نے خلافت صدیق اکبر میں فتنۂ ارتداد کے ...

حصہ لیا تھا حضرت خالد نے مختلف اقوام و قبائل کو سیدھا کرتے ہوئے موضع بطاح کی طرف جہاں مالک بن

نویرہ کا قیام تھا رُخ کیا تو اب مالک کو فکر ہوئی۔ وہ اپنی حرکت پر نادم تھا اُسنے اپنی قوم کو جمع کر کے نصیحت کی

کہ یہ بہتر ہے کہ ہم اپنی حرکت کا تدارک کر کے حلقہ بگوش بن جائیں۔ یہاں تو مشورہ کے بعد یہ طے ہوا

... بطاح کی طرف بڑھنا چاہا تو انصار نے متابعت سے بدیں وجہ انکار کیا کہ قبیلہ بزاخہ

... بارگاہ خلافت سے حکم ہے کہ تا صدورِ حکم ثانی اسی جگہ مقیم رہیں۔ حضرت خالد

[illegible] تھا۔ یہی صدیقیہ کا قول صرف اس

[illegible] ظاہر کیا جن سے مفہوم ہوتا تھا کہ وہ اسلام سے پھر گئے

[illegible] تھا۔ ہاں توقف اور تامل کیا جاتا اُنسے اُن کے مطلب کی توضیح کرائی

[illegible] اضطراب تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ انکی اس فعل سے

[illegible] برات ظاہر فرمائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیساتھ بہت سا مال بھیج کر سارے قبیلہ کا خون بہا اور

نقصان مال ادا کیا۔ مگر حضرت خالد کو بھی معذور سمجھا۔

اور گو اکثر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ظاہری صورت سے بہت ہی متاثر حضرت خالد سے ناخوش و کبیدہ تھے۔ مگر جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت شناس نظر میں ایک جانب تو حضرت خالد کا عذر صحیح تھا۔ دوسری جانب وہ خدماتِ اسلام بھی پیشِ نظر تھیں جو اُن کے ہاتھ سے سرانجام ہونے والی تھیں۔

مالک ابن نویرہ اور اُس کے رفقا کا قتل عمداً نہیں ہوا۔ بلکہ حضرت خالد نے حکم دیا تھا کہ اُنکو سردی سے محفوظ کر دیا جائے۔ لغت اور زبان کے فرق سے غلط فہمی ہوئی اور وہ قتل کر دیئے گئے قتل ہونیکے بعد ہر مسلمان کو جائز تھا کہ مقتول کی زوجہ سے عقد نکاح کر لے مقتضار احتیاط یہ ضرور تھا کہ موضع تہمت سے بچنے کیلئے حضرت خالد ایسا نہ کرتے۔ مگر کر لیا تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مالک کو قتل ہی اس وجہ سے کرایا تھا۔ ظاہری صورت ایسی تھی کہ صحابہ جیسے پختہ کار شریعت و احکام اسلام پر مرمٹے ہوئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو اسلام کا فرض اولین سمجھنے والے کیونکر اسکو ٹھنڈے دل سے دیکھ سکتے تھے۔ خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہم جن کی شان واشدھم فی امر اللہ عمر (خدا کے کام میں سب سے زیادہ پختہ اور مضبوط عمر ہیں۔) تھی کیسے سکوت کر سکتے تھے۔ اُن کے معزول کر دینے پر اصرار کیا۔ مگر بارگاہ خلافت میں یہ درخواست منظور نہ ہوئی۔ حضرت خالد کے عذر تسلیم کر لئے گئے اور اُنکو اُسکے بعد بھی اہم مہماتِ اسلام کی سرانجامی کا عظیم الشان کام سپرد کر دیا گیا۔

اس معاملہ میں صدیق اکبر نے وہی طریقہ اختیار فرمایا جو اسی قسم کے ایک واقعہ میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختیار فرما چکے تھے۔ حضرت عمر نے گو اُس سے اختلاف کیا اور مقتضار سد باب [illegible] سیاست و انتظام تھا۔ مگر جب صدیق اکبر کی رائے کو ایک جانب استوار و محکم دیکھا تو سوا سکوت

[illegible] ان کا رہنا مناسب [illegible] ہے

[illegible] اور ایسے امور جو بظاہر قابل گرفت ہوتے ہیں عند

[illegible] بھی ہوتا ہے۔ انکی تاویل حسن بھی کی جاتی ہے اگر ایسا نہ ہو تو

[illegible] کا [illegible] اعتماد کیا جا سکے۔ اور اسکو خدمات دین کی سرانجامی کا اہل سمجھا جائے

[illegible] لغزشوں میں باعتبار صدور تاثیر و باعتبار شذوذ و تکرار فرق ہوتا ہے کبھی ایک لغزش وخطا کے
اسباب [illegible] ایسے ہوتے ہیں جنکی وجہ سے اس شخص کی معذوری ظاہر ہوتی ہے اور وہ شخص باوجود اس تقصیر
کے مردود و معتوب الٰہی نہیں بنتا اور کبھی اسکے اسباب و علامات ایسے ہوتے ہیں کہ انکی وجہ سے اس شخص کی
بارہ میں آرا کا اختلاف ہو جاتا ہے کوئی اس کو معذور سمجھتا ہے تو دوسرا متہم۔

علیٰ ہذا ایک بار کسی لغزش کا صدور ہو جانا اس قدر قابل گرفت نہیں ہوتا جتنا بار بار اسی قسم
کی خطاؤں و لغزشوں کا۔ اصرار سے گناہ صغیرہ بھی کبیرہ ہو جاتا ہے اور ندامت و پشیمانی کے بعد
کبیرہ بھی ہلکا بن کر قابل عفو ہو جاتا ہے۔

(۲) کسی ایک معاملہ میں جو اپنے اندر دونوں پہلو منفعت و مضرت کیلئے ہوتا ہے مجتہدین کی رائے میں
اس وجہ سے اختلاف ہوتا ہے کہ ایک مجتہد کو ایک جانب پیش نظر ہوتی ہے اور دوسرے کو دوسری جانب
احکام فقہیہ میں مجتہدین امت کے اختلاف کی وجہ یہی ہے کہ ایک کی نظر عزیمت پر ہوتی اور دوسرے
کی رخصت پر۔ یہ دوسرا امر ہے کہ عند اللہ کسی معاملہ میں عزیمت کو ترجیح ہو اور کسی میں رخصت کو۔

(۳) احکام اجتہادی میں ایک مجتہد کو دوسرے کی تقلید ضروری نہیں ہے۔ اگرچہ مجتہدین کے درجات اجتہاد
و علم و دقت نظر میں فرق ہو۔ مگر ہر ایک مجتہد اپنے اجتہاد پر عمل کر سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو صاحبین امام
[illegible] سے۔ امام شافعیؒ امام مالک سے۔ امام احمد شافعی سے علی ہذا یہ سب مجتہدین امام اعظم سے کسی مسئلہ
میں اختلاف نہ کرتے۔

(۴) ایک حکم کی بہت سی علتیں اور ایک واقعہ کے بہت سے سبب ہو سکتے ہیں اور اس حکم کو مستقلاً ہر ایک
سبب کیطرف منسوب کرنا جائز ہوتا ہے۔ گو حکم لگانیوالے کے علم میں یہ فرق ملحوظ ہو کہ ان سب
اسباب میں باعتبار تاثیر کیا فرق ہے وہ اس حکم ظاہری اور حقیقی علت میں فرق سمجھتا ہو۔
[illegible] مناسبت مطلب یہ اختیار ہے کہ اس حکم کو کبھی ظاہری علت کیطرف منسوب کر دے

... ان کے ہاتھوں ظہور پذیر ہونیوالی تھیں۔ اس لئے
... ان پر کام کا عتاب نہیں فرمایا۔ اور وہ ایسی ہی خدمات دین کے
... نہیں کہ اس واقعہ میں وہ احتمال بھی تھا جس کی جانب حضرت عبدالرحمٰن کا
... حضرت خالد کے چچا بنی جذیمہ کے ہاتھ سے قتل ضرور ہوئے تھے اور کم ازکم اتنا ضرور تھا
حضرت خالد نے اُنکے قتل کرانے میں عجلت کی۔ اگر اُن سے مکرر استفسار کر لیا جاتا تو ممکن تھا کہ وہ اپنے
... کو وضاحت سے بیان کر سکتے جس سے اُنکے حقیقتاً مسلمان ہونے پر اعتماد ہو جاتا اور اس طرح
... سے اور حضرت خالد شائبہ تہمت سے محفوظ ہو جاتے۔ اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
... ایک جانب تو درگاہِ خداوندی میں حضرت خالد کے فعل سے اپنی براءت ظاہر فرمائی۔ اور
... دوسری جانب حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف پر عتاب نہیں فرمایا کہ تم ایک مسلمان پر سوءِ ظن کیوں
... تے اور ایک بری کو متہم کیوں بناتے ہو۔ بلکہ جب دونوں میں تیز کلامی ہوئی تو خالد ہی کو مهلاً
... خالد دع عنك اصحابی فرما کر گفتگو سے روک دیا اور حضرت عبدالرحمٰن کے ادب و احترام کو
... ملحوظ رکھنے کا حکم دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ واقعہ بالکل نسیاً منسیاً ہو گیا۔ صحا
... ایک جماعت بالخصوص وہ مہاجرین و انصار جو باوجود حضرت خالد کے زیر کمان ہونیکے بنی جذیمہ
... قتل میں شریک نہیں ہوئے تھے بلکہ اس فعل کو مکروہ و قابل اعتراض سمجھتے تھے ابتداءً اس
... کی وجہ سے ناراض ضرور تھے۔ مگر اب سب کے دل صاف ہو گئے تھے۔

اس کے بعد حضرت خالد سے دوسری بات خلافت صدیقی میں مالک ابن نویرہ کے قتل اور
... زوجہ سے نکاح کی پیش آئی یہ واقعہ پہلے بچند وجوہ اہم تھا۔ اوّل تو اس وجہ سے کہ ایک ہی
... مکرر غلطی تھی کیونکہ پہلے واقعہ میں اگر بنی جذیمہ نے ایسے لفظ استعمال کئے تھے جو دونوں
... محتمل تھے۔ تو اس موقعہ پر حضرت خالد نے مالک ابن نویرہ اور اُسکے رفقاء کو سردی
... کیلئے ایسے لفظ دافئوا اسراکم کا استعمال کیا جس کے دوسرے معنی کنانہ کی زبان
... کے تھے اور ظاہر ہے کہ ایک قسم کی غلطی کا مکرر واقع ہونا خیالات میں زیادہ
... کر دیتا اور قبولِ عذر کو مشکل بنا دیتا ہے ایسے ذمہ دار شخص کو اس قسم کے امور سے
... رہنا ہے۔

[illegible] ابن ابی ہم اور لبید ابن جریر جو باوجود مسلمان ہونے [illegible] شریک ہو گئے تھے قتل ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر کو اُن کے [illegible] ان کے ورثہ کو دیت دی۔

[illegible] واقعہ کی حقیقت کچھ زیادہ اہم نہ تھا۔ کیونکہ دو مسلمان اگرچہ بمجبوری ہی سہی کفار کے ساتھ تھے مخلوط جماعت میں اُن کی حفاظت سہل بات نہ تھی۔ مگر حضرت عمر کو واقعۂ قتلِ مالک کی ناخوشی باقی تھی۔ اس واقعہ نے بے احتیاطی کے الزام کو جو سابق دو واقعوں میں حضرت خالد پر لگ چکا تھا تازہ کر دیا۔ حضرت صدیق اکبر نے اُس وقت بھی یہ فرما کر "جو شخص دشمنوں سے مقابلہ کرتا ہے اُس کو ایسے واقعات سے ضرور سابقہ پڑتا ہے" قصہ رفع دفع کر دیا۔

حضرت صدیق اکبر کا یہ ارشاد بالکل صحیح تھا۔ حضرت خالد اس معاملہ میں بالکل معذور تھے۔ یہی وجہ تھی کہ پہلے کی طرح حضرت عمرؓ نے بھی اُن کے عزل پر اصرار نہیں فرمایا۔

خلافتِ صدیقی ختم ہونیکے بعد خلافت فاروقی کا زمانہ آیا۔ اُس وقت حضرت خالد عراق میں نمایاں فتوحات کا سلسلہ قائم کر کے ملک شام کے میدان یرموک میں عساکرِ اسلامیہ کی کمان اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے عظیم الشان جنگ کی تیاری میں مشغول تھے۔ اور اسی حالت میں اُن کے پاس معزولی کا حکم بارگاہ فاروق اعظم سے یا باختلاف روایت عین اُس وقت جب کہ بحیثیت سپہ سالار اعظم دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے داد جانبازی دے رہے تھے۔ ایک اور بھی روایت ہے کہ معرکہ یرموک اور محاصرہ دمشق کے درمیانی زمانہ میں عزل کا واقعہ ہوا۔ اور میرے خیال میں باعتبار درایت یہ جانب قوی معلوم ہوتی ہے کہ اُن کی اول معزولی محاصرۂ دمشق کے وقت ہوئی کیونکہ اس معزولی کا جہانتک تواریخ سے ہم کو ثابت ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ وہ قیادتِ عامہ سے معزول کئے گئے۔ اگر وہ اس طرح معزول کئے جاتے کہ کسی حصۂ فوج کے قائد بھی نہ رکھے جائیں تو حضرت ابو عبیدہ اس حکم کی خلاف ورزی کیسے کر سکتے تھے۔ جس طرح معزولی ثانی کے بعد ہر قسم کی افسری سے معزول [illegible] تھے۔ اب بھی کسی دستۂ فوج کی کمان اُن کے سپرد نہ رہتی حالانکہ روایات سے ثابت ہے کہ [illegible] حضرت عمرو بن العاص۔ شرجیل بن حسنہ۔ زید بن ابی سفیان وغیرہ علیحدہ علیحدہ جیوش [illegible] کے سپہ سالار تھے۔ اسی طرح حضرت خالد بھی ایک مستقل جیش کے امیرِ عسکر تھے۔ فتح بیت المقدس

...چنانچہ مثنیٰ ابن حارثہ جو حضرت خالد کے بعد عساکرِ عراقیہ کے سپہ سالار اعظم تھے ... عراق کا حصہ فتح ہو کر مسلمانوں کا سکہ بیٹھا تھا۔ مدینہ منورہ صدیق اکبر کے حضور میں بدیں غرض حاضر ہوئے کہ حالات وواقعات ملک عراق ومعرکہ قتال زبانی عرض کرکے درخواست کریں کہ مرتدین عرب کے اُن افراد کو جن کے صدق، اخلاص، خالص و بے لوث توبہ کا ثبوت مل چکا ہے اور وہ اس وجہ سے کہ صدیق اکبر نے مرتدین کے بارہ میں یہ فیصلہ فرما دیا تھا کہ عساکر اسلامیہ میں شریک کرکے دشمنانِ دین کے مقابلہ کیلئے نہ بھیجی جائیں۔ اب تک داخل عساکر نہیں ہوئے تھے۔ معرکہائے قتال میں شرکت کی اجازت دی جائے کیونکہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اُن میں جوش وحمیتِ اسلام کی آگ بھری ہوئی ہے اور وہ نہایت ذوق وشوق سے مجاہدین کی ساتھ ہو کر لڑنے مرنے کو تیار ہیں۔ تو آپ ایسے وقت مدینے منورہ پہنچے کہ صدیق اکبر حیوۃ کی آخر منزل طے کرکے سفرِ آخرت کے تہیہ میں تھے۔ مگر اسی حالت میں صدیق اکبر نے فاروق اعظم کو بدیں الفاظ وصیت فرمائی۔

انی لارجوان اموت یومی ھذا فاذا مت فلا تمسین حتی تندب الناس مع المثنی ولا تشغلکم مصیبۃ عن امر دینکم ووصیۃ ربکم فقد رایتنی متو فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما صنعت وما اصیب الخلق بمثلہ واذا فتح اللہ علی اھل الشام فاردد اھل العراق الی العراق فانھم اھلہ و ولاۃ امرہ واھل الجراءۃ علیھم۔

مجھے امید ہے کہ میری وفات آج ہی ہوگی۔ میری وفات کے بعد شام ہونے سے پہلے لوگوں کو مثنیٰ کے ساتھ جانیکے لئے تیار کر دینا۔ کوئی مصیبت تم کو دین کے معاملات اور خداوند عالم کے احکام کی تعمیل سے مشغول نہ کرے۔ تم نے دیکھا ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کیا کیا۔ حالانکہ مخلوق پر اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نازل نہیں ہوئی ہے۔ پھر جب خدا تعالیٰ ملک شام کو فتح کر دے تو اہل عراق کو (مراد وہ امدادی لشکر ہے جو عراق سے حضرت خالد کے زیر کمان عساکرِ شامیہ کی امداد کے لئے بھیجا گیا تھا) عراق میں واپس کر دینا۔ کیونکہ کفارِ ... پر جری اور وہاں کے لائق دہی ہیں۔

فاروق اعظم نے صدیق اکبر کے دفن سے فراغت پاکر لوگوں کو مثنیٰ کے لشکر میں شریک ہونیکے

اُس فعل سے ...... عنداللہ کے سمجھنے معذور کو اُن اور فرمانے [illegible]
[illegible] ہدایت کی جس سے صاف ظاہر ہے کہ بات ناپسندیدہ تھی ہاں چونکہ حضرت خالد
[illegible] عمداً نہیں کیا تھا۔ اس لئے وہ بھی معذور تھے اور صدیق اکبر کے نزدیک بھی وہ امور جو باعث
[illegible] کبیدگی فاروق اعظم تھے۔ ضرور قابل گرفت تھے۔ چنانچہ اُن کی استقلال رائے تعجیل و جرارت کو
[illegible] اسلامی عساکر کو بلا سردار چھوڑ کر خفیہ طرح حج کر آئے ناپسند فرمایا۔ اور اس طرح تنبیہ فرمائی کہ
[illegible] قیادۃِ عامہ عراق سے معزول کر کے ایک دستہ فوج کے ہمراہ شام جانے کا حکم دیا۔
اور اگرچہ بارگاہِ صدیق اکبر سے برخلاف رائے فاروق اعظم حضرت خالد کی امارت عساکر پر
قرار رکھنے کا فیصلہ صادر ہو چکا تھا اور اس وجہ سے شاید کسی کو خلجان پیدا ہو کہ حضرت فاروق
نے اُس حتمی فیصلہ کو کیسے مسترد فرما دیا۔ مگر پھر بھی یہ بات قابل اعتراض نہیں۔ اول تو صدیق اکبر
[illegible] فاروق اعظم دونوں مجتہد مستقل تھے۔ اور ہر ایک کی رائے و اجتہاد کے لئے وجہ وجیہ موجود تھی۔ زمانۂ
[illegible] خلافت صدیقی میں حضرت عمر کا درجہ وزیر اعظم کا تھا۔ اُن کا فرض تھا کہ حکمنامۂ خلافت کے سامنے
[illegible] گردن جھکا دیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا تھا اسلئے
[illegible] جب وہ مستقل خلیفہ ہوئے تو اُن کو اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ضروری ہو گیا۔ علاوہ بریں ایک حکم جو
[illegible] کسی وقت صادر ہوتا ہے یہ ضرور نہیں کہ ہمیشہ کیلئے باقی رہے۔ ممکن ہے کہ صدیق اکبر جنہوں نے باوجود
[illegible] اصرار فاروق اعظم حضرت خالد کو معزول نہیں کیا تھا کسی دوسرے وقت اُن امور کی بناء پر جو
اُن کی نظر میں کھٹکتے تھے یا کسی اور غامض و دقیق مصلحت کی بناء پر معزول کر دیتے۔
مگر میرے خیال میں عزلِ اول کی وجہ صرف یہی ناخوشی و کبیدگی نہ تھی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو
[illegible] فرما دیتے کہ کسی ایک دستہ کی کمان بھی اُن کے سپرد نہ کی جائے۔ ظاہر ہے کہ امین الامت
[illegible] سے ایک جیش کے امیر عسکر تھے۔ اُن کا تقرر امارت عسکر پر اب جدید نہ تھا۔ جو یوں خیال
[illegible] کہ حضرت خالد کے دستہ کی امارت اُن کو دی گئی ہے بلکہ اُن کو قائم کرنیکے یہ معنی تھے کہ
[illegible] وہ حسب تسلیم امراء اجناد و تسلیم خلیفہ ارشد اُن کے سپرد ہے وہ اُن سے لیکر امین الامۃ کو
[illegible] اور جب امارت عسکر پر وہ قائم رکھی گئی تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ فقط اس ناخوشی کی بناء
[illegible] کیونکہ وہ امور تو ایسے نہیں تھے کہ اُن کے بعد کسی قسم کی افسری پر وہ قائم رہ سکتے زمانہ

ہوا ہے آپ کو مسلمانوں کے سنبھالنے۔ فسادِ عقیدہ اور ترکِ توکل و اعتماد
اسلام کو بچانے کی فکر ہوگئی۔ آپ کے متوکل دل نے جسمیں فراست ایمانی کیساتھ
ہمدردی خلق خدا کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور آپکے عزم راسخ اور ہمتِ بلند کے آگے دشوار
بھی حل ہوجاتے تھے۔ خداتعالیٰ کے کام میں آپ کو لومِ لائم وطعنِ طاعن کی ذرہ بھر پروا نہ
تھی۔ یہ ٹھان لی کہ اس کا علاج بجز اس کے کچھ نہیں کہ اُن کو قیادۂ عامہ کے منصب سے معزول کرکے
محض قیادۂ جیوش کی صورت میں رکھا جائے۔ قیادۂ عامہ کی صورت میں جو فتح ہوئی تھی۔ یا اسلام
کی ترقی و استحکام کا جو کام بھی ہوتا تھا وہ صرف اُنہیں کے نامزد ہوتا تھا۔ قیادتِ جیش کی حالت میں
اگر اُن کے نامزد ہوگا بھی تو وہی کام جو اُن کے دستۂ فوج سے خاص اُن کے ہاتھ کسی مخصوص صورت
میں صادر ہو۔ آپ کو اس جانب سے اطمینان کلی تھا کہ مسلمانوں میں کے خاص تو کیا عوام افراد بھی
ایسے نہیں کہ احکامِ خلافت کی تسلیم میں کچھ چون وچرا کو دخل دینگے۔ اُن کو حضرت خالد سے کیسی
ہی محبت ہو۔ اُن کی عظمت دلوں میں کیسی ہی کچھ کیوں نہ ہو اسلام کی فتوحات ان کی مساعیِ جمیلہ کا
ثمرہ کیوں نہ سمجھتے ہوں مگر حکم کی تسلیم میں اور وہ بھی برضا تسلیم میں کسی کو تردد نہ ہوگا۔ اس لئے مسندِ
خلافت پر متمکن ہوتے ہی سب سے پہلے حضرت خالد کی معزولی کا حکم صادر فرمایا جو بلا انکار و تردد تسلیم
کرلیا گیا۔ کسی کے دل میں بمقتضائے عظمتِ خالدی یا عدمِ علم حکمت عزل کا کھٹکا ہو مگر کچھ چرچا نہوا
عام طور پر اس عزل کا سبب وہی امور سمجھے گئے جو باعث ناخوشی فاروق اعظم تھے مگر درحقیقت
بات نہ تھی اور اگر حقیقتاً یہ بات ہوتی تو جو شخص ایسے امور میں متہم ہو وہ قیادۂ جیوش کے قابل
کیونکر ہوسکتا تھا۔ حقیقتاً تو وہی خیال تھا کہ عام قلوب میں اُن کی عظمت خارج از اعتدال خدا
تعالیٰ کی رحمت و فضل سے محرومی کا سبب بن جائے۔ مگر چونکہ عام قلوب میں اس خیال کی ابھی
ابتدا ہی تھی اس لئے آپنے اسی قدر کو کافی سمجھا کہ قیادۂ عامہ سے معزول کرکے قیادۂ جیوش پر
رکھا اور امور سابقہ کی بناء پر بھی جس قدر احتیاط مناسب تھی اُس کیلئے بھی اسقدر انتظام
خیال فرمایا۔ اور چونکہ اس حکم میں دونوں پہلو ملحوظ نظر تھے اسلئے آپنے عام مخاطبین کے خیال سے
عزل اُسی ناخوشی کو بیان فرمایا۔ لیکن خواص کی تسلی و اطمینان اور حضرت خالد کو تہمت وسوء

[illegible] ان کی شہرت واقتدار کو اعتدال سے زیادہ بڑھتے دیکھا اور وہی [illegible] کیلئے آپ نے ان کو اوّل مرتبہ معزول فرمایا تھا۔ اب پہلے سے زیادہ مہیب صورت [illegible] ہونے لگا تو آپ کو اسکے انسداد کی فکر پہلے سے زیادہ ہوئی اور ضروری ہوا کہ اُن کو تمام خدمات سے معزول کرکے واپس بلالیا جائے۔ اس وقت چونکہ مسلمانوں کے قلوب میں سابق سے زیادہ اُن کی محبت قائم ہوچکی تھی اور بلاوجہ عزل میں عام تشویش پھیل جانے کا خطرہ ہوسکتا تھا۔ ادھر جب مسلمانوں میں اُن کی یہ عظمت ومحبت تھی جس کے آثار کا ظہور یعنی عساکر کی جانب سے اُنکی تعظیم وتکریم کا ہونا لازمی امر تھا تو یہ بالکل ممکن تھا کہ حضرت خالد میں بھی کوئی مضمون اپنے نفس پر اعتماد کا یا اُن خدمات جلیلہ کو اپنی طرف منسوب سمجھنے کا پیدا ہوجائے۔ اس لئے ایک طرف اگر مسلمانوں کو ورطۂ ہلاکت سے بچانا ضروری تھا تو دوسری جانب حضرت خالد کو بھی کسی خطرۂ موہومہ سے محفوظ رکھنا مدنظر تھا معزولی اوّل کے بعد حضرت خالد سے اُس قسم کی تو کوئی بات پیش نہیں آئی جیسے بنی جذیمہ یا مالک ابن نویرہ کے قتل کی پیش آچکی تھی۔ صرف دو واقعے پیش آئے تھے ایک تو کسی شاعر کو انعام میں کثیر رقم کا دیدینا دوسرے حمام میں جاکر ایسے اُبٹنے کا استعمال جس میں شراب ملی ہوئی تھی۔ ان دونوں واقعوں کو سابق واقعات قتل بنی جذیمہ وقتل مالک بن نویرہ وغیرہ سے کیا نسبت مسلمانوں کا قتل غلطی رائے سے ہو یا غلطی فہم سے سخت اور عظیم الشان امر ہے اور یہ دونوں امر ایسے نہ تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اگر شاعر کو انعام دینا اسراف میں داخل سمجھا تو حضرت خالد کے خیال میں وہ اسراف نہ تھا۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبِ قصیدہ بانت سعاد کو رداء مبارک انعام میں عطاء فرمائی تھی۔ رہی مقدار تو یہ انعام دینے والے کی ہمت و وسعت اور وسیع الخیالی کا ثمرہ ہے۔ کسی سائل کو ضرورت وحاجت سے زیادہ دینا جائز ہے۔ تو شاعر کو بھی جو بمنزلہ ایک سائل کے ہوتا ہے جائز ہے اور پھر اُسمیں ایک دوسری وجہ بھی تھا شر یعنی اُسکی بدزبانی سے اپنی عزت و آبرو کو بچانا بھی موجود ہوسکتی ہے۔ اس لئے رقم کثیر بطور انعام دیدینے میں اُن کے نزدیک کچھ حرج نہ تھا۔

عباس ابن مرداس نے جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کچھ اشعار کہے تو ارشاد فرمایا۔

اقطعوا عنی لسانہ قالوا	اس کی زبان کو قطع کردو عرض کیا کس چیز سے قطع کریں ارشاد
بماذا یا رسول اللہ فامر لہ	ہوا کہ اس کو ایک حلہ یعنی دو چادریں دیدیں جس سے

...اللہ عنہ کے انعام کو خیال فرمایئے۔

... یہاں ایک قوی شبہ پیدا ہو سکتا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر شاعر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نسبت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و الا علی رضی اللہ عنہ کہنا جو حقیقتاً بھی صحیح تھا کہ آپ کا درجہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر تھا اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی۔ اور آپ بھی اُس کو صحیح جانتے تھے تو اس میں مذمت اور کسرشان کیا نکلتی تھی جس کے منقول اور مروی ہونے کا آپ کو اندیشہ تھا اور جس سے بچنے کیلئے آپ نے اُس قدر مال کو بلا ضرورت صرف کر دیا۔ جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ بیشک شاعر کا یہ کہنا صحیح ہوتا اور آپ بھی اُس کو صحیح جانتے تھے اور اس میں آپ کی کسرشان و توہین بھی نہ تھی۔ مگر یہ اسی وقت جبتک کہ ظاہری الفاظ کے مطابق مطلب سمجھا جاتا۔ یعنی آپ مرتبہ اور درجہ یعنی فضائل و کمالاتِ ذاتی و اکتساب۔ خیرات و میراث میں اُن کے ہم پلہ نہیں ہیں لیکن اہل عرف و عادات اُس سے دوسرا مطلب بھی سمجھ سکتے تھے وہ یہ کہ آپ اُس طریقہ پر نہیں ہیں اور اُن جیسے نہیں ہیں یعنی آپ اپنے سلف کے صحیح خلف اور جانشین نہیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ معنی اگرچہ الفاظ کی صراحتاً مدلول نہیں ہیں۔ مگر عرفاً مفہوم ہو سکتے ہیں اور شاعر کی مراد بھی یہی ہوتی تو یقیناً ہجو میں داخل ہوتا اور ان سے اتقاء کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تقریر سُن کر شاعر بھی حیران رہ گیا۔ اور بے ساختہ بول اٹھا کہ ہجو اور مدح کو آپ مجھ سے یعنی شعراء سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ایسے موقع میں اگر صراحتاً ہجو کی جائے یا کہدیا جائے کہ آپ حضرت فاطمہ زہرا یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نہیں ہیں تو سُننے والا اُس کو افترا و بہتان خیال کرے گا۔ البتہ ہجو ایسے پیرائے میں کہ ظاہر اُس کا غلط نہ ہو اور اشارۃً تنقیصِ مرتبہ کی طرف ہو جائے یہ ایسا امر ہے جس سے اُس عصر کے سننے والے بھی اشتباہ میں پڑ سکتے ہیں اور بعد کے آنیوالے جنہوں نے آپکے حالات خود مشاہدہ نہیں کئے جب اس قسم کے خیالات سنیں گے تو اُن کو خیال ہو سکتا ہے کہ شاید آپ نے اپنے سلف کا اتباع چھوڑ کر اہل دنیا کی طرح دنیوی مشاغل کی طرف توجہ فرمائی ہو۔ یہی وہ باریک پہلو تھا جس کو آپ اپنے لئے کسرشان و توہین اور مذمت سمجھتے تھے اور جس سے اتقاء کو عین خیر خیال فرماتے تھے۔

اس درمیانی فائدہ کے بعد پھر ہم اصل مطلب کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت خالد کا یہ فعل نہ حرام و مکروہ تھا اور نہ اسراف میں داخل۔

[illegible] معزول کرنے کی وجہ یہ امور نہ تھے بلکہ اُن کی وجہ سے حضرت عمرؓ کے [illegible] حضرت خالدؓ کی جانب سے کوئی سوءِ ظن بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اگر گرفت تھی تو انتظاما [illegible] دیکھئے حضرت عمرؓ نے بحلف فرمایا واللہ انک علی کریم وانک الی لحبیب اور [illegible] کے نام عام گشتی جاری فرمائی۔

انی لم اعزل خالدا عن سخطۃ ولا خیانۃ۔ سخطہ اور خیانتہ نکرہ ہیں جو نفی کے تحت میں واقع ہوئے ہیں یعنی کسی ادنیٰ شائبہ ناخوشی وخیانتہ کی بناء پر معزول نہیں کیا۔ حضرت عمر کی اس شدو مد سے حلف اور برارت کے بعد بھی اگر کوئی شخص وجہ عزل انہیں امور کو سمجھے تو یہ اس کی خوش فہمی یا ہٹ دھرمی ہوگی۔ حضرت عمرؓ جیسا راستباز تو بحلف شدید انکار کرے اور یہ اب بھی یہی کہے تو نہایت جرءت وبیباکی کی بات ہے۔ مجھ کو تو اب اس ارشاد سے اپنی سابق معروض کی معزولی اول کی وجہ بھی وہ امور سابقہ نہ تھے ایک اور تائید مل گئی۔ وہ یہ کہ کسی بات پر ناخوش ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ قابل عزل بھی سمجھی جائیں۔ ممکن ہے کہ یہ دونوں آخری امر حضرت عمرؓ کو ناپسند ہوا اور آپکی شانِ احتساب وانتظام کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہونے چاہئیں مگر عزل میں انکو دخل نہیں تھا لیکن بایں ہمہ کہ دونوں معاملے ایسے خفیف تھے کہ معزولی کیوقت اُن سے وہ معاملہ کیا گیا جو ایک حقیقی مجرم سے بھی نہیں کیا جاتا۔ ایک قائد جیش کے سر سے عمامہ اُتار کر مشکیں باندھی جائیں اور سر مجمع مجرمانہ حیثیت سے جواب طلب کیا جائے۔ یہ اس قسم کی توہین ہے جو مستوجب حدود شرعی کیساتھ بھی نہیں کیجاتی ماعز بن مالک پر حدِ زنا جاری کیگئی مگر جس شخص نے انکی توہین کی تھی اُسکو روکدیا گیا اور پھر اول مرتبہ تو باوجودیکہ وجوہ ناخوشی قوی تھیں صرف قیادۃ عامہ سے معزول کرنے پر اکتفا کیگئی اور اس مرتبہ اُن کو عام افراد کی طرح جہاد میں حصہ لینے سے بھی باز رکھا گیا۔ بلکہ واپسی کا حکم دیدیا گیا۔

جب ہم اس معزولی کے اسباب اور طریقۂ عزل پر نظر غائر ڈالتے ہیں تو سوا اسکے کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ معزولی ثانی میں ان امور کو مطلقاً دخل نہ تھا۔ اگر معزولی اول میں ناخوشی سابق کو بظاہر دخیل سمجھ لینا ممکن تھا تو اب اتنی وجہ بھی موجود نہ تھی۔ کیونکہ یہ معاملے ایسے نہ تھے اور پھر حضرت عمرؓ بحلف اس سے انکار [illegible] بات تھی تو صرف یہی کہ قلوب میں اُن کی عظمت حد اعتدال سے متجاوز ہوتی جاتی تھی تدابیر [illegible] خدا تعالیٰ پر سے نظر اُٹھتی جاتی تھی۔ ادھر حضرت خالدؓ میں جاہ وعلو واعتماد

[illegible] اس سے بہتر کوئی تدبیر نہ تھی۔ جہاں حضرت خالدؓ کو [illegible] طلب کریں شوکت نفس کو توڑنا تھا ایسے ہی اُنکے عزل کو ظاہری اسباب [illegible] کی ایک طرف عام مسلمانوں کی روک تھام تھی جنکے دلوں میں حضرت خالدؓ کی عظمت [illegible] کہیں اُسکے مقابلہ پر احکام فاروقی میں کلام نہ ہونے لگتا۔ ادھر حضرت خالدؓ کو جن خطرات و [illegible] سے بچانا تھا اُسکے اندر بھی اسکو زیادہ دخل نہ تھا۔ خلاصہ ہمارے تمام بیان کا یہ ہے کہ صورتِ ظاہری [illegible] عزل اول کیلئے واقعات سابق کو اور عزلِ ثانی میں واقعات ما بعد کو سبب بنایا گیا۔ اور پھر ان دونوں [illegible] فرق تھا عزل اول میں حضرت عمر کی ناخوشی واقعات سابقہ کی وجہ سے ایک ظاہر امر تھا اور اسلئے انکی [illegible] مداخلت بھی اُس عزل میں زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ مگر عزلِ ثانی میں اسقدر مداخلت بھی نہ تھی لیکن حقیقتاً عزل کی یہ وجہ نہ تھی بلکہ اُمت کو فتنہ و فسادِ عقائد کے ابتلاء سے اور حضرت خالدؓ کو حبِ جاہ و شوکتِ نفس کے مہلک مرض سے محفوظ رکھنا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اول عزل کے بعد بھی آپنے حقیقۃ الامر کو بیان فرماتے ہوئے صاف ظاہر کر دیا کہ خالدؓ اور مثنیٰ کو کسی ریبہ یا تہمت کی وجہ سے معزول نہیں کیا گیا۔ بلکہ خوفِ فتنہ اس کا باعث ہوا۔ اور عزل ثانی میں بھی جب حضرت خالدؓ نے ایسی بے عنوانی کا جو اُن کے ساتھ برتی گئی شکوہ کیا تو حلف کیساتھ اس حسن ظن اور محبت کا اظہار فرمایا جو آپ کو اُن کیساتھ تھی ادھر بذریعہ گشتی عام امراء و عساکر و ولاۃ امصار کو اطلاع دی کوئی شخص حضرت خالدؓ کو کسی [illegible] یا ریبہ کی طرف منسوب نہ سمجھے۔

یہ ہے حقیقۃ الامر عزل خالد کی۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ اس بیان کے اہم مقاصد کو محفوظ رکھے اور اس [illegible] میں نہ حضرت خالد کی جانب سے سوءِ ظن کا خطرہ ہو۔ نہ حضرت عمر کی جانب اس امر کا کہ ایک [illegible] فاتح کی خدمات سے مسلمانوں کو کیوں محروم فرما دیا۔

فوائد

واقعہ عزل خالد سے چند اہم فوائد ہمکو حاصل ہوئے ہیں جنکا بیان کر دینا بھی مزید افادہ کا ذریعہ ہوگا۔

[illegible] اول۔ تقدیر و تدبیر کا جمع کرنا عام افہام و عقول میں دشوار ہو رہا ہے۔ توکل کو بیکاری سکھلانے [illegible] دھر کر بیٹھنے اور دوسروں پر اپنا بار ڈال کر خود اپاہج و معطل بننے کا مرادف سمجھا جاتا ہے [illegible] سائنس کے دلدادہ اُسکی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں۔ تجربات و مشاہدات سے عجائب

...ارشاد ہوگئے ہیں۔ ان کا مرتبہ
...کو استدلال و حجت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔
...ہو جاتے ہیں جنہیں حقائقِ ممکنات کا انکشاف تام ہوتا ہے
...بھی اثر ڈالکر دوسروں کو بھی بلا واسطت دلیل و برہان منور کرتی ہیں
...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیضِ صحبت نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر حقایق اشیاء اور
...علوم کا انکشاف اس طرح کر دیا تھا کہ اُن کو کسی دقیق سے دقیق مسئلہ میں کسی قسم کا خفاء باقی نہیں
...غامض و ادق مسئلہ کو بصیرۃ ایمانی سے ادراک کرتے تھے اُنکو ہر مشکل اور متعسر الفہم مسائل
...قلب حاصل ہوتا تھا یہی وجہ تھی کہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اُصول دین میں متفق تھے۔
کبھی ان میں اختلاف نہیں ہوا اور جب کبھی کوئی مسئلہ چند اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
مختلف مجالس و مقامات میں دریافت کیا گیا تو جواب کے الفاظ تک بھی ایک ہی ہوتے تھے۔
دیکھئے تقدیر کا مسئلہ جسکے فہم سے اکثر اہل دانش و فہم عاجز ہیں چند صحابہ سے علیحدہ علیحدہ مجالس میں دریافت
کیا گیا تو جواب کے الفاظ تک متفق تھے ابن سلمیٰ کہتے ہیں میں نے حضرت ابی کعب کی خدمت میں حاضر ہو کر
عرض کیا کہ تقدیر کے مسئلہ میں مجھے کچھ خلجان ہے آپ کچھ ارشاد فرمائیں تو شاید یہ خلجان رفع ہو جائے۔ فرمایا۔

لو ان اللہ عزوجل عذب اہل سموتہ واہل ارضہ عذبہم وہو غیر ظالم لہم ولو رحمہم کانت رحمتہ خیر لہم من اعمالہم ولو انفقت مثل احد ذہبا فی سبیل اللہ ما قبلہ منک حتی تؤمن بالقدر وتعلم ان ما اصابک لم یکن لیخطئک وما اخطاک لم یکن لیصیبک ولو مت علی غیر ہذا لدخلت النار۔	اگر خداوند عالم تمام زمین و آسمان والوں کو عذاب دے تو وہ ظالم نہ ہوگا۔ اور اگر رحم فرمائے تو اُس کی رحمت اُنکے اعمال سے زیادہ مفید اور بہتر ہوگی۔ اور اگر تو احد پہاڑ کی برابر فی سبیل اللہ سونا خرچ کر ڈالے تو جب تک تقدیر پر ایمان نہ لائے اور یہ نہ جان لے کہ جو کچھ تکلیف تجھ کو پہنچنے والی ہے کسی تدبیر سے ٹل نہیں سکتی اور جو نہیں پہنچنے والی وہ پہنچ نہیں سکتی۔ اگر تو اس عقیدہ کے سوا کسی اور عقیدہ پر مر گیا تو جہنم میں داخل ہوگا۔

...کہتے ہیں کہ اسکے بعد میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے
...پھر حضرت حذیفہ کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے بھی یہی فرمایا۔ پھر حضرت زید ابن ثابت

[illegible] کا اعلان کرتا ہوں

[illegible] اعتقادات کی اصلاح کیلئے حضرت خالد جیسے نامور جلیل القدر [illegible] کو [illegible] فرماتے۔ اور دکھلاتے ہیں کہ تم تدبیر کرنیکے وقت بھی اُس پر اعتماد نہ کرو [illegible] کارساز حقیقی کوئی [illegible] ہے۔ نہ خالد ہیں۔ نہ عمر۔ یہ ہے اسلامی صحیح و بے لوث تعلیم اور یہ ہے وہ خطرناک گھاٹی مسئلہ جبر و قدر کی جسکے طے کرنے میں ہزار ہا مدعیان عقل و دانش تباہ و برباد ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جملہ۔

لیعلموا ان الصانع هو الله | (تاکہ جان لیں کہ کارساز صرف اللہ ہے)

• فرما کر تمام اشکالات کو رفع فرما دیا اور تمام صحابہ نے بلا نکیر و تردد اُس کو تسلیم فرما لیا۔ کیونکہ سب کے قلوب صافیہ میں یہ حقیقت منکشف تھی قرن صحابہ میں اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہی نہیں ہوا۔

اسلام کے بے شمار فرقوں میں سے اہل سنت والجماعت کثرہم اللہ تعالیٰ نے اس راز کو سمجھا۔

لا جبر ولا قدر ولکن امر بین بین (نہ جبر محض ہے کہ انسان مجبور ہو۔ اُسکے اختیارات کو افعال میں کچھ دخل نہ ہو۔ اور نہ قدر ہے کہ وہ خود اپنے افعال کا خالق اور ان پر قادر ہو۔ بلکہ جبر و قدر کے درمیانی بات ہے۔ یعنی بعض وجوہ سے وہ قادر مختار ہے اور بعض وجہ سے مجبور) •

کو جزو ایمان قرار دیا۔ اس اعتقاد حق کے سوا جس فرقہ نے کوئی دوسری راہ اختیار کی وہ خود بھی تباہ ہوا۔ دوسروں کو بھی تباہ و برباد کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہر مسلمان کو صراط مستقیم پر رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بلم عقلی کج بحثی۔ اپنے خیالات کی پابندی۔ احکام شریعت کو اپنی ناقص عقلوں کے معیار پر اُتارنا۔ تباہ و برباد کر دیتی۔ قعر جہنم کا ایندھن بنا دیتی ہیں۔

عصمنا الله تعالیٰ وجميع المسلمين منه والله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم :-

جو لوگ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے خواہش مند ہیں اُن کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ سوا اُن اصول کے کسی اور طریقے پر ترقی نہیں کر سکتے۔

فاروقی خلافت میں اسلام کی جو شان و شوکت تھی مسلمانوں کی عزت و عظمت کا سکہ جسقدر [illegible] میں بیٹھا ہوا تھا وہ بعد کے کسی قرن میں حاصل نہیں ہوا۔ ممالک اسلامیہ ضرور وسیع ہوئے مگر [illegible] حقیقی ترقی کا [illegible] تھا۔ اور یہ اُن صحیح اصول و عقائد کا ثمرہ تھا۔ اب بھی جس قدر ترقی ہوگی

[illegible] بنی اسرائیل [illegible] یعقوب کی نسل میں نبوت کا سلسلہ جاری تھا اور [illegible] ملک و حکم کوئی ہوتا تھا اور مہبط وحی و تنزیل کوئی دوسرا۔ [illegible] سلطنت کا حال کلام اللہ میں مذکور ہے۔ باوجودیکہ بنی اسرائیل میں نبی موجود [illegible] انتخاب سلطان کی ضرورت پیش آئی اور یہ انتخاب طالوت کے نام نکلا۔ دیکھئے ارشاد خداوندی۔

وقال لهم نبيهم ان الله قد بعث لكم طالوت ملكا قالوا انى يكون له الملك علينا ونحن احق بالملك منه ولم يؤت سعة من المال قال ان الله اصطفاه عليكم وزاده بسطة فى العلم والجسم والله يؤتى ملكه من يشاء

(اُن کے نبی نے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اُس کو ہم پر بادشاہت کا حق کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ ہم اُن سے زیادہ بادشاہت کے مستحق ہیں اور اُن کی تو مال میں بھی وسعت نہیں ہے۔ نبی نے کہا کہ اللہ نے اُن کو تم پر برگزیدہ کیا ہے اور اُن کے علم اور جسم میں وسعت دی ہے اور اللہ اپنا ملک جسکو چاہے دیتا ہے۔)

بنی اسرائیل کو اس میں تو کچھ خلجان نہ ہوا کہ مملکت کو سلطنت سے جُدا کر کے ایک مستقل بادشاہ کیوں بنایا گیا۔ کیونکہ وہ اُسکے خوگر تھے۔ اُنکو دونوں منصبوں کے فرائض کی تقسیم معلوم تھی وہ جانتے تھے کہ دونوں کی اطاعت کس طرح جمع کی جا سکتی ہے۔ ایک کی فرمانبرداری دوسرے کے ساتھ ارتباط و انقیاد سے مانع نہیں ہے اُن کو یہ بھی معلوم تھا کہ حقیقی سرداری نبی کی ہوتی ہے۔ بادشاہ بھی اُنکے احکام کا متبع اور اُن کے اشارہ و حکم کا منتظر رہتا ہے۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ بادشاہ کا درجہ باوجود [illegible] وسیع اختیارات اور حکومتِ عام کے زیادہ سے زیادہ وزیر تفویض[1] یا والی تفویض کا ہوتا تھا

---

[1] امام و خلیفہ کو تمام ولایات پر اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ تمام ممالک و صوبے اس کے زیر نگیں اور ہر ایک صیغہ و شعبۂ ملک [illegible] اُسکے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لیکن شخص واحد تنہا کبھی کسی وسیع سلطنت یا ملک کا انتظام نہیں کر سکتا۔ اسکو ضرورت ہوتی [illegible] اپنے اختیارات کو نائبوں اور قائم مقاموں کے ذریعے سے نافذ کرے اسی لئے امام کیواسطے نائبین کا ہونا لازم ہے۔ [illegible] دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وزراء۔ دوسرے والی ممالک۔ وزراء کا اصل فرض تو یہ ہے کہ خلیفہ یا سلطان کا مشیر رہے۔ اُسکے [illegible] اور والیان ممالک ولایات خاصہ کا انتظام کرتے ہیں امراء ولایت کو اُنکی ولایت میں کبھی اختیارات عام دیئے جاتے [illegible] اختیارات خاص۔ اختیارات عام کی صورت میں اسکو امیر یا والی تفویض کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے جس کا [illegible] امام نے ایک ولایت میں اپنے کل اختیار اس کے سپرد کر دیئے ہیں۔ ہر ایک معاملہ کو اپنی رائے سے تجویز کر سکتا۔ [illegible] والیان ممالک کی مثال در کار ہے۔ تو سلاطین سلجوقیہ، دیلمیہ، صلاحیہ، سامانیہ وغیرہ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

[illegible] کی وجہ سے حقیقتاً قابلیت سلطنت کی ہوتی [illegible] میں نہیں ہیں علم اُن کا تم سے زیادہ ہے۔ قوتِ جسمانی [illegible] میں وہ تم سے زیادہ ہیں اور انہیں پر ادائے فرائض سلطنت کا مدار ہے۔

پھر اس کے علاوہ یہ ہے کہ مملکت و سلطنت موہبت الٰہی ہے اُس کو اختیار ہے اپنا ملک جس کو چاہے عطا فرمائے۔ قابلیت پیدا کرنا بھی اُسی کے اختیار میں ہے اور عطائے ملک بھی واللہ یؤتی ملکہ من یشاء۔

ملک و سلطنت کے یہ دونوں سلسلے اسی طرح جداجدا چلے آئے۔ لیکن حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کی ذات میں ان دونوں کو جمع کر دیا گیا۔ کلام اللہ میں ارشاد ہے۔

کلاً اٰتینٰہ حکماً وعلماً	(ہم نے ہر ایک کو علم و حکم عطا کیا)

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام سے بھی زیادہ وسیع حکومت دی گئی۔ اُن کی حکومت انسانوں سے متجاوز ہو کر جنات طیور و وحوش پر بھی تھی۔ ہوا کو اُن کیلئے مسخر کر دیا گیا تھا طیور و وحوش سے پہرہ چوکی کا کام لیا جاتا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام نے خود اس کی دعا فرمائی تھی۔ جو درجۂ اجابت کو پہونچی۔

وھب لی ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت الوھاب	(مجھ کو ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کیلئے نہ ہو تحقیق تو بڑی بخشش والا ہے)

فائدہ۔ اس آیت میں دو امر قابل تنقیح و بحث ہیں۔

اوّل یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا مطلب کیا تھا۔

سو معلوم کر لینا چاہیئے کہ اس دعا کے تین مطلب بیان کئے گئے ہیں اوّل یہ جو ظاہر الفاظ آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ مجکو ایسا ملک عطا فرما کہ جو میرے بعد کسی کو ایسا ملک نہ ملے۔ کیونکہ مواقع تعریف [illegible] یا طلب میں جب ایسے الفاظ کو جمع کیا جاتا ہے جو ظاہراً دوسروں سے نفی پر دلالت کرتے ہیں [illegible] استعمال میں صرف اپنے لئے کسی بڑی چیز کی طلب یا کسی کے فضل و کمال کی عظمت کا اظہار [illegible] ہوتا ہے دوسروں سے نفی مطلوب نہیں ہوتی مثلاً کسی کی مدح میں کہا جاتا ہے۔

[illegible] لیس لاحد من الفضل والمال	(فلاں شخص کی فضیلت و دولت ایسی ہے جو کسیکو حاصل نہیں ہے)

...واليه المصير حق ...فانظروا اليه كلكم فلا كرت ...اخي سليمان رب اغفرلي وهب لي ملكا لا ينبغي لاحد من بعدي فرده الله خاسئا	صبح کو تم سب بھی اُس کو دیکھو لیکن مجھ کو میرے بھائی سلیمان کی دعا رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی یاد آگئی۔ خدا تعالیٰ نے ذلت کے ساتھ اس کو لوٹا دیا۔

اور اسی لئے دوسرے معنوں میں سے معنی ثانی کو مرجح سمجھتے ہیں کہ اُن میں کوئی خلجان نہیں ہے
...ن میرے خیال میں یہ دونوں باتیں ایسی نہیں ہیں جنکی وجہ سے ان ظاہر الدلالت معنی کو ترک کیا جائے،
اگر مان لیا جائے کہ اس دعا سے منافسۃ معلوم ہوتی ہے تب بھی ہم کو یہ غور کرنا چاہیے کہ منشا اسکا
...یا ہے۔ آیا ذاتی عزوجاہ ہے یا اظہار شوکت دین الٰہی وجلالت قدر انبیا علیہم السلام۔ حضرت
...سلیمان علیہ السلام کو ملک وسیع واختیار وتسلط عام جن وانس طیور ووحوش پر تو پہلے سے دیا ہی
...تھا۔ اسلئے اُسکی خواہش تو دراصل اُنکو نہ تھی اور نہ ایسی دعا کرنے کا خیال تھا مگر چونکہ اُسی
...ابتلا وامتحان کی وجہ سے جو اُنکو پیش آیا جس کی وجہ سے چند روز ان کا ملک مسلوب اور اختیارات
...ساقط ہو گئے تھے ان کو یہ ضرورت پیش آئی کہ انبیا علیہم السلام کی جلالت شان۔ اپنے قرب
...منزلت عند اللہ اور قدرت باری کی وسعت کا اظہار کریں اور دکھلا دیں کہ گو اس ابتلا کی وجہ
...سے چند روز یہ ملک مسلوب ہو گیا ہو۔ مگر اب مجھ کو وہی ملک پہلے سے زیادہ استحکام کیساتھ ملا
...کہ نہ اب اُسپر کسی کا خواہ جن ہو یا انس تسلط ہو سکتا ہے اور نہ میرے بعد کسی کو ایسا ملک ملا
...ہے اور جبکہ منشا اس دعا کا یہ ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور نہ خلاف شان انبیا علیہم السلام ہے
...رہا خلجان ثانی وہ بھی کچھ نہیں ہے کیونکہ اس دعا میں اگرچہ لفظ غیری عام ہے مگر ہر عام میں
...بعض چیزیں مستثنیٰ بھی ہوتی ہیں اور یہ استثنا اُسکے عموم کو باطل نہیں کرتا۔ حضرت سلیمان علیہ
...السلام کی یہ دعا اُسی عام مفہوم کیموافق مقبول بھی ہو چکی ہو اور فرض کرلو کہ جناب رسول خدا صلے اللہ
...علیہ وسلم کو ایسی عظمت وشان کا وسیع ملک اور کامل وتمام اختیارات بھی عطا کئے گئے ہوں اور آپ
...سلطنت ومملکت کے اعتبار سے بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے مساوی نہیں بلکہ بدرجہا بڑھے
...ہوئے ہوں تب بھی اس دعا کے عموم اور اجابت دعا میں فرق نہیں پڑتا کیونکہ جناب رسول اللہ
...صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی دعا کے مفہوم میں داخل ہی نہیں ہیں۔

...لا ينبغي لاحد من بعدی۔

... ہی ظاہر ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد کسی بادشاہ کو نہ اتنا وسیع ملک ... ایسے عام اختیارات عطا ہوئے۔

رہی یہ بات کہ ایک عفریت کو پکڑ کر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ستون مسجد سے باندھ ... دیتے تو اس سے مساوات حکومت سلیمان علیہ السلام کیونکر ہو جاتی پھر کیا وجہ تھی کہ آپ نے اس دعا کے خیال سے اُس کو چھوڑ دیا۔ سو جواب اسکا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کمال رعایت و پاس درجہ دعا و اجابت دعا کا تھا کہ ایک جزو میں بھی تھوڑے سے اشتراک کو پسند نہ فرمایا۔

اور اسی سے ہماری اس غرض کی مزید تائید ہوتی ہے کہ آپ کو بیشک ہر قسم کے اقتدار و اختیارات تمام موجودات پر حاصل تھے آپ اولین و آخرین کے سردار۔ مبدء فیوض و برکات تھے خلق عالم کی منشاء تھے مگر آپ نے شان ملکیت اختیار کرنے اور ملوک و سلاطین کے ساتھ اشتراک کو خواہ نبی رسول یا غیر نبی اور وہ اشتراک خواہ اسم میں ہو یا رسم میں کسی حد تک بھی پسند نہیں فرمایا۔

معنی اوّل مراد لینے کی صورت میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ دونوں آخری معنی خود بخود اسکے ساتھ آجاتے ہیں کیونکہ ایسا ملک جو کسی کو نہ ملے خود عظیم الشان بھی ہوگا اور کسی کو اُس کے سلب ... قدرت نہ ہوگی۔ اور وہ کبھی مسلوب نہ ہوگا۔

امر ثانی یہ کہ ایسی دعا کرنیکا منشا کیا تھا۔ اس میں اقوال مختلف ہیں اگر سب کو مفصلاً بیان کیا ... ئے تو نہایت طول ہو جائیگا اور یہ موقع اس کا نہیں ہے لہذا باختصار بیان کیا جاتا ہے۔

بعض کا قول تو یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب اس ابتلاء میں مبتلا ہوئے جس کا ذکر ... سابقہ میں ہوا ہے تو اُسکے بعد آپ نے قبولیت دعا کی علامت کے طور پر اور اس اثر کے دفعیہ کے ... جو ابتلا سے پیدا ہوا تھا۔ یہ دعا مانگی تاکہ عوام و خواص کو معلوم ہو جائے کہ اس ابتلاء سے ... کی عظمت شان۔ قرب منزلت عند اللہ میں کچھ فرق نہیں آیا بلکہ اور زیادہ بڑھ گئی اور یہ کہ ... ایسا ہی تھا جیسا کہ خواص و مقربین کو پیش آجاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ دعا اس لئے تھی کہ اسقدر عظیم الشان ملک دولت طاعات و عبادات ... کی کثرت کا ذریعہ بنجائے۔ کیونکہ اگر مال و دولت دنیا کو امور خیر اور ابتغاء مرضات اللہ میں صرف کیا

...قاعدہ کے موافق اس زمانہ میں جبکہ ممالک وسیعہ سطوت وشوکت کے حصول پر جابرین
...تھا حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا ہوا۔
لیکن اس دعا کو بطور طلب معجزہ تسلیم کرنے میں ایک اشکال ہے۔ وہ یہ کہ معجزہ ابتدا ر نبوت
کے وقت عطا ہوتا ہے اور یہ واقعہ جیسا کہ سیاق آیات سے معلوم ہوتا ہے درمیان کا ہے۔ یعنی آپ
کو ملک ونبوت عطا ہونے اور ایک زمانہ تک ایسے عظیم الشان ملک پر حکمرانی کرنے اور فتنہ میں
مبتلا ہو کر اس سے نجات حاصل ہونے کے بعد کا ہے۔
جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ معجزہ کے لئے شرط ہے کہ ابتدا ر نبوت
کے وقت طلب کیا جائے۔ اور تسلیم بھی کرلیں تو آیۃ اس امر کے لئے نص صریح نہیں ہے کہ یہ
دعا درمیان میں ہوئی۔ ممکن ہے کہ ابتدا ر نبوت ہی کا واقعہ ہو۔
میں کہہ سکتا ہوں کہ زمخشری کا قول اگرچہ صحیح ہوسکتا ہے اور جواب اشکال کو بھی اگرچہ اس
میں بہت سے خلجان ہیں تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن سیاق آیۃ بالکل اس کی تائید نہیں کرتا۔
اس بحث میں بہت سے امور قابل تحقیق تھے۔ مگر چونکہ یہ موقعہ اس کا نہیں اسلئے ہم اتنے
ہی پر قناعت کر کے اور اس ضمنی فائدہ کو ختم کر کے اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں۔
(بنی اسرائیل میں) نبوت وسلطنت مجتمع ومتفرق ہونیکی وہ صورت تھی جو اوپر عرض کی گئی۔
ختم الانبیار کا زمانہ آیا۔ اور امت محمدیہ کو تمام عالم پر حق ریاست وحکومت عطا ہوا تو مملکت کو نبوت
سے جدا نہیں رکھا گیا۔
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وہی تھی جو سابق میں عرض کر چکے کہ باوجود کونین کے زیر
نگین ہونے کے آپ نے اپنے لئے شان عبدیت ہی کو پسند فرمایا۔ آپ نے سلطنت ومملکت کے کسی ایک
...ٹھاٹ باٹ کو بھی گوارا نہیں فرمایا۔ مگر جو اختیارات ایک شہنشاہ اعظم کے ہونے چاہئیں وہ سب آپ
کے قبضہ میں تھے۔ اور آپ انکا استعمال فرماتے تھے۔ صوبوں کے والیوں کا تقرر آپ کے حکم
سے ہوتا تھا۔ قاضی آپ مقرر فرماتے تھے تحصیل محاصل آپ کے حکم سے ہوتا تھا۔ اموال خراج و
...آپ کی خدمت میں لائے جاتے تھے۔ مہمات غزوات نہ دسرایا بہ نفس نفیس انجام دیتے تھے یا کسی

آپ [illegible]

[illegible] نبوت و سلطنت [illegible]

انداسے بحیثیت اجتماعی تمام [illegible] اور اس میں [illegible]

رہیں یہ درجہ خلافت راشدہ کا [illegible] راشدین [illegible]

اس پر خود چلنے اور دوسروں کو چلانے کی قابلیت [illegible]

اُن میں موجود تھا۔ اور اس بنا پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

اپنی سنت کیساتھ ملحق فرمایا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔	میری سنت کو اور خلفاء [illegible] مضبوطی سے پکڑو۔

خلفاء راشدین میں بھی شیخین درجہ بدرجۂ فائق تھے۔ اسلئے اُن کی اتباع [illegible]

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر	اقتدا کرو ان دو کی میرے بعد [illegible]

خلیفہ راشد کا کام یہ ہے کہ وہ نظامِ ظاہری کو قائم رکھنے کیساتھ [illegible]

اور یہ ایسا سخت و صعب کام ہے جس کا نبھانا نہایت دشوار ہے۔ سلاطین عادل [illegible]

ملیگا۔ مگر سلطنت علی منہاج النبوت کا وجود عنقا کے حکم میں ہے۔ آپ کے [illegible]

بعد صرف تیس سال تک خلافت علی منہاج النبوت کا سلسلہ رہا اور اُس کے [illegible]

و عباسیہ میں ایسے خلفاء ہوئے جو عدل و انصاف اور تنظیم امور سلطنت میں [illegible]

خلافت کو خلافت علی منہاج النبوت نہیں کہتے۔ صرف عمر ابن عبدالعزیز [illegible]

شان خلفاء راشدین کی سی تھی اور اسی وجہ سے اُنکے زمانہ کو [illegible]

ہے۔ یا آخر زمانہ میں امامِ مہدی ایسے ہونگے جنکے [illegible]

پوری طرح مجتمع ہونگے اور وہی خیرات و برکات عود کر آئینگے [illegible]

اُنکے علاوہ بہت سے سلاطین عدل و انصاف [illegible]

[illegible] سلطنت اجراء احکام شریعت میں سرتوڑ کوشش کی ہو مگر امت نے انکو خلیفہ راشد تسلیم نہیں کیا
اس کی وجہ بجز اس کے کچھ نہیں ہے کہ دونوں کو جمع کرکے ہر ایک آثار و لوازم کو اُسکی حد پر
[illegible]نا نہایت سخت مرحلہ ہے اور سلطنت کو منہاج نبوت پر چلانا کٹھن کام ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مرض وفات میں ایک روز بہت بیچین تھے اور فرماتے تھے میری سمجھ میں نہیں آتا خلافت کے معاملہ میں کیا کروں۔ اسی تردد میں رہتا ہوں کہ اپنے بعد کس کو جانشین کروں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا علی رضؓ کیسے ہیں آپ اُنکو ولی عہد کیوں نہیں بناتے۔ فرمایا وہ ہر طرح اہل و لائق ہیں۔ سوائے اسکے کہ اُسکے اندر مزاح و خوش طبعی ہے کوئی اور بات نہیں ہے۔ مجھے نظر آتا ہے کہ وہ متولی خلافت ہو جائیں تو تم کو حق کے اس راستہ پر لیکر چلیں جس کو تم پہچانتے ہو۔

یہ طریقہ جس کو صحابہ رضوان اللہ علیہم پہچانتے اور جانتے تھے وہی منہاج النبوت تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس طریقہ پر قائم رہنے دوسروں کو اس راہ پر چلانے کے پورے اہل تھے۔

اس ہمارے بیان سے نبوت سلطنت خلافت راشدہ کا فرق معلوم ہو گیا اور یہ بھی سمجھ میں آگیا کہ نبوت و سلطنت کے مجتمع و متفرق ہونے میں کل چار احتمال ہیں۔ نبوتِ محض۔ سلطنتِ محض۔ نبوت و سلطنت ایک جا جمع ہوں۔ سلطنت علیٰ منہاج النبوت۔ سو محض نبوت تو ایسی ہو جیسے کہ انبیاء بنی اسرائیل میں ہوتی تھی۔ جیسا کہ ہم مفصلاً بیان کر چکے ہیں کہ باوجود انبیاء کے موجود ہونے کے سلطانِ وقت علٰحدہ ہوتا تھا۔ نبوت و سلطنت دونوں کے اجتماع کی وہ صورت ہے جو حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کو بنی اسرائیل پر حاصل تھی۔ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں جمع کر دیئے گئے تھے اور سلطنت محضہ کی مثالیں ہزاروں موجود ہیں۔ بنی اسرائیل اور امت محمدیہ کی ہر قرن میں سلاطین کا سلسلہ موجود رہا۔ سلطنت علیٰ منہاج النبوت جس کو ہم نے خلافت راشدہ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اسکے اندر ایک جانب تو اختیارات سلطنت کامل تام موجود ہوتے ہیں۔ دوسری جانب نبوۃ کے آثار بھی پورے نمودار ہوتے ہیں اسی وجہ سے اسکے احکام نبوت کے ساتھ ملحق سمجھے جاتے ہیں۔ ان چاروں سے فراسخن علی متفاوت [illegible]نبی وحی الٰہی کے تابع ہوتے ہیں اور اُس کے اشارہ پر معاش و معاد کے احکام کی تلقین

[illegible] خدمت مبارک میں ہیں عرض حاضر ہوتے کہ آپ کے ایما پر قرضخواہ کچھ نہ [illegible] کریں گے اور کسی حصہ دین سے درگذر کرکے تھوڑے پر قناعت کریں گے۔ قرضخواہوں نے باوجود آپ کے ایما کے کچھ بھی چھوڑنا گوارا نہ کیا تو آخر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا تمام مال فروخت کرکے قرض ادا فرما دیا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بالکل خالی ہاتھ رہ گئے کوئی چیز اُن کے پاس باقی نہ رہی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن کی اس حالت کا فکر تھا فتح مکہ کے ساتھ آپ نے ملک یمن کے کسی حصہ پر اُن کو والی مقرر فرما کر بھیجا تاکہ اُنکی حالت کسی قدر درست ہو جائے اور جو نقصان مالی اُنکو پہنچا ہے اُس کا جبر اُس آمدنی سے ہو جائے جو بیت المال سے بمعاوضہ خدمت عطا ہوگی۔

حضرت معاذ رضؓ اِدھر تو امیر یمن تھے اُدھر وہاں کچھ تجارت کی سلسلہ جنبانی کردی۔ اور اس طرح اچھی مقدار مال کی اُنکے پاس جمع ہوگئی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا حضرت عمر رضؓ نے آپ سے عرض کیا کہ آپ معاذ کے پاس اتنا چھوڑ کر جس سے وہ زندگی بسر کرسکیں باقی سب روپیہ و سامان لیکر بیت المال میں داخل فرمالیں۔ صدیق اکبر نے اس کے جواب میں فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے بھیجا تھا کہ اُن کے نقصان کی تلافی ہو جائے۔ ایسی حالت میں میں اُن سے خود نہ لوں گا ہاں وہ خود داخل کریں تو مضائقہ نہیں۔

حضرت عمر رضؓ نے جب یہ دیکھا کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے اس بات کو قبول نہیں کیا تو خود حضرت معاذ کے پاس پہنچے اور یہ درخواست کی کہ تم اُس مال کو داخل بیت المال کردو حضرت معاذ نے وہی جواب دیا کہ میں یمن بھیجا ہی اسلئے گیا تھا کہ وہاں رہ کر تلافی نقصان کروں اب میں ہرگز کچھ بھی نہ دونگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سُنکر خاموش ہوگئے لیکن کچھ عرصہ کے بعد حضرت معاذ آپ سے ملے اور فرمایا کہ بھائی میں آپ کے ارشاد کی تعمیل کرونگا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں پانی کے گرداب میں غوطے کھا رہا ہوں۔ ڈوبنے کے قریب ہوں۔ تم نے مجھکو نجات دلائی ہے۔ اسکے بعد حضرت معاذ نے صدیق اکبر کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا اور جو کچھ کما کر لائے تھے سامنے رکھکر بحلف عرض کیا کہ میں نے کسی چیز کو مخفی نہیں رکھا۔ صدیق اکبر نے حلف کیساتھ فرمایا کہ میں اسمیں سے کچھ نہ لونگا۔ میں اپنی طرف سے تمکو ہبہ کرتا ہوں حضرت عمر رضؓ موجود تھے۔ فرمایا کہ اب اسکے رکھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

معاذ [illegible]

ایسے جلیل القدر صحابی سے [illegible]

کرنے یا رعایا کو ستا کر اپنا خزانہ پر کرتے۔ بلطور [illegible]

کر کے نفع حاصل کیا تو باذن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ [illegible]

وہاں اس نقصان کا جبر ہو جائے جو تمام جائداد و اموال کی [illegible]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اوّل صدیق اکبر سے اور پھر خود حضرت معاذ [illegible]

کیلئے اصرار کرنا اس بنا پر تو ہو نہیں سکتا کہ اُنکی طرف کسی قسم کی سوءِ ظنی تھی [illegible]

اور مال مکسوب کو حرام و مشتبہ سمجھتے تھے۔ بلکہ بات تو یہی تھی کہ حضرت معاذ [illegible]

عن الدنیا کیلئے آپ اُسکو پسند نہ فرماتے تھے کہ دنیا یا متاعِ دنیا کی طرف کچھ [illegible]

دل میں ثروت و دولت کی کچھ بھی قدر و منزلت ہو۔ ولایت و قضا کے معاوضہ [illegible]

اسلامی و دینی خدمت تھی سوا رکفاف یا قدر گذران اوقات کچھ بھی لیں۔ غرض [illegible]

سے پاک رکھنا اور اُس تلوث سے دور رکھنا تھا جو ممکن ہے کہ ولایت صوبہ کی [illegible]

تحصیل مال میں ہو گیا ہو۔ یہی وجہ تھی کہ جبتک حضرت معاذ رض کی طبیعت [illegible]

اُس مال کی طرف رہا۔ آپ کی طرف سے اُس کی واپسی پر اصرار رہا۔ اور جب [illegible]

ہو کر خود واپس کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ دل سے اُس خیال کو دور کر کے حضرت [illegible]

میں سب کچھ حاضر کر دیا اور آپ نے اُسکے قبول سے انکار فرمایا۔ تب حضرت [illegible]

اب اُسکے رکھنے میں کچھ حرج نہیں۔ کیوں اسلئے کہ جو مقصود تھا وہ حاصل [illegible]

پہلے اُسکو رکھنا حرام و ناجائز تھا اب حلال ہو گیا۔

خیال فرمائیے کہ حضرت عمر رض کے اس اصرار کا کیا منشا تھا بجز [illegible]

اُسکی ہمدردی و نصح دینی کا اقتضا یہ تھا کہ جو حضرات شرفِ [illegible]

والسلام سے مشرف ہو چکے۔ آپ کی برکات [illegible]

[illegible] الاال ہو چکے اُن کو متاع دنیا سے کسی قسم کا رابطہ و تعلق نہ رہے۔ دنیا کو محض بلاغ یعنی ایام حیوٰۃ پورا کرکے دار آخرت تک پہنچانے کا ذریعہ سمجھیں۔

دوسری مثال درکار ہے تو دیکھئے کہ حضرت عمرؓ بجز اُن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بضرورۃ سرانجامی معرکہ ہائے رزم و بغرض اشاعت اسلام و توسیع ممالک اسلامیہ شام و عراق وغیرہ کے بھیجے گئے تھے۔ باقی جلیل القدر صحابہ کو بلا کسی خاص ضرورت کے حدود مدینہ منورہ سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ دنیا کے سرسبز و شاداب ممالک وہاں کے سامان عیش و طرب آسایش و راحت تلذذ و تنعم کو دیکھنے اُن سے حد جواز میں استمتاع و انتفاع کو پسند نہ فرماتے تھے اور فرماتے تھے میں چاہتا ہوں

لا یرون الدنیا ولا تراھم۔	نہ یہ دنیا کو دیکھیں اور نہ دنیا ان کو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ تشدد جس کو غالباً آیک سطحی نظر والا جابرانہ حکم سے تعبیر کر سکتا ہے۔ بظاہر قواعد شرعیہ اور اُصول ممہدہ اسلامیہ میں داخل نہ تھا۔

نہ سیاحت کے لئے سفر کی ممانعت ہے نہ تجارت اور طلب رزق کیلئے مگر اسکا مبنیٰ بھی وہی تزکیہ و تطہیر و قطع تعلقات دنیا و متاع دنیا تھا۔ آپ کو اسکی فکر لگی ہوئی تھی کہ جن کامل و مکمل افراد کا ببرکت صحبت حضرت سرور انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام تزکیہ تام ہو چکا دنیا کی اُنکے قلب میں پشہ کی برابر قدر و قیمت نہیں رہی۔ وہ اسی طرح اُس عالم کو تشریف لیجائیں اور کسی نہج و کسی عنوان سے ظاہری طور پر اُنکو دنیا کی سرسبزی و شادابی اپنی طرف مائل نہ کر سکے۔

یہ اور اس قسم کے احکام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اصل مقصود ہے اور یہ اُنکے خاص فرائض منصبی میں داخل ہے۔ انبیاء علیہم السلام جہاں ایک طرف اوامر و نواہی شرع کی تعلیم فرماتے تھے دوسری جانب دنیا و مافیہا کی نفرت ذہن نشین کرکے قلوب کا تزکیہ و تصفیہ فرماتے تھے۔

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔	وہ ہے جس نے اٹھایا بیچ ان پڑھوں کے پیغمبر انہیں میں سے پڑھتا ہے اوپر ان کے نشانیاں اُس کی اور پاک کرتا ہے اُن کو اور سکھاتا ہے اُنکو کتاب و حکمت۔

خلفاء راشدین کو بھی انبیاء علیہم السلام کے دونوں قسم کے احکام و اختیارات سے حصہ ملا ہے اور اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ وہ اختیارات سلطنت کیساتھ آثار نبوت بھی اپنے اندر لئے ہوتے ہیں۔

[illegible] تمام [illegible] یات سے جو دربارہ حضرت خالد اُن سے آخر تک ظاہر ہوئی۔ دونوں [illegible] کے امور ظاہر ہوتے بعض معاملات تو بر بنار قواعد و اصولِ سلطنت تھے اور منشار مواخذہ یا اجرام [illegible] تمام پہ اصول تھے۔ اور بعض معاملات کا مقتضا وہی امور تھے جو منصب نبوة سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن میں عام اعتقاد کا تحفظ حضرت خالد کو دنیا اور اُس کے لذائذ و حظوظ سے بے لوث رکھکر تزکیہ خاطر کرنا وغیرہ وغیرہ لیکن چونکہ ان تمام حالات کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے اور ہم ہر موقعہ پر اشارہ بھی کرتے آئے ہیں۔ اسلئے یہاں اُنکے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھی۔ ہر صاحب فہم سلیم منطبق کرسکتا ہے۔ ہم نے اصل اور لم بیان کردی۔ سلطنت و خلافت کے فرق کو بتلا دیا ہے۔ اسکو سمجھ لینا چاہیئے اور پھر اس کو دیکھ کر کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دونوں قسم کے معاملات کس قوت و صلابت کیساتھ صادر ہوئے ہیں۔ ہر ایک بات کی تہ کو پہنچ جانا چاہیئے۔ واللہ الهادی الی صراط المستقیم

فائدہ ثالثہ۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ انما بعثت معلما۔ (میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں) یعنی میرا اصلی اور حقیقی کام یہ ہے کہ جہل کی عام تاریکی کا پردہ عقول و بصائر سے اُٹھا کر علم کے انوار و برکات سے عالم کو منور کردوں۔ ادھر دوسرا ارشاد ہے۔

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق	میں مکارم اخلاق۔ ملکات فاضلہ و اوصاف حسنہ کی تکمیل و تتمیم کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

یعنی مکارم اخلاق و ملکات فاضلہ کی تعلیم و تلقین کا سلسلہ گو ابتدار آفرینش سے جاری ہے ہر نبی نے اپنی شریعت میں اس کی تعلیم دی ہے۔ ہر ایک امتہ کے افراد صالحہ نے اخلاق و ملکات فاضلہ کے ذریعہ سے مدارج روحانی و جسمانی میں ترقی حاصل کی۔ انبیا علیہم السلام کے بیان فرمودہ اُصول و قواعد کو دیکھ کر اور سمجھ کر عقلاء ہر زمانہ خواہ کسی دین و نبی کے پیرو ہوں یا نہ ہوں۔ اخلاق حسنہ و ملکاتِ فاضلہ کی تعلیم کو انسانی تمدن و تہذیب کا جزو لاینفک سمجھتے چلے آئے ہیں۔ مگر شریعت محمدیہ چونکہ تمام شرائع سابقہ کی مکمل شرع ہے اُن کے اندر جو افراط و تفریط تھی اسکو زائل کرکے جادہ اعتدال قائم کرنیوالی ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے آیہ شریفہ۔

یضع عنہم اصرھم والاغلال التی کانت علیہم۔	دفع کرتے ہیں اُن سے اُن کا بوجھ اور شدائد جو ان پر پہلے سے تھے۔

[illegible] ہیں اس قوم کے بعض افراد کو بھی اسی طرح کھٹکتے ہیں مگر یہ شخص [illegible] اعمال اور افعال کی منشا یعنی اس خلق و ملکہ کو سخت نفرت و حقارت سے دیکھنے کے اپنی قوم [illegible] خود تراشیدہ تہذیب و تمدن کو سنبھالنے کیلئے ان اخلاق کیساتھ مجبوراً متصف ہوتا اور وہ افعال اس سے سرزد ہوجاتے ہیں مثلاً ملک عرب میں بہت سے ایسے اخلاق ذمیمہ رواج پکڑ گئے تھے جنکو برا سمجھنے والے ان میں موجود تھے۔ مگر جمہور اور قوم کی قوم انہیں اخلاق و ملکات کی تابع تھی۔ علیٰ ہذا دوسری متمدن اقوام کا حال دیکھ لیجئے۔ ہماری اس عرض کا حاصل یہ ہوا کہ تعلیم اخلاق عالم کیلئے ایک لازمی امر ہے جو قومیں شرع الٰہی کی متبع ہیں اُنکے اندر وہی اخلاقی تعلیم ہے جو بواسطہ نبی ان تک پہنچی ہے اور جو غیر کسی مذہب و ملت حقہ کے تابع و منقاد نہیں رہی اُنکے اندر بھی اخلاق کی اُصولی تعلیم تو بواسطہ شرائع انبیاء علیہم السلام پہنچی ہے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو باعتبار اپنی روایات قدیمہ کے کسی نبی یا کسی شریعت کی متبع نہ ہوئی ہو۔ جہل و تمرد۔ سرکشی و نافرمانی نے رفتہ رفتہ اپنا اثر جما کر انکو دائرہ اتباع انبیاء و شرائع سے نکال کر مستقل بنا دیا۔ اور ان اقوام نے انہی اصول تعلیم اخلاق کو ترمیم کرتے کرتے اس حد تک پہنچا دیا کہ بظاہر سوا چند امور کے تعلیم انبیاء اور اخلاق و رسوم مروجہ اقوام میں کچھ مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔

دیکھئے تو سہی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے جانشین حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام نے حرم محترم میں بیٹھکر مکارم کی تعلیم دی۔ وہ کونسا خلق حسن تھا جسکی آپ نے تعلیم دی تھی۔ اور پھر زمانہ دراز تک انہی اخلاق انہی اقوال و افعال انہیں اعمال و معاملات پر عملدر آمد بھی ہوتا رہا مگر آخر میں جو عرب کی حالت تھی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ تعلیم خلیل الٰہی کا کچھ بھی اثر باقی تھا۔ جب اخلاق تمدن عالم کیلئے ایسا جزو لاینفک ہیں اور کسی قوم میں خواہ کسی شریعت کے پابند ہوں یا اپنی عقل و رسوم مقررہ کے۔ اخلاق و ملکات فاضلہ علی وجہ الکمال موجود نہ تھے۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ کسی ملت میں تعلیم اخلاق مکمل طور پر نہیں ہوئی اور جسقدر تھی اس ملت کے افراد نے خود انکو بگاڑ ڈالا تھا اور ردو بدل کر کے اصلی تعلیم کا ایسا ملیامیٹ کر دیا تھا کہ حقیقت و غیر حقیقت کا پتہ لگنا دشوار تھا۔ اور زیادہ تر اس وجہ سے کہ عالم کی اکثر اقوام نے جہاں احکام الٰہی کا اتباع ترک کیا۔ وہیں اپنی اخلاقی حالت کو اپنی عقول و اوہام۔ رسوم و عادات کا تابع کر لیا اور یہ ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ منشا جملہ افعال و اقوال کا اخلاق و ملکات ہیں۔ جیسا خلق

[رض]وان اللہ علیہم اجمعین تھے اُستاد کامل و بے نظیر تھے تو مگر شاگرد بھی بے مثل تھے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے [شر]یعت اسلامیہ کی حدود فرائض اخلاق حسنہ کے استعمال خصائل ذمیمہ سے اجتناب۔ علوم اذواق و [م]واجید اسرار معرفت ذات وصفات توحید و تنزیہ اس درجہ پائی تھی کہ اولین و آخرین میں انکا کوئی [م]ثل نہیں ہوا صحابہ مکمل دین تھے باطن انکا نور معرفت و توحید سے لبریز تھا۔ انکے تمام اخلاق [و م]لکات مرضیات آلہی کے تابع تھے۔ انکے تمام قویٰ و حرکات شریعت کے پابند حدود شریعت کو اس طرح سمجھے ہوئے تھے۔ ایک انچ اُن سے ادھر اُدھر ہٹنا ناممکن تھا۔

واقعہ امارت و عزل خالد رضی اللہ عنہ سے صحابہ کے حالات پر ایک بسیط روشنی پڑتی ہے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس واقعہ کے جزئیات پر غور کر کے صحابہ کے کمال کا اذعان کرے۔ اس واقعہ کے اندر اس قدر امور قابل بیان ہیں جن کے احاطہ سے میں قاصر ہوں۔ مگر تتمیم فائدہ کی غرض سے چند باتیں عرض کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔

(۱) تمام دنیا میں جس طرح لائق و باتدبیر افسران افواج کی ضرورت ہوتی ہے مسلمانوں کو بھی خصوصً اس حالت میں جبکہ جزیرہ نما عرب کی تنگنا سے نکلکر ساری دنیا کا مقابلہ کرنا تھا کوئی بڑی ترتیب یافتہ فوج اُنکے ساتھ نہ تھی صحابہ میں مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین اگرچہ بدیں معنی آزمودہ و پختہ کار تھے کہ صحبت کیمیا اثر نے ادھر شب و روز کی حاضری و خدمتگذاری معرکہائے رزم کے نشیب و فراز نے اُنکے تمام ملکات وقویٰ کو روشن و منور بنا دیا تھا۔ ان میں کا ہر ایک فرد اُمتِ واحدہ کا حکم رکھتا تھا مگر ایسے قدیم الایام مہاجرین و انصار کی تعداد زیادہ نہ تھی صحابہ میں بھی زیادہ تعداد ایسے حضرات کی تھی جنکو سوا شرف زیارت جمال مبارک یا چند ایام یا چند ساعت یا ایک ہی بار حاضری دربار سے زیادہ نوبت خدمتگذاری نہ آئی تھی۔ کیونکہ قبائل کے قبائل فتح مکہ کے بعد از حجۃ الوداع کے درمیان مسلمان ہوئے۔ اگرچہ اکثر قبائل کے وفد حاضر دربار ہوئے ہوتے مگر وفود میں چند افراد حاضر ہوتے تھے نہ کہ سارا قبیلہ اور حجۃ الوداع میں گو بکثرت قبائل عرب شریک حج ہوئے اور یہی موقع عام طور پر قبائل عرب کو اقتباس انوار و دیدار جمال مبارک کا نصیب ہوا۔ مگر [تا]ہم تو اس میں بھی سارا عرب شریک نہ تھا۔ حجۃ الوداع میں کل تعداد ایک لاکھ سے زیادہ بیان [کی] جاتی ہے۔ حالانکہ مسلمان قبائل عرب کی تعداد اس وقت بہت زیادہ تھی۔ مسلمانوں میں ایک

[illegible] رضی اللہ عنہم کے باقی کل وہ حضرات جنکو صحابہ کے اندر علم و زہد تقویٰ وغیرہ
[illegible] امتیاز تھا تعلیم امت اور ضروریات خلافت کے لئے مدینہ منورہ ہی میں مقیم ہوئے۔
حضرت خالد رضی اللہ عنہ میں تمام وہ اوصاف موجود تھے جو ایک اوّل درجہ کے جرنیل میں
ہونے چاہئیں مسلمانوں بالخصوص طبقہ اوّل صحابہ میں ایک سے ایک جری ایک سے ایک
بڑھکر مدبر وذی رائے موجود تھے مگر کوئی تو خصوصیت تھی کہ سیف من سیوف اللہ کا خطاب
حضرت خالد کو عطا ہوا۔
حضرت خالد کے اندر جس وصف کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک قائد جیش میں
اس سے بڑھکر اوصاف نہیں ہوسکتے۔ اُنکی شجاعت وبسالت۔ دانائی و فرزانگی۔ جرأۃ و چستی
حزم وتیقظ۔ غرض جس وصف کو دیکھئے یوں کہنے کو دل چاہتا ہے کہ اُس سے بڑھکر ہونا مشکل ہے
پھر ان اوصاف کیساتھ اعداء پر اُنکا یہ رعب کہ نام سُنتے ہی ہوش و ہواس خطا ہو جائیں۔
تدبیر بھول جائیں۔ دوستوں کو یہ اعتماد کہ جدھر لیجائیں بلا پوچھے ساتھ ہولیں۔ یہ وہ باتیں
تھیں کہ کسی اقبال مند قوم کو بھی آجتک نصیب ہوئی تھیں اور یہی وہ اوصاف تھے کہ آج
تیرہ سو سال گذرنے پر حضرت خالد کا سکہ مخالف و موافق کے قلوب میں اُسی طرح بیٹھا ہوا ہے جیسا جب تھا
ادھر تو یہ حالات تھے جنکا اقتضاء یہ تھا کہ ایسے بے مثل جرنیل کی خدمات سے عساکر اسلامیہ کو محروم
کردینا مہلک غلطی اور خودکشی سے کم نہ تھا لیکن اُدھر شان فاروقی دیکھئے کہ بوجہ بعض ان لغزشوں
بے احتیاطیوں کے جو حضرت سے بمقابلہ مرتدین عرب صادر ہو چکی تھیں عظیم الشان معرکہ یرموک میں
جہاں کہ مسلمانوں کی مٹھی بھر فوج کو بیشمار ترتیب یافتہ افواج سے مقابلہ تھا۔
صف کارزار مرتب تھیں۔ حضرت خالد کے سر پر قیادۃ عامہ کا پھریرا لہلہا رہا تھا۔ ایک دم
معزولی کا حکم بھیجا اس اوّل معزولی میں ان معمولی گرفتوں کیساتھ وہ خیالات حفظ و اعتقادات بھی تھے
[illegible] دوبارہ کلی عزل اور واپس طلب کرلینے کے سبب بنے مگر جیسا کہ تواریخ کے مطالعہ سے فہوم
[illegible] ہے۔ عزل کو ظاہراً انہیں گرفتوں پر مرتب رکھا گیا۔
اگر ذرا خیال وغور سے دیکھئے تو اس وقت فاروق اعظم کو سخت اشکال تھا حدود شریعت کی حفاظت
ایک طرف داعی تھی کہ ایک ایسے ذمہ دار افسر کی ادنیٰ فروگذاشت پر چشم پوشی نہ کی جائے۔ اور

...کے رائج ہوجاتا تو اندیشہ بالکل نہ تھا کہ مسلمانوں کا کوئی ایک فرد بھی حضرت خالد کی کسی تدبیر یا فراست کو نتیجہ حرب میں موثر سمجھنے لگے اور خدائے بے نیاز کی طرف سے توجہ اور انابت سے ذہول ہوجاتے مگر اسمیں شک نہیں کہ جو اعتماد حضرت خالد کے تدابیر جنگ جرأت و بسالت کے اوپر تھا اسکا فوری نقصان ایک تو یہ تھا کہ بہت سے افراد انپر اور انکی تدابیر پر ایسے مطمئن ہو چلے تھے کہ خود اپنی طرف سے اقدام کرنیکی گویا ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ اور یہ امر جیسا کچھ مضر ہے ظاہر ہے خصوصاً ایسی قوم کیلئے جو دنیا کو ہدایت کرنے نکلے ہیں اور اس کو حضرت خالد جیسے ہزارہا افراد کی ضرورت ہے۔

پھر صحابہ جیسے جلیل القدر افراد اور قرن اول کے مسلمانوں میں غیر اللہ پر اعتماد و بھروسہ گو وہ کسی درجہ کا ہو یا سوائے خداوند عالم اور کسی کے فعل کو دخیل و موثر سمجھنے کا شائبہ گو ظاہری صورت کے اعتبار سے ہی ہو انکے رسوخ علم۔ ذوق معرفت۔ فناء ذات۔ توکل و تقدیر ایمانی ذوقی و وجدانی کے سراسر خلاف تھا سب سے بڑھکر یہ کہ مفاسد اعتقاد۔ اعمال و افعال کی بنیاد ہمیشہ ابتداً یونہی پڑی ہے واقف کار اور راسخین فی العلم میں تو کبھی اعتقاد فاسد کی بنیاد جم ہی نہیں سکتی ہاں اسوقت اگر کسی ادنیٰ درجہ کے جائز یا مباح پر مسامحہ کیا گیا تو قرن مابعد میں انہیں مباحات نے شرک و بدعات کی صورت اختیار کرلی ہے۔ بت پرستی کی بنیاد یہیں سے چلی ہے کہ انبیاء و صالحین کی تصاویر کو انکی یاد تازہ کرنے انکی صورت سے انکی طاعات و عبادات کی طرف راغب و متحرک ہوجانے اپنے مکانوں کو انکی پاک صورتوں دل لبھانے والی وضع قطع سے برکات و فیوض حاصل کرنیکے لئے رکھا جانا شروع ہوا اس طبقہ میں ان بزرگوں کی عظمت تھی تو انکے بندہ کامل و عابد و ذلیل بدرگاہ رب العلمین ہونیکی حیثیت سے لیکن دو چار طبقہ گذر جانے پر وہ اصلی وجہ تو گم ہوگئی۔ وہی عباد صالحین اب بصورت رب و معبود پرستش کئے جانے لگے۔

بعینہ اسی طرح حضرت خالد پر یہ اعتماد و بھروسہ جو عساکر اسلامیہ میں پھیل گیا تھا اسوقت تو گو اسی درجہ کا تھا جیسے کہ تدابیر پر اعتماد کی شرع نے اجازت دی ہے مگر تدابیر پر یہ افراط کی حد تک احتمال اول تو اعمال و افعال میں ترک توکل کی طرف داعی ہوتا ہے بڑے بڑے صلحاء صبح سے شام تک تدابیر میں منہمک رہتے ہیں۔ ترک تدبیر کیوقت پریشان خاطر ہوجاتے ہیں۔ انکو بہت کم خیال ہوتا ہے کہ تدبیر و عدم تدبیر دونوں حالتوں میں فاعل حقیقی حق تعالیٰ ہے۔ اور پھر شدہ شدہ نوبت یہانتک پہنچ جاتی ہے کہ توکل کو محض ڈھکوسلہ سمجھنے لگتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ جہالت کسل و کاہلی جب غالب ہوتی ہے تو توکل کو آڑ بنالیا جاتا ہے،

[illegible] بطور انعام دیا ہے۔ اُنہوں نے آج ایک شاعر کو اپنی ملک سے ہزار دیدیئے تو دوسرے اُمراء
وسلاطین بیت المال سے لاکھوں کروڑوں دینگے اور اس فعل کو حجت گردانیں گے۔

علٰے ہذا اُبٹنے کا قصہ گو حضرت خالد کے نزدیک اس وجہ سے کہ شراب باقی نہ رہی تھی اُسکا
استعمال جائز تھا مگر اس سے عوام کے خیالات کی تصحیح نہیں ہوسکتی شہرت یہی ہوتی کہ ایسا اُبٹنا استعمال
کیا جسمیں شراب تھی اور ظاہر ہے کہ آپ کا یہ فعل دوسروں کیلئے حجت ہوتا اور آگے چلکر بلا توریہ وبلا تاویل
ایسے ابٹنے استعمال ہونے لگتے جنمیں ظاہراً شراب اپنی اصلی حالت میں مخلوط ہوتی۔

یہ بھی حضرت عمر کی شان کہ مسئلہ توکل وتقدیر کو جو ایک اعتقادی مسئلہ اور دین کا اصل اصول
ہونیکے ساتھ کشفی وذاتی تھا سنبھالنے اور امت کو فساد عظیم سے بچانے کیلئے حضرت خالد کے عزل
میں پس وپیش نہ کیا اور کچھ پرواہ نہ کی کہ عساکر اسلامیہ کو انکی علٰحدگی سے کس قسم کا نقصان یا گزند پہنچے،
(بیشک پہنچتا اگر منشا اس انتظام کا شائبہ نفسانی ہوتا) ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا اور یہ تھا صحابہ
کا توکل تام۔ یہ بھی حضرت عمر کی صلابت دینی کہ ایک امر قابل تاویل میں بھی اس مسالمت و
رواداری کو جائز نہ رکھا جس کیوجہ سے خیالات میں تغیر اعمال وافعال میں نقصان پہنچے۔ امت کسی
گمراہی میں مبتلا ہو۔

(۲) حضرت خالد کی اوّل معزولی میدان یرموک کے صف کارزار میں ہوئی جس وقت اُنکی زیر کمان ۳۵
ہزار جرار لشکر کی کمان تھی اور جلیل القدر صحابہ بطور امراء ڈویژن اُنکے حکم اور ارشاد کے تابع تھے۔ اس
لشکر جرار میں کس درجہ کے لوگ تھے اُسکے اندازہ کیلئے یہی کافی ہے کہ بکثرت صحابہ اُس میں موجود تھے یا وہ
لوگ جو حضرات صحابہ کے فیوض وبرکات سے مستفیض رہتے تھے اُنکے قلوب صاف۔ ذہن سلیم اور علم راسخ
تھے۔ ہر حکم کے منشاء ومبنیٰ کو سمجھتے تھے وہ اسکو بھی جانتے تھے کہ اسلام نے اُنکے حقوق کو کسقدر قوی کردیا ہے
اُن میں کا ادنیٰ سے ادنیٰ عہد کرسکتا تھا جسکی ذمہ داری سب پر عائد ہوتی تھی۔ باایں ہمہ علوشان شریعت میں
بال بال جکڑا ہوا تھا اُنکو خوب معلوم تھا کہ اللہ اور اُسکے رسول کے بعد اطاعت اولی الامر وخلفاء بھی فرض
ہے وہ یہ بھی جانتے تھے کہ فتنہ واختلاف قومی شیرازہ کو پراگندہ کردیتے اور دین کی جڑ کو کھوکھلا بنا دیتے ہیں

یہی وجہ تھی کہ باوجود حضرت خالد کی عظمت واقتدار کا قلوب میں سکہ بیٹھ جانے کے اور باوجودیکہ
ان میں کا ہر شخص فدا ہونے جان دینے کو تیار تھا۔ مگر جب خلیفۂ وقت کا ایک سفیر نامہ بر یا چپراسی حکمنامہ

[illegible] الامین [illegible] بھی [illegible] واقعی ترمیم کیا تھی کہ عین معرکہ کیوقت اسکا اظہار نہ کیا اور اتنا اختیار
[illegible] مصلحت مسلمین انکو تھا۔ مگر آخر اعلان عام اس طرح کردیا کہ حضرت خالدرض کی عظمت و وقار
میں سرمو فرق نہ آنے دیا۔ وہ پہلے اگر قائدعام تھے تو اب قائدعام کے مشیر بلکہ مدار کل ہوکر رہنے لگے
حضرت امین الامۃ بغیر انکی صلاح و مشورہ کے کچھ نہ کرتے تھے۔ اکثر موقعوں پر کسی بڑی حصۂ عسکری
[illegible]مان انکے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ اکثر مواقع میں مستقلاً اپنی رائے سے حملہ کرتے یا کسی شہر وقلعہ کو فتح
کرلیتے تھے اپنے لئے ماتحتوں کا خود انتخاب کرلیتے تھے۔ غرض جو امور ایک قائدعام کے ہاتھ میں
ہونے چاہئیں وہ سب کچھ انکے ہاتھ میں تھے۔ اور یہی انکی مستعدی و چستی۔ جانبازی و جان نثاری
تدبیر و فراست تھی کہ ظاہر میں قائدعام کے تابع فرمان اور کام کرنے میں با اختیار رکھی۔ اور اسی حالت
کو دیکھ کر حضرت عمررض نے فرما دیا۔ اَمَّرَ خالد نفسہ | خالد نے خود اپنے آپ کو امیر بنا لیا۔

امین الامۃ وہ شخص تھے کہ اس امت مرحومہ کے اندر فرد اکمل شمار ہوتے تھے۔ انکے بارہ میں
جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حق امین فرمایا ہے۔ ایسے شخص سے یہ تو ممکن نہ تھا کہ اپنے اندر قابلیت
سرانجامی فرائض عامہ قیادۃ جیوش مسلمین نہ پاتے۔ اور پھر اسکو قبول کرلیتے ایسا کرتے تو بجائے امین
ہونیکے سخت خائنوں اور مجرموں میں شمار ہونے کے قابل ہوتے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ پاسداری قرابت
یا رشتہ مودۃ و مصاحبت حضرت خالد کی اتنی مزاجداری کرادیتی کہ خلیفہ وقت کے حکم میں فرق پڑ
جاتا نہیں نہیں۔ آپ میں لیاقت خداداد تجربہ حرب و ضرب فتح بلاد و امصار ہر قسم کے امور موجود تھے
اور اسکے ساتھ فراست ایمانی و رسوخ علم بھی کامل موجود تھے۔ آپ نے خلیفہ کے حکم کے منشا کو خوب
سمجھا کہ امت کو ایک عام ورطہ ضلالت سے بچانا اور شریعت کی حدود کو رخنہ اندازی سے محفوظ رکھنا۔
ادھر آپ حضرت خالد کے ذاتی جوہر ان کے کمال خداداد کو بھی بخوبی جانتے تھے۔ اسلئے آپ نے
بکمال حزم دونوں پہلوؤں کو سنبھالا۔ انکی معزولی کا اعلان فرما دیا اور حضرت خالد کے ذاتی کمالات اور
انکی فراست و تدابیر۔ انکی جرأۃ و بسالت۔ آراء صحیحہ و مشاورۃ مفیدہ سے ویسے ہی۔ بلکہ پہلے سے
زیادہ منتفع ہوتے رہے۔

امین الامۃ کیلئے اسوقت دو حالتوں میں سے ایک حالت سامنے تھی۔ یا تو یہ کہ ایسے مشہور نبرد آزما
مقبول خلائق قائدعام کی جگہ قائم ہونمیں اپنی عدم قابلیت و مسلمانوں میں عدم مقبولیت کی احتمال سے

ہی میں نمایاں ہوا۔ بلکہ ادائے فرائض میں پہلے سے زیادہ چست و چالاک ہوگئے۔ قیادۃ عامہ کی صورت میں اگر ان مساعی جمیلہ میں تحصیل رفعت و نیک نامی کا بھی احتمال لگا رہتا تھا تو اب اسکا وہم بھی نہ رہا اور انکا پاک نفس ان توہمات سے بھی بری ہوگیا اور آپنے وہ کچھ کیا کہ دنیا نے دیکھ لیا

ذرا انصاف سے دیکھو کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مہاجرین اولین میں سے نہیں ہیں عشرۂ مبشرہ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ سے قبول اسلام میں۔ خدمت و جان نثاری میں تحمل مصائب و شدائد میں بہت ہی موخر ہیں۔ غزوۂ خندق تک تو مسلمانوں سے برسر پیکار رہے۔ مگر جب اسلامی تعلیم اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر کیمیا اثر نے اپنا اثر دکھلایا۔ تو انکو بھی ایک دم میں وہی حالات ومقامات طے کرا دیئے گئے جو علی فرق المراتب قدیم الایام صحابہ کو طے ہو چکے تھے انکے اخلاق و ملکات میں شائبہ جاہلیت باقی رہا۔ نہ واہمہ نفسانیت۔ انکا بال بال شریعت کے محکم و استوار اصول سے بندھ گیا۔

(۵) عزل ثانی میں امین الامۃ کیلئے ایک قسم کی زیادہ آزمایش و امتحان کا وقت تھا۔ ادھر تو حضرت خالد رض کی عظمت عام قلوب میں سابق سے زیادہ راسخ و مستحکم ہو چکی تھی۔ انکی تدابیر جنگ۔ فراست ودانائی بسالت و شجاعت کے ساتھ ساتھ انکی پاک نفسی یمن و برکات کا اعتقاد اور بھی بڑھ چکا تھا اور اب ہر ایک فتح و نصرۃ کو انکی تدبیر یا جرأۃ یا انکے وجود کی یمن و برکت کی طرف منسوب سمجھنا ایک کھلی ہوئی بات تھی مسلمان اپنی آنکھ سے دیکھتے تھے کہ قائد عام امین الامۃ باوجود اس رفعت و شان وعلو مرتبت ہر قسم کے تجربہ و تدبیر کی ہر بات میں حضرت خالد پر اعتماد کرتے ہیں۔ گویا حقیقت میں قیادۃ عامہ کی تمام ذمہ داری انہیں کے سپرد ہے ادھر انکے دلمیں یہ اعتقاد۔ اور ادھر امین الامۃ کا یہ معاملہ پھر کیسے ممکن تھا کہ انکا یک لخت معزول کر دینا۔ تمام خدمات سے سبکدوش کرکے میدان کارزار سے واپس بلا لینا۔ انکو نہ کھٹکتا۔ اسوقت امین الامۃ کو یہ خطرہ ہوجاتا کہ انکی معزولی مسلمانوں میں کسی ہیجان کا سبب بجائے خلیفہ ارشد کی طرف کسی قسم کی سوء ظنی نہ پیدا ہو جائے کچھ مستبعد امر نہ تھا۔ دوسری جانب انکو یہ اشکال کہ خلیفہ وقت کی اطاعت تو اسکی مقتضی ہے کہ حرف بحرف تعمیل ارشاد کریں۔ ادھر حضرت خالد کی جلالت شان علو مرتبت اور پھر خود امین الامۃ سے قرابت اور اہل قرابت کیساتھ مراعات اور رعایت حقوق کا حکم اس سے مانع۔ ادھر حکم عزل ایسا سخت کہ حقیقی مجرم کے ساتھ بھی ایسا برتاؤ نہیں کیا جاتا۔ بالخصوص جبکہ باوجود جرم کے ناقابل معافی و درگذر

[illegible] حضرت امین الامۃ نے تمام جوانب کو کس طرح سنبھالا۔ ہر معاملہ میں حدود شریعت کی کتنی محافظت کی ظاہر ہے اور یہ اسلام کی اُسی پاک تعلیم کا اثر تھا جس نے سوا ایک سودائے عشق الٰہی کے سب خیالات کو مٹا دیا تھا۔

خلیفہ راشد کے حکم کی بھی پوری اطاعت کی حضرت خالد کی قرابت کا حق بھی پورا ادا کیا ان کی جلالت شان کو بھی اُس کے درجہ پر قائم رکھا۔

کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ اپنے ہاتھ سے عمامہ سر پر باندھنے اور ان الفاظ کے ادا کرنے میں جن سے حضرت خالد کی تعظیم ثابت ہوتی ہے منشاء حکمنامہ خلافت کی خلاف ورزی تھی کیونکہ منشاء حکمنامہ تو برسر مجمع توہین تھا۔ اور اس کا منشاء تعظیم و تکریم جس سے خیال ہو سکتا ہے کہ تعمیل حکمنامہ بہ جبر و اکراہ تھی۔

ایسا ہرگز نہ تھا حضرت امین الامۃ کو منشاء حکمنامہ معلوم تھا۔ وہ جانتے تھے کہ حضرت عمر کے قلب میں اس بے مثل وجاں باز سپہ سالار کی عظمت مرکوز ہے۔ اُنکی جلالت شان کو جانتے ہیں۔ جو خطاب سیف من سیوف اللہ کا انکو بارگاہ رسالت سے مل چکا ہے وہ بھی انہیں معلوم ہے یہ جو کچھ کیا گیا انتظاماً و سداً الباب الفتنۃ ضماً لنفس خالد کیا گیا ہے اور یہی امین الامۃ کی غایت فراست ایمانی تھی کہ ہر بات کو اس کی حد پر رکھا۔ افراط و تفریط کی جانب ایک انچہ بھی قدم نہیں بڑھایا۔

ایک لطیف اور باریک نکتہ

اس کی بظاہر کوئی معقول وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ امین الامۃ نے قبل تعمیل حکمنامہ خلافت ممبر پر بیٹھکر حضرت خالد سے سوال کیا۔ تو آپ نے محض سکوت کیا۔ کچھ جواب نہ دیا اور جب حضرت بلال عمامہ اُتار کر اور مشکیں باندھکر تعمیل تمام کر چکے اور اسوقت اُن سے اُن سوالات کا اعادہ کیا گیا۔ تو آپ نے جو اصلی اور حقیقی جوابات تھے عنایت فرما دیئے۔ یہ وجہ تو ہو نہیں سکتی کہ اول تو سوالات کو محض معمولی بات سمجھا تھا۔ یہ خیال تھا کہ بات یوں ہی ٹل جائیگی اور جب تعمیل حکمنامہ ہو چکی تب آپ سمجھے کہ بلا جواب دیئے چارہ نہیں کیونکہ حضرت خالد بھی اسی مقدس جماعت کے ایک برگزیدہ فرد تھے۔ شان صلابت عمری اور شدۃ فی امر اللہ کو بخوبی جانتے تھے۔ احکام خلافت کی اطاعت مسلمانوں کے دلوں میں جسقدر مرکوز تھی وہ بھی معلوم تھی حضرت ابو عبیدہ کی امانت و دیانت امتیازی وصداقت سے بخوبی واقف تھے۔ اسلئے یہ گمان ہی نہیں ہو سکتا کہ بات یونہی سکوت سے

[illegible] ضرورت وحاجت ایسے وقت محض اپنی رائے واجتہاد پر عمل کریں [illegible]

[illegible] نہیں ہوسکتا تھا۔ دوسری جانب جن فتنوں کا استیصال اور جن رخنوں کا سدباب کرنا [illegible] تھے وہ ایسے نہ تھے کہ آپ اُنسے اغماض کرتے اور اُمت کو گمراہی وضلالت سے نہ بچاتے مگر سبحان اللہ حضرت عمرؓ نے وہی کیا جو ایک پاک تعلیم گاہ کے رشید ارشد شاگرد کو کرنا چاہیئے تھا۔ آپنے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کے منشا حکم کو صحیح ومناسب وقت سمجھا۔ آپنے یہ بھی سمجھا کہ وقت واسباب کے تغیر سے احکام بدل جاتے ہیں۔ آپنے یہ بھی سمجھا کہ احکام اجتہادیہ میں مجتہد وقت کو اپنی رائے پر عمل کرنا جائز ہے۔ آپ کو حضرت خالد وجملہ عساکر اسلامیہ وافراد مسلمین پر یہ بھی اطمینان تھا کہ اسلامی تعلیم نے اُنکے اندر خود غرضی احکام اسلام سے انحراف خلیفہ وقت سے تعنت وسرکشی کا مادہ ہی نہیں چھوڑا۔ باوجود حریت وجراءۃ اخلاق جو اسلامی تعلیم کا جزو اہم تھا۔ شریعت کے احکام میں سب جکڑے ہوئے ہیں۔ اسلیئے آپ نے بیدھڑک اصلاح اُمت کے پہلو کو مرجح سمجھ کر احکام جاری کردیئے جس کی مو بمو تعمیل ہوئی۔

لیکن اس کیساتھ جو بات سب سے زیادہ ہمارے دعوے پر روشنی ڈالتی ہے یہ ہے کہ خلیفہ وقت نے اپنے حکم کی تائید اور ترویج میں کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالی جس سے حضرت خالد کی تنقیص شان یا توہین وعدم کمال کی طرف ادنیٰ اشارہ بھی ہوتا۔ بلکہ اس عزل کی وجہ سے مسلمانوں میں جو ذرا بھی نقص وتوہین پیدا ہوجانیکا خیال تھا۔ اور ایسے مواقع میں اکثر ایسا ہوا کرتا ہے۔ اس کو آپنے نہایت کشادہ دلی۔ فراخ حوصلگی سے بجرأت ومرات ظاہر فرماکر بذریعہ گشتی عام امرا اجناد ولاۃ امصار کو مطلع فرمادیا کہ خالد کی معزولی کسی سوء ظنی یا تہمت کی وجہ سے نہیں ہوئی۔

حضرت خالد کو خود خطاب کرکے فرمایا۔

واللہ انک الی لحبیب واللہ انک علی کریم۔	خدا کی قسم تم مجھ کو محبوب وپیارے ہو۔ تمہاری عظمت واکرام میرے دل میں ہے۔

آپ کے اس طرز عمل سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے جملہ جوانب کی پوری رعایت کی۔ حدود شریعت کو سنبھالا۔ حضرت خالد کے درجہ کو قائم رکھا۔ مسلمانوں کے عقائد وخیالات کی اصلاح کی امت کو فتنہ وفساد سے بچایا۔ اور اس جملہ کارروائی میں ازا ابتدا تا انتہا کہیں لوث نفسانیت

... ... چاہتا ہوں کہ حریت و مساوات اسکی
... ... وضاحت کردوں۔

...تفصیل و تحقیق مسئلہ حریت و مساوات

مساوات۔ عالم کے تمام اجزا پر نظر ڈالنے سے خواہ وہ افراد ہوں۔ یا اصناف۔ انواع ہوں یا
اجناس صاف واضح ہے کہ انکے نظام کا محور اشتراک و انفراد۔ اجتماع و افتراق۔ تماثل و تمائیز ہی
عالم بجمیع اجزائیہ وجود میں مشترک ہے۔ موجودات میں وصف حیوۃ سے تفریق شروع ہوتی ہے
یہیں سے احکام و معاملات میں بھی تفوق کی بنیاد پڑتی ہے۔

موجودات غیر ذی حیات میں جمادات۔ نباتات۔ اشجار و احجار۔ در و دیوار کوہ و کوہسار سب
شامل ہیں۔ موجودات ذی حیات میں پھر ایک کلی تقسیم ہو گئی۔ ایک جزو وہ ہے جو احکام خداوندی
کا مکلف بنایا گیا جن سے احکام شرع کا تعلق ہے۔ جنکے اقوال و افعال۔ حالات و معاملات قانون
مذہب و شرع میں جکڑ دیئے گئے ہیں اور یہ حصہ ذوی العقول کا ہے۔ دوسرا جزو وہ ہے جو غیر ذوی العقول
کہلاتے ہیں اور مکلف و مخاطب احکام الٰہی نہیں ہیں۔ اس جزو کے اندر گو ہزارہا انواع و اقسام داخل
ہیں جنکا احاطہ دشوار ہے۔ بری بحری طیور سباع و بہائم حشرات الارض وغیرہ۔ مگر کلی طور پر ہم اسکو
بھی دو حصوں پر منقسم کرتے ہیں۔ ایک موذی مثل سباع طیور و بہائم۔ اس میں شیر چیتا۔ سانپ بچھو
وغیرہ داخل ہو گئے۔ دوسرا غیر موذی۔

غیر موذی کی بھی ہم کلی تقسیم کرکے اس کو دو حصوں میں منقسم کرتے ہیں۔ ایک وہ جس کا کام میں لانا
انسان کیلئے جائز حلال مفید قرار دیا گیا۔ دوسرے وہ جن کا کسی طرح سے بھی ہو استعمال ناجائز و
حرام ہے۔ جزو مکلف بالاحکام بھی دو حصوں میں منقسم ہے ایک انسان جو جسم کثیف ارضی ہے۔ دوسرا
جن جو جسم لطیف۔ ناری قادر علی التشکل بالاشکال المختلفہ ہے۔

وصف وجود میں سارا عالم شریک تھا اور یہاں تک حقوق و استحقاق کا تعلق نہ تھا۔ وصف حیاۃ
نے ان میں تفریق پیدا کردی۔ مساوات وجودی کے احکام بدل دیئے۔ حقوق کے تعلق قائم کردیئے تمام
موجودات پر جزو مکلف کا حق تفوق قائم کر دیا۔ عالم کو بجمیع اجزائیہ اس جزو کیلئے کار آمد بنایا گیا۔ خداوند

[illegible] کی اصل ہے اور [illegible] مستقر ہے جن پر جس کے اجسام جاہلا
[illegible] دیا گیا

[illegible] مخلوقات کثیرہ متنوعہ کے جن وانس میں حقوق کا موثق ومحکم تعلق قائم کر دیا گیا جن کے
[illegible] ہیں اور انسان کے جنات پر اور بوجہ ان اوصاف مخصوصہ کے جو انسان میں ہیں اسکو
[illegible] صورتاً سیرتاً حکماً تفوق وامتیاز دیا گیا۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم	ہم نے انسان کو اچھے سے اچھے صورت پر پیدا کیا۔

اس سے تو جسم انسانی کا تمام اجسام سے خواہ لطیفہ ہوں یا کثیفہ احسن ہونیکا ثبوت ملتا ہے
اور اسی سے اسکے اخلاق باطنی کی فوقیت وامتیاز کا نشان بھی ملتا ہے۔ ارشاد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خلق اللّٰہ آدم علی صورتہ	اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت و مثال پر یا اُن کی صورت پر جو نوع انسان کے لئے مناسب تھی پیدا کیا۔

[illegible] سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مظہر تمام صفات کمالیہ خداوند عالم کا ہے۔ مخلوقات کا کوئی دوسرا فرد خواہ لطیف
ہو یا کثیف۔ نوری ہو یا ناری۔ اس درجہ کا مظہر تام نہیں ہے۔ اور اسی حدیث سے بنیۂ انسان کی باعتبار
تقویم واعتدال اجزا صوری احسن واجمل اعلیٰ وبرتر ہونیکی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔

آدم علیہ السلام کو خلعت خلافت خداوندی عطا ہوئے اور ارشاد خداوندی

انی جاعل فی الارض خلیفہ	میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنانیوالا ہوں۔

[illegible] فرمان واجب الاذعان نے اسکی تفوق وبرتری پر مہر لگادی اور اب کسی کو دعوئے ہمسری و استحقاق
[illegible] وتفوق اسپر نہ رہا۔ اور اس طرح اشتراک وانفراد مساوات وامتیاز کا سلسلہ موجودات سے چلکر
[illegible] صنف کو دوسری پر فوقیت دیتا ہوا انسان پر منتہی ہوا اور انسان کے افراد میں پھر یہ سلسلہ اسی
طرح جاری رہا۔ ہماری اصلی غرض مساوات وحریت کے مسئلہ کا تعلق چونکہ افراد انسانی سے ہی
ہے اس لئے ہم اس کی تفصیل شروع کرتے ہیں۔

تمام افراد انسانی خواہ کسی ملک اور کسی رنگت کے ہوں۔ رومی حبشی۔ ترکی تاتاری۔ یورپی
[illegible] افریقی۔ امریکی۔ سب ایک نسل سے ہیں۔ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ اس انشعاب
[illegible] اس مباینت رسوم وعادات پر سب کے سب ایک مبدا پر جاکر ملجاتے ہیں۔ لیکن اس

[illegible] کہ انہیں کہیں جاکر بھی مشارکت نسبی نہیں ہے
[illegible] کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ہر ایک ملک کی آب و ہوا جداگانہ ہے۔ رنگ
[illegible] مزاج قوی جسمانی کے ارتقاء کا انحطاط میں اسکو بڑا دخل ہے اور جس طرح حفاظت
[illegible] نسل انسانی کیلئے ضروری تھی۔ اُسی طرح امتیاز ملک و وطن بھی تمدن کا لازمی جزو
ہے بغیر اس کے نظام تمدن قائم نہیں رہ سکتا۔

تیسرا امتیاز حرفت و صنعت اور پیشہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ دنیا میں بعض پیشہ اعلیٰ وارفع موجب عزت سمجھے جاتے ہیں اور بعض ادنیٰ موجب حقارت و توہین ہوتے ہیں۔ مثلاً تجارت کو عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ گداگری و سوال کو نہایت حقارت سے۔ اسی طرح صناع میں زیور بنانیوالا معزز سمجھا جاتا ہے بہ نسبت جوتے سینے والے کے۔ علیٰ ہذا درزی کا درجہ خاکروب سے بلند ہوتا ہے۔

ہر سہ امتیازات مذکورہ بالا تمدن عالم کے لئے ضروری ہیں۔ اگر یہ تینوں نہ ہوں تو نظام عالم استوار نہیں رہ سکتا۔ امتیاز مدارج و مراتب۔ انصرام حوائج و ضروریات زندگی جلب منافع و دفع مضار کا مدار انہیں پر ہے۔ اور اس قسم کے امتیاز اور بھی ہیں جنکے بیان کرنے میں طول ہے۔

یہ وہ امتیاز ہیں جن سے قومیں نکلتی ہیں قبیلے بنتے ہیں۔ خاندان پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہی امتیاز حدود بنتے ہیں جن کیوجہ سے ایک قوم دوسری قوم سے ایک ملک دوسرے ملک سے ایک خاندان دوسرے خاندان سے ہر ایک صناع و پیشہ ور دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے۔

ان امتیازات سے تو بنی آدم کے اصناف و انواع اجناس پیدا ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسری قسم کا امتیاز اور ہے جسکا اثر افراد تک تو بیشتر اور بسا اوقات اقوام و قبائل تک بھی پہنچ جاتا ہے مثلاً امتیاز علم و جہل۔ علم جوہر نفیس ہے۔ جسکے اندر یہ جوہر ہوا سکے محترم واجب التعظیم قابل اطاعت ہونے میں کسکو شک و شبہ ہو سکتا ہے۔ علم کسی فن کا ہو انسان کے مرتبہ کو بالا و بلند کرتا ہے اسکے مقابلہ میں جہل عزت سے ذلت۔ اوج سے حضیض۔ احترام و اکرام سے اہانت و [illegible] کی طرف دھکیلتا ہے۔ علم و جہل سے حقیقی بھائیوں کے مدارج و مراتب میں امتیاز و

[illegible] ارشاد ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم سے معلوم [illegible] ودعوات الٰہیہ [illegible] ہیں مگر ان سب کا منشا اور اصل ایک ہے۔ انسان کو [illegible] اس لئے پیدا کیا ہے کہ عالم کے ہر جزو سے فائدہ اٹھائے تمام لذائذ ونعم سے متمتع ہو سب پر حکومت [illegible] اور ہماری بندگی کرے ہمارے سامنے گردن جھکائے۔ ہم کو خالق مالک سمجھے۔ اپنے آپ کو مخلوق مملوک سارے عالم کو اس کا ملک بنا کر اس کو ہر قسم کے تصرفات مالکانہ کی اجازت دی گئی اور اس سے صرف اتنا طلب کیا گیا کہ ہم کو اپنا مالک و رب رزاق و معطی معبود جانے۔ تمام اجزائے عالم کا انسان کے لئے مسخر و خادم ہونا تو ظاہر ہے کہ کوئی ذی عقل انکار ہی نہیں کرسکتا۔ رہا یہ امر کہ وہ عبادت و اطاعت کیلئے پیدا کیا گیا ہے اس کا انکار بھی کسی عاقل فہیم سے ممکن نہیں ہے۔ خداوند عالم نے امر اول کو تو ان الفاظ میں ارشاد فرمایا۔

الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض واسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ و باطنۃ۔

کیا نہیں دیکھا تم نے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں و زمینوں میں ہے مسخر کردیا اور اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کو تم پر پورا کیا۔

اور دوسری جگہ یوں ارشاد ہے۔

اللہ الذی خلق السموات والارض و انزل من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ وسخر لکم الانہار وسخر لکم الشمس و القمر دائبین وسخر لکم اللیل والنہار واتاکم من کل ما سألتموہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفارٌ

اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو پیدا کیا۔ اور آسمانوں سے پانی اتارا اور اس سے تمہارے لئے زمینوں سے رزق پیدا کیا اور مسخر کیا تمہارے لئے کشتیوں کو کہ اسکے حکم سے دریا میں چلیں اور مسخر کیا تمہارے لئے نہروں کو اور مسخر کیا تمہارے لئے سورج اور چاند کو ہمیشہ اور مسخر کیا تمہارے لئے دن اور رات کو اور دیا تم کو کچھ ہر چیز سے جو تم نے سوال کیا اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہ کرسکو گے بیشک انسان بڑا ظلم کرنیوالا اور ناشکر گذار ہے۔

اور امر ثانی کو آیۃ ذیل میں۔

... معاملات ... اشتراک وجودی تھا حقوق و
... موجودات عالم میں ایک کو دوسرے پر حق تقدم و تفوق باعتبار تقدم خلقت
... یا صغر و کبر اجسام یا قلت و کثرت نفع کے ہو ۔ مثلاً اربع عناصر کو موجودات عالم کی
... میں ایسا دخل ہے جسکی وجہ سے انکو اصل موجودات کہا جاتا ہے ۔ پہاڑ پیدا ہوتے ہیں تو انہیں
... کی ترکیب سے امداد ہے ۔ اشجار و اثمار بھی انہیں سے ۔ حیوانات و بہائم بھی انہیں سے یا مثلاً شمس
... کواکب سیارہ و ثوابت ۔ علی ہذا افلاک و سموات بھی موجودات میں ہیں ۔ مگر ان کا نفع موجودات عالم کو
... پہنچتا ہے ۔ موسموں کا تغیر و تبدل جنکو اعتدال مزاج عالم میں بڑا دخل ہے ۔ انہیں کے متعلق ہے
... و قمر کی نورانیت اور تنویر نے انکے درجہ کو بڑھا دیا ہے ۔ مگر جبتک نفط وجود کا اشتراک ہے حقوق
... معاملات کا تعلق نہیں ہے اور جب وصف حیوۃ نے امتیاز کر دیا موجودات میں حد فاصل لگا دی حقوق
استحقاقات و معاملات کا علاقہ قائم ہو گیا ۔ اور پھر درجہ بدرجہ جو جو امتیاز و تفریق ہوتی گئی حقوق کا تعلق
... گیا جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں ۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سنئے کہ اشتراک امتیاز سے احکام جدا گانہ
... جس حد تک اشتراک ہے اسمیں حکم مساوات ہے ۔ اور جس وصف سے امتیاز شروع ہوتا ہے حکم مساوات
... ہے ۔ احکام میں تفوق ہو جاتی ہے ۔ ہر ایک وصف کے امتیاز نے اس کے لیے جدا گانہ حکم ثابت کیا ہے
مساوات کے تین درجے ہیں ۔ ایک مساوات ذات میں ۔ ایک مساوات صفات و حالات میں
... مساوات حقوق و معاملات میں ۔ ہماری غرض اسوقت مساوات حقوق و معاملات کو بیان کرنے کی
... مساوات ذات و صفات سے نہیں ہے ۔ ذات و صفات میں مساوات کا ہونا مشکل ہے ۔ بلکہ یہ
... جانئے کہ ہر موجود کی صورت شکل ۔ قد و قامت ۔ حیز و مکان وغیرہ اوصاف مختلف نے ناممکن کر دیا ہے تو
... اور ہو بھی تو ہم کو اس سے بحث نہیں ہے ۔
اس سب تمہید کے بعد عرض ہے کہ انسان مخلوقات میں کامل و اکمل ہے حقوق و معاملات کا
... اسکی ذات سے ہے عالم کے تمام انواع و اقسام میں کسی سے نہیں ہے ۔ اسکے افراد میں خود باہمی
... استحقاقات کا سلسلہ اس طرح قائم ہے کہ یہ نہو تو نظام تمدن باطل ہو جائے ۔ بلکہ نسل انسانی
... جائے اور باوجود ان تمام اشتراکات کے جو افراد انسان میں پائے جاتے ہیں انکے اندر امتیاز و
... ہے ۔ اشتراکات اگر مساوات کو تقاضا کرتے ہیں تو امتیازات تفوق و تفاضل کو ہم کو دیکھنا

[illegible] اس لحاظ رکھا جاتا ہے کہ کسی کے انسانی حقوق پامال
[illegible] ہے کہ اس درجہ کی مساوات کہ عالم کے تمام افراد خواہ کسی طبقہ کے ہوں
ایک ہی درجہ پر رکھے جائیں کبھی محمود پسندیدہ نہیں ہوسکتی۔ کیا یہ امر پسندیدہ ہوسکتا ہے کہ سلطان
اور ایک ادنیٰ خاکروب معاملات نشست و برخاست۔ کھانے پہننے احترام واکرام میں برابر
کردیئے جائیں اور ایسا ہو تو کیا کوئی عاقل اسکو پسند کریگا۔ اور کیا ایسا ہونیکے بعد عالم کا نظام باقی رہ
سکتا ہے۔ اسمیں سکون وامن قائم اور اسکے افراد میں تعاون وتناصر کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔
اور کیا دنیا کا کوئی عقلمند شخص اسکو اپنی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے کہ کسی فن کے عالم اُستاد کا رتبہ
باعتبار حرمت وعظمت ایک بددین جاہل کی برابر کردیا جائے۔ شاگرد اُستاد میں فرق مراتب اُٹھا دیا جائے
اسی طرح ہر درجہ ومرتبہ کے امتیاز کا حکم جداگانہ ہے جسکا لحاظ عقل وعرف وقوانین فطرۃ وقوانین
عقلا کے اعتبار سے ضروری ہے۔ ہاں مگر اسی طرح پر کہ حقوق انسانیت کی مساوات میں اس سے فرق نہ آوے
اگر کسی زمانہ میں یا کسی ملک وقوم میں حقوق انسانیت کے اندر ایک نوع کو دوسرے نوع پر
یا ایک طبقہ کو دوسرے طبقہ پر فوقیت دی گئی۔ تو اس کو ہمیشہ ظلم سمجھا گیا ہے اور وہ قومیں آجتک وحشی
جاہل غیر مہذب کہلاتی ہیں۔
اسی طرح اگر کسی ملک یا قوم میں مساوات کو اسدرجہ بڑھا دیا جائے کہ حقوق انسانی کے علاوہ
باقی معاملات ومدارج میں بھی سب کو مساوی قرار دیدیا جائے۔ اچھے بُرے۔ عالم۔ جاہل شریف
وضیع ایک ہی ترازو میں وزن کردیئے جائیں تو اس مساوات کی مضرت اس امتیاز وتفوق ناجائز
سے بدرجہا زیادہ ہے۔ امتیاز وتفوق کی صورت میں ایک طبقہ کی قوت اسکا اقتدار اس درجہ کا ضرور
رہیگا کہ وہ امن وسکون قائم رکھ سکے لیکن اس درجہ کے مساوات میں جبکہ تمام افراد یکساں سمجھے
جاتے ہیں۔ بالکل امن وامان اُٹھ جائیگا۔ ہر ایک متنفس کو زندگی دوبھر ہوجائیگی۔ ایسی مساوات نہایت
حماقت آمیز اور مضحکہ خیز ہے۔ ہم کو اس مساوات پر ایک حکایت یاد آئی۔
ایک گرو اور اُس کا چیلہ ملک در ملک شہر بشہر سیاحت کرتے پھرتے تھے۔ کسی ایک جگہ پر
اقامت گزین ہونے کو پسند نہیں کرتے تھے جو حال ایسے آزاد اور مجرد لوگوں کی معیشت وطرز زندگی کا
ہوتا ہے وہی اُنکا بھی تھا۔ جہاں پہنچے وہاں جو کچھ ملا کھالیا۔ سیر وسیاحت کرتے کرتے اتفاق سے ایک

[illegible] عدالت کی لاج جاتی ہے۔ یہ سوچ بچار کر کہا کہ انکو چھوڑ دو اور مجھے اس پھانسی پر [illegible]۔ [illegible] فوراً تعمیل کی گئی اور راجہ صاحب نرگ یا سرگ میں جہاں جانا مقدر تھا تشریف لیگئے۔

ظاہر بین نظروں میں تو یہ مساوات بھی خوش کن تھی۔ اور بالکل ممکن ہے کہ اس بستی کے سادہ لوح [illegible] بھی کرتے ہوں۔ مگر حقیقت میں حماقت تھی۔ اچھے بُرے کا امتیاز نہ ہونا۔ اعلیٰ و ادنیٰ کا ایک درجہ میں رکھدینا بالکل تباہی و بربادی کا سامان ہے۔ اس احمقانہ مساوات کے خیال نے جو استعمالی [illegible] میں جاری تھی زیادہ وسعت پکڑلی تو مجرم و غیر مجرم کی تمیز بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ کیا پھانسی کا حلقہ تنگ کیا جا سکتا تھا۔ یا پاداشِ جرم کی سزا بجز پھانسی کے اور کسی صورت سے نہ ہو سکتی تھی۔

دولت و نعمت کے نشہ نے اس زمانہ کی متمدن اقوام میں بھی اس قسم کا سودا مساوات پیدا کر دیا ہے۔ بعض بستیاں بنائی گئی ہیں جنمیں مساوات کو قائم کیا گیا ہے۔ ہر بات میں تساوی درجہ تجویز کیا گیا ہے جسکو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ حکایت مذکورہ بالا بھی بے اصل نہ ہوگی ہاں یہ فرق ضرور ہوگا کہ وہ جہالت و وحشی پن کا کرشمہ تھا اور یہ دولت و ثروت۔ سائنس و حکومت کا چوچلا۔ اگر یہ آخر الذکر صورت بڑی جد و جہد سے کسی چھوٹے پیمانہ میں کامیاب بھی ہو جائے تب بھی اسکا نفاذ عام نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ اس بارہ میں کچھ زیادہ کہنے کی حاجت نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ عقلی و عرفی طور پر ایسی مساوات جن میں تمام طبقات کے کل معاملات یکساں ہو جائیں ہرگز محمود و پسندیدہ نہیں۔

ہاں مساواتِ حقوق لازمی امر ہے۔ ہر ایک حکمران قوم اسکی مدعی ہے۔ اسکے قوانین مرتب ہیں گو وہ اس کی صحیح میزان قائم نہ کر سکیں۔

عقلی و عرفی طور پر مسئلہ مساوات و تفاضل کی حقیقت اور اسکے احکام معلوم کرنیکے بعد دیکھئے کہ شریعت اسلام نے اس بارہ میں کیا تعلیم دی ہے اور پھر اس فرق کو محسوس کیجئے جو قوانین دنیا اور قانون شریعت میں ہے۔

ہمارے سابق بیان سے معلوم ہو گیا ہے کہ بنی نوع انسان کا اشتراک مساوات کو مقتضی ہے اس کا امتیاز خواہ معاشرت و تمدن کے لحاظ سے ہو اور خواہ دیانت و مذہب کے اعتبار سے تفاضل کو۔ اہل عقل کے قوانین صرف معاشرت و تمدن کے تفاضل و تمایز کو محیط ہوتے ہیں لیکن

...ایسے شخص پر خدا کی فرشتوں کی لوگوں کی لعنت ہے۔ اسکی کوئی
... فرض و نفل قبول نہیں ہوتی۔
... وہ ممالک غیر اسلامی کے رہنے والے جن سے معاہدہ ہو چکا ہے انکو خلاف عہد تکلیف
پہنچانا قتل و غارت کرنا بھی حرام و معصیت اور گناہ کبیرہ میں داخل ہے۔
اوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا | عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے بارہ میں سوال کیا جائیگا
کا عام فرمان اس صورت کو بھی شامل ہے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں کفار کیساتھ
ایسے سخت شرائط پر معاہدہ کر لیا کہ جو مسلمان دین اسلام سے پھر کر تمہارے پاس آ جائے ہم اسکو واپس
کرنیکا مطالبہ تم سے نہیں کرینگے۔ اور تم میں کا کوئی مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئیگا تو ہم اسکو واپس
کردیں گے اور اسی بنا پر جب کفار مکہ نے ابو بصیر کی واپسی کا مطالبہ کیا تو آپ نے ایک شخص کو جو کفر
سے بھاگ کر اسلام میں داخل ہوا تھا۔ جسکے بگڑ جانے۔ مارے جانیکا اندیشہ تھا اسکی ہزار منت و
سماجت۔ دل شکنی اور حسرت و یاس پر خیال نہ فرما کر بے تامل کفار کے حوالہ کر دیا۔
صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اس حکم کی پابندی اس حد تک کی اس سے بڑھکر ناممکن
ہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جبکہ ملک شام میں برسر پیکار تھے۔ ایک مرتبہ دشمن کے ساتھ چند مدت
تک التوار جنگ کا معاہدہ کر لیا تھا۔ مگر بقاعدہ الحرب خدعة (لڑائی حیلہ و تدبیر ہی) اس زمانہ میں
چپکے چپکے سرحد پر تیاریاں مکمل کرتے رہے کہ مدت التوار ختم ہوتے ہی اچانک حملہ کر دیں انکی
رائے میں یہ امر ناجائز یا خلاف عہد نہ تھا تدابیر جنگ اور احتیاط کا اقتضا بھی یہی تھا۔ انکو کیا
اطمینان تھا کہ دشمن بھی اسی فکر میں ہو اور وہ بھی مدة ختم ہوتے ہی فوراً حملہ کر بیٹھے ادھر مدت
التوا ختم ہوئی اور ادھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو بالکل سرحد پر پڑے ہوئے تھے حملہ کا حکم
دیدیا حملہ شروع ہوا ہی تھا کہ ایک شہسوار گھوڑا دوڑاتے ہوئے اور چلاتے ہوئے پیچھے آ رہے تھے
اللہ اکبر اللہ اکبر وفاء لاغدر۔ یہ ایک صحابی تھے رضی اللہ عنہ حملہ روک دیا گیا۔
... وہ ممالک غیر اسلامی جن سے کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہے۔ خواہ وہ سر دست برسر جنگ
ہیں۔ یا انکے ساتھ ہر وقت جنگ کا اندیشہ لگا ہوا ہو۔ انکی دو حالتیں ہیں انمیں کا کوئی ایک امان
لیکر دار الاسلام میں آئیں یا مسلمان امن لیکر انکے ممالک میں جائیں۔ دونوں صورتوں میں اسلام نے

[illegible] تلف کردے تو اسپر ضمان نہیں آتا

[illegible] مسلمان سے ذمی ضمان واجب ہوتا ہے۔ کوئی مسلمان اگر

[illegible] تو اسپر ضمان واجب ہوتا ہے۔ درمختار میں ہے۔

[illegible]	مسلمانوں پر ذمی کے خمر و خنزیر کی ضمان واجب ہوگی۔

[illegible] ناموس کا حال یہ ہے کہ مسلمان کی کسی قسم کی آبروریزی واہانت و تذلیل خواہ [illegible] ضرب یا قتل سے اشارہ سے ہو یا کنایہ سے سامنے ہو یا پیٹھ پیچھے یعنی غیبت قطعاً حرام ہے جسکی [illegible] کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جس طرح مسلمانوں کے ننگ و ناموس کی حفاظت شرعاً واجب ہے اسی طرح ذمیوں کی بھی۔ انکو زبان سے ہاتھ پیر سے معاملہ سے تکلیف پہنچانا۔ اذیت دینا [خ]لاف انسانیت معاملہ کرنا سب حرام ہیں۔ یہاں تک کہ جس طرح مسلمانوں کو پیٹھ پیچھے برا کہنا [ح]رام ہے اسی طرح ذمی کی غیبت کرنا بھی منع ہے۔ درمختار میں ہے۔

ویجب کف الاذی عنہ وتحرم غیبتہ کما المسلم	واجب ہے ذمی سے اذیت کو روکنا اور اُسکی غیبت حرام ہے جیسے کہ مسلمان کی۔

غرض حقوق و معاملات کی یہ کیفیت ہے کہ شریعت اسلام نے اس بارہ میں میزان عدل کو ایسا صحیح قائم کیا ہے جسمیں کسی جانب افراط تفریط نہیں ہے حقوق انسانی باعتبار معاشرت و تمدن [ب]رابر قسم کے ہیں۔ ان حقوق کی مساوات میں عربی۔ عجمی۔ رومی۔ شامی۔ افریقی امریکی۔ علیٰ ہذا [باد]شاہ و گدا امیر فقیر سلطان و رعیت ضعیف و قوی میں کچھ امتیاز نہیں رکھا۔ معاملہ بیع یا شرا ہو تو بادشاہ [و رع]یت یا گدا کا حکم ایک ہے۔ یہ نہیں کہ احکام میں کچھ تفاوت ہو۔ حدود و قصاص ہوں مثلاً زنا کی حد چوری کی [حد ض]رب خمر کی حد یا قتل عمد کی پاداش قتل خطا کی سزا۔ یا قطع اعضا جسمانی کا قصاص یا دیت اسمیں [س]ب افراد کو یکساں و مساوی رکھا گیا ہے شریعت اسلام نے معاملات میں ذرہ برابر کسی کے حق میں جانبداری نہیں رکھا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا قبیلہ قریش کی ایک عورت نے [چو]ری کی اور حد سرقہ یعنی قطع ید کا حکم اسپر قایم ہوا۔ قریش کو یہ امر نہایت شاق تھا۔ ایسی شریف خاندان [کی عورت]ں سے ایسے قبیح فعل کا سرزد ہونا ہی اُنکے لئے کچھ کم موجب عار و ننگ نہ تھا۔ اب قطع ید سرا ایسا [ا]تہام بھی ہوتا۔ ادھر ان حضرات کو اپنے فضائل و شرف اسلامی کی رو سے بھی ایسے بدنما

... انسانی معاملات میں آنحضرت ... میں تم میں افضل نہیں ہوں اور میری اطاعت بھی تم پر ... اطاعت کروں لیکن حقوق و معاملات میں کسی بڑے ... کرنے والا نہیں ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جبلہ ابن الایہم کا واقعہ گذرا ہے۔ جبلہ غسان کا بادشاہ ... ان کی عزت یا تھا اسکی مدارات بھی زیادہ کی جاتی تھی۔ مدینہ منورہ میں داخلہ کیوقت اسکا استقبال ... دھوم دھام تزک شان سے ہوا تھا۔ مگر طواف بیت اللہ کرتے ہوئے قبیلہ فزارہ کے ایک ... شخص کے اسنے تھپڑ مار دیا اور وہ بھی اسوجہ کہ اُسنے جبلہ کے ازار پر پیر رکھدیا تھا۔ تو حضرت عمر ... کے اُسکے بادشاہ ہونے اور اپنے معاملات احترام و اکرام کا جو اُسکے ساتھ کئے تھے کچھ خیال نہ کر کے ... قصاص کا حکم دیا کہ فزاری بھی جبلہ کے تھپڑ مارے۔

پھر مساوات محض اسی حد تک نہیں کہ ضعیف کو قوی کے ساتھ حقوق میں برابر کر دیا۔ نہیں بلکہ ... یہانتک رعایت کی کہ مجلس حکومت و قضا میں بھی کوئی امتیاز سلطان و رعیت امیر و غریب رئیس ... مروس میں نہیں رکھا۔ شرح شرعۃ الاسلام میں ہے۔

یسوی بین اصناف الرعیۃ فی ... المجلس ولا یقدم احد اتقدیما ... فی الجلوس ولا فی الکلام ولا فی ... الشرف والمال ویعدل القاضی ... بین الخصمین لحظۃ واشارۃ ومقعدًا

رعیت کے تمام انواع و اصناف میں مساوات کو ملحوظ رکھا جائے کسی کو کسی پر اسکے مرتبہ یا مال کی وجہ سے تقدیم و ترجیح نہ دے۔ قاضی کو چاہئے کہ مدعی مدعا علیہ میں کسی بات کا فرق نہ کرے نہ اُنکی مجلس میں۔ نہ اُن کی طرف دیکھنے میں نہ گفتگو میں۔

... تساوی حقوق و معاملات کا دائرہ اہل اسلام ہی تک محدود نہیں بلکہ غیر مسلم۔ ذمی۔ مستامن کو ... اسی طرح شامل ہے اور ہر نوع و محل کے مناسب احکام بتلا دیئے گئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک معاملہ پیش ہوا جسمیں ایک فریق مسلمان تھا اور ... یہودی آپ کو ثابت ہوگیا کہ حق یہودی کا ہے اُسکی ڈگری فرمادی۔

... حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے جنکے تمام ممالک اسلامیہ پر حکومت و اختیارات عام

...پا بند قائم کردیئے اور باوجود
...انت ...سے سلطان کے امتیاز کو خصوصیت
...احکام کی اطاعت ضروری کیگئی۔ اُسکے خلاف فتنہ پردازی
...دین میں خلل نہ پڑے۔
...روایت ہے کہ میں ابو بکرہ صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ ابن عامر منبر پر خطبہ
...لباس باریک کپڑے کا تھا۔ ابو بلال نے کہا دیکھو ہمارے امیر کو کہ فاسق کا سا لباس پہنتا ہے حضرت
...نے سنا تو فرمایا چپ ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔

من اہان سلطان اللہ فی الارض اہان اللہ	جو شخص سلطان کی اہانت کرتا ہے خدا اسکو ذلیل کرتا ہے۔

اہانت تو ہر مسلمان کی کیا ہر ایک شخص کی منع ہے۔ مگر السلطان ظل اللہ کے الفاظ سے سلطان
کا خاص امتیاز و احترام ثابت ہوتا ہے۔
یہ خیال نہ کیا جائے کہ ابو بلال کا کہنا امر بالمعروف یا نہی عن المنکر میں داخل تھا۔ اور سلطان کو امر بالمعروف
و نہی عن المنکر کرنا افضل جہاد میں داخل ہے۔ پھر ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ کا روکنا کیونکر جائز تھا۔ اسلئے کہ
لباس امیر گو باریک تھا۔ مگر ناجائز نہ تھا اور پھر یہ صورت امر بالمعروف کی نہ تھی۔ اگر کہنا تھا تو خود امیر
سے کہنا تھا۔ بلکہ ایک صورت غیبت یا توہین کی تھی جسکو حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روکا۔
مرد و عورت میں اشتراکِ انسانیت۔ کفاءۃ نسب و شرافت۔ جمال و کمال کے باوصف اس صنفی امتیاز کی
...احکام میں بھی امتیاز قائم کیا گیا۔ اول تو ایک اجمالی طریقہ پر مرد و عورت کی امتیاز پر اسطرح مطلع کیا گیا

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض وبما انفقوا من اموالہم الخ	مرد مدبر اور مؤدب ہیں عورتوں کی اُس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انکو بعض کو بعض پر دی ہے اور اسلئے کہ وہ اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔

اور پھر اشتراک و انفراد کی تفصیلی احکام کی تعلیم دی گئی۔ طرفین کے حقوق کی تعلیم دیگئی عورت
...مرد پہ قائم کئے گئے اور مرد کے عورت پر مگر وہ نسبت قوامیت ملحوظ رہی۔
...نکاح تک تراضی طرفین کا لحاظ تو ضروری قرار دیا گیا کیونکہ یہ ایک عقد ہے۔ مگر جب
...تحقق ہوگئی تو طلاق کا اختیار صرف مرد ہی کو دیا گیا۔ عورت مرد سے طلاق طلب

...اور...ان کا ہرایک کیجئے اللہ تعالیٰ
...ان کے لئے پیدا کیا گیا کہ انکی اطاعت و شکر گذاری
...ہر ایک گروہ کے انفرادی احکام جُداگانہ
...مساوی کر دینا ظلم عظیم سمجھا جائیگا۔ سرکش و نافرمان متمرد
...کے برابر کر دینا عقل و فطرت۔ قوانین سلطنت۔ نظام
...بالکل خلاف ہے۔ خداوند عالم فرماتے ہیں۔

افنجعل المسلمین کالمجرمین | کیا ہم مسلم کو مجرم کی برابر کر دیں۔

مسلم کا غیر مسلم سے امتیاز کن معاملات اور کن امور میں ہے ہم اسکی چند مثالیں بیان کر دینا
...سمجھتے ہیں۔ کسی مسلم عورت کا غیر مسلم مرد سے نکاح درست نہیں ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی
بیان کر چکے ہیں عورت مرد کے تابع ہوتی ہے اور مسلمہ جب غیر مسلم کے تابع ہو گئی تو اسکے اسلام و ایمان
...برعکس مسلم کو غیر مسلمہ سے اس صورت میں نکاح جائز ہے کہ غیر مسلمہ اہل کتاب میں سے ہو مشرک نہ ہو۔

یا مثلاً غیر مسلم جو مسلمانوں کے زیر حکومت رہتا ہے اُس سے اور مسلم دونوں سے محصول لیا جاتا ہے
مگر چونکہ مسلم کے ہر قول و فعل میں عبادت کے پہلو کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اسلئے جو محصول اُس سے
لیا جاتا ہے اُس کا نام زکوٰۃ یا عشر رکھا گیا۔ اگر اموال تجارت سے لیا گیا تو زکوٰۃ ہے۔ محاصل زمین
سے ہے تو عشر ہے اور ان کا مصرف بھی جُداگانہ مقرر کر دیا گیا۔

غیر مسلم سے جو محصول لیا جاتا ہے اسکا نام جزیہ و خراج رکھا گیا۔ اُسکے حفظ جان و مال کا معاوضہ
ہے کہ سال بھر میں فی کس بہت تھوڑا محصول دیکر اپنی جان و مال عزت و آبرو کو نہ صرف
محفوظ کر لیں بلکہ معاملات معاشرت میں مسلم کی برابر ہو کر رہیں۔

محاصل اراضی سے جو کچھ لیا جاتا ہے اُسکا نام خراج ہے اور ان دونوں جزیہ و خراج کا مصرف
...گانہ رکھا گیا۔

زکوٰۃ و عشر میں چونکہ ایک قسم کی عبادت کو دخل ہے۔ اسلئے اسکے مستحق اور ہیں اور جزیہ و خراج میں
...کا پہلو نہیں لیا گیا۔ وہ غیر مسلموں سے اس وجہ سے لیا جاتا ہے کہ اُنکو مذہب میں آزادی دیکر اُنکے طریق
...میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی گئی اسلئے اُنکے مستحق دوسرے ہیں۔ معہذا البعض

یہاں تک

جس کی تمام

نہیں تھا

المسلم اخو المسلم

لا یُسلمہ۔

المسلم

یعنی

عام حقوق اسلامی

کی پابندی

... الی مدتهم	اُنکے عہد کو اُسی مدۃ تک جو اُنسے ٹھیری ہے پورا کرو
... جسکی بابت ارشاد ہے۔	
... من قوم خیانۃ فانبذ ... علی سواء۔	اور اگر تمکو کسی قوم سے خیانۃ و بدعہدی کا اندیشہ ہو تو عہد کو اُن کی طرف پھینکدو برابر۔

ان دونوں ارشادات سے نتیجہ نکال لیا جائے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عورتوں نے بعض سخت دشمنان ... قوم کو جنہوں نے حضور انور کی ذات اقدس کو گزند پہنچانے اسلام کو بیخ و بن سے اُکھاڑنے میں ... رکھی تھی۔ امن دیدیا۔ اور آپ نے اسکو معتبر رکھا۔

اور باوجود اس مساوات کے تفاوت درجات دیانت کی وجہ سے امتیاز و انفراد کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا جیساکہ اوپر سے چلا آتا ہے۔ تفاوت درجات دیانت کے بہت سے وجوہ ہیں ایک عالم ہو دوسرا غیر عالم دونوں کا درجہ مساوی نہیں عالم کا جو احترام و اکرام ہوسکتا ہے وہ غیر عالم کا نہیں

...ل یستوی الذین یعلمون ...ین لا یعلمون۔	کہدو تم کہ کیا برابر ہوسکتے ہیں وہ لوگ جو ذی علم ہیں اور وہ جو ذی علم نہیں۔

...ک مسلمان صالح ہے ایک فاسق صالح مسلمان کی شہادت اسلامی عدالتوں میں معتبر ...ل ع فاسق کی شہادت مردود۔

...الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق ...بنوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ ...اعلی ما فعلتم نادمین۔	مسلمانو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لیکر آئے تو خوب دیکھ بھال کر و مبادا اسکی خبر پر اعتماد کرکے ناواقفی سے کسی قوم کو صدمہ پہنچادو اور پھر اپنے فعل پر نادم ہو۔

...سلمان مظنہ تہمت ہے دوسرا نہیں۔ دونوں کا حکم جداگانہ ہے۔ باوجود دونوں کے صالح ...ع تہمت میں صالح کی شہادت معتبر نہیں رکھی جاتی۔ باپ کی شہادت بیٹے کے حق میں ...ت باپ کے حق میں ایک مسلمان متبع سنت دوسرا مبتدع دونوں کا حکم جداگانہ متبع سنت ...ضوری۔ مبتدع کی تکریم و احترام حرام۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

[illegible] الله خیرا یفقہہ فی الدین | جس کیلئے اللہ تعالےٰ بھلائی چاہتا ہے اسکو دین کی فقاہت عطا فرماتا ہے

ایک عالم درجہ اجتہاد کو پہنچا ہوا ہے دوسرا نہیں۔

ایک ایسا شخص جو گو مسائل ضروریہ سے واقف ہے مگر درجۂ فقاہت و اجتہاد نہیں رکھتا کسی واقعہ میں رائے دینے اور کسی کو مسئلہ تبلا دینے سے قابل مواخذہ ہوجاتا ہے۔ بلکہ ایسا شخص صحیح مسئلہ بھی تبلادے جب بھی قابل مدح نہیں اور فقیہ و مجتہد اگر غلطی بھی کرجائے تو نہ صرف قابلِ درگذر ہے بلکہ اسکو اجر و ثواب ملتا ہے۔ ابوداؤد میں حضرت جابر رضؓ سے مروی ہے کہ ہم چند آدمی ایک مرتبہ سفر میں تھے ایک شخص کے سر میں پتھر لگ جانیکی وجہ سے زخم ہوگیا۔ شب میں احتلام ہوگیا اُس نے دریافت کیا کہ مجھے تیمم کرلینے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارے نزدیک تو جائز نہیں کیونکہ تم غسل کرسکتے ہو۔ اُسنے غسل کرلیا اور یہی سبب اُس کی وفات کا ہوگیا۔ جب ہم سفر سے واپس ہوئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

قتلوہ قاتلہم اللہ الا سألوا اذ لم یعلموا انما شفاء العی السوال[۱]	ان مفتیوں نے اسکو قتل کیا جب انکو معلوم نہ تھا تو کیوں دریافت نہ کرلیا ناواقفی اور عدم علم کا علاج یہی ہے کہ دریافت کرلیا جائے۔

اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب قاضی یمن بنا کر بھیجا گیا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم فیصلے کیونکر اور کس اصول پر کروگے۔ عرض کیا کتاب اللہ کے موافق کرونگا۔ اور جب معاملہ میں نص کتاب اللہ نہ ہوگی تو سنت کے موافق کرونگا۔ اور جس کے متعلق سنت میں تصریح نہ ہوگی تو اپنی رائے و اجتہاد سے فیصلہ کرونگا۔ آپ نے سنکر ارشاد فرمایا۔

الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ	خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے رسول و نائب کو یہ توفیق دی

اس واقعہ میں تو یہ فرمایا کہ ان لوگوں نے اسکو قتل کیا خدا انکو قتل کرے۔ حالانکہ وہ بھی صحابی تھے اور اس واقعہ میں حکم صریح سنت و کتاب کا معلوم نہ ہونیکی وجہ سے اپنی رائے سے فتویٰ دینے کو کہا تھا تو اسپر شکر ادا فرمایا۔ یہ محض اس فرق کیوجہ سے تھا کہ ان مفتیوں میں ابھی مادہ فقاہت و شرائط اجتہاد پورے موجود نہ تھے۔ اور حضرت معاذ میں یہ امور جمع تھے۔ فقاہت فی الدین و شرائط اجتہاد

[۱] مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵

... یت ایک قوم کے افراد ملکی لباس ملکی رسم و رواج کی پابندی کو
... اس سے بڑھکر سوسائٹی کے امتیازات ہیں اور جنہوں نے امتیازات کو اس حد تک پہنچا
دیا کہ اشتراک و مساوات کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دینا چاہا اور اپنی تشخصات کے مقابلہ میں دوسرونکی
ہستی کو ناپید کرنا چاہا وہ تو تفریط کی اس حد میں پہنچ گئے جسکو سخت مہلک اور نظام عالم کو برباد کرنیوالا
لازمی امر ہے۔ ایسی قوموں کے حالات سے تاریخیں بھری ہوئی ہیں جنہوں نے اپنے ابنائے جنس کو تفریحی
مشاغل کیلئے طعمہ سباع و بہائم بنانیکا معمول رکھا ہے اس گروہ نے صنف نساء کو اسدرجہ گرایا کہ گویا
وہ نسل آدم نہیں ہیں حقوق میراث وغیرہ سے انکو محروم رکھا گیا۔ انکے تصرفات جائز نہ رکھے گئے۔ شریعت
اسلام نے دونوں پہلوؤں کو اعتدال سے سنبھالا۔ ہر ایک کی حد مقرر کردی۔ ہر ایک کے احکام بتا دیئے۔ اشتراک
کے پہلو کا اس حد تک لحاظ کیا کہ کسی موقع پر اسکو نظر انداز نہیں کیا۔ اور امتیاز کو بقاء نظام عالم و
ترتیب احکام آخرۃ کیلئے لازم و واجب قرار دیا۔ اور اسی بناء پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لن یزال الناس بخیر ما تباینوا فاذا تساووا ھلکوا۔	آدمی ہمیشہ خیر کیساتھ رہینگے جبتک انمیں فرق مراتب قائم رہیگا اور جب سب برابر ہوجائینگے تو ہلاک ہوجائیں گے۔

یہ ارشاد بالکل اصول فطرۃ کیموافق ہے۔ اور گو لفظ تباین میں دونوں قسم کے امتیاز تمدنی و دیانتی
شامل ہوسکتے ہیں مگر ظاہراً اس سے امتیاز تمدن مراد معلوم ہوتا ہے امتیاز دیانت کو ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے

لا فضل لاحد علی احد الا بالتقوی	کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر جو فضیلت ہو وہ بربنار تقوی ہے

ظاہر ہے کہ نفی فضیلت ان حقوق و معاملات کی نہیں جنکی تفصیل ہم بیان کرچکے ہیں بلکہ دیانت
کے اعتبار سے ہے۔ اور اس اعتبار میں تمام نوع بنی آدم مساوی ہیں جو فرق ہوتا ہے تقوی کیوجہ سے ہوتا
ہے اور تقوی کی اصل بنیاد ایمان ہے اور اسکے بعد شعبہائے ایمان سے تفوق مراتب ہوتا چلا جاتا ہے۔
دلائل عقلیہ و شرعیہ۔ عرف عام و رسوم و عادات۔ تجربہ و مشاہدات سے یہ تو ثابت ہوچکا کہ
بقائے نظام عالم و ارتباط معاملات کے لئے اشتراک و انفراد دونوں کا وجود ضروری ہے۔ لیکن ابھی
یہ مرحلہ اور طے کرنا باقی ہے کہ معاملات معاشرت میں کسی ایک شعبہ کے اندر یا کسی خاص
موقع و مقام پر مساوات کلی ممکن ہے یا نہیں۔
چنانچہ جیسا کہ ہم اوپر اشارہ کر آئے ہیں۔ بعض ممالک امریکہ وغیرہ میں جو ایک خاص مقام کے اندر

[illegible] مساوات کے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

[illegible] الناس فوضی لا سراۃ لھم	ولا سراۃ اذا جہالھم سادوا

[illegible] مساوی رہے خودسر ہوں کوئی انکا افسر سردار نہو کبھی انکی حالت درست نہیں رہ سکتی اور اگر کسی جاہل کو سردار بنادیں تو حقیقتاً نہونے کے برابر ہے

اسکی صورت یہ ہے کہ دو شخص باہم اسطرح شریک ہو جائیں کہ جو کچھ مال ہم میں سے کسی کے پاس ہو آمیں مساوی طرح شریک ہیں جو کوئی تصرف یا معاملہ ہم میں سے کوئی کرے تو اسمیں برابر کے حصہ دار رہینگے جو دین قرض کسی کے ذمہ عائد ہو اسکے ذمہ دار دونوں مساوی درجے کے ہوں گے۔

یہ شرکت چونکہ بہت سے معاملات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے جنمیں سے بہت سے ابھی مجہول ہیں اسوجہ سے امام شافعی رح صاحب اور دوسرے آئمہ مجتہدین نے اسکو جائز نہیں رکھا مگر امام ابوحنیفہ رح نے

(جنکی نظر دقیق اور اصول شریعت کو زیادہ محیط و وسیع ہے۔ ضروریات و مقتضیات حوادث و واقعات کا بھی علم زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قبل نزول حوادث آپنے محض احتمال وقوع پر سوالات قائم کرکے انکے احکام مدون کردیئے۔ اور یہ وہی منقبت ہے جسکو آئمہ مجتہدین نے تسلیم کرلیا ہے چنانچہ امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رح کے لئے تین چوتھائی علم کو سب تسلیم کرچکے ہیں۔ ایک ربع میں انکا اور دوسرے آئمہ کا اختلاف ہے جسمیں کسی جانب فیصلہ یقینی نہیں ہے۔ علم کے دو حصے ہیں۔ سوال و جواب نصف علم تو یوں اُن کیلئے تسلیم ہوچکا کہ سوالات انہوں نے قائم کئے۔ رہا دوسرا نصف یعنی جوابات اسمیں سے ایک نصف کو ساری دنیا مانتی ہے کہ صحیح ہیں۔ ایک نصف میں اختلاف ہے)

اس شرکت کو شرعاً جائز بتلایا اور قواعد شرع پر منطبق کرکے بتلادیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو معاملات اس میں اسوقت مجہول الحال ہیں اُنسے یہ شرکت فاسد نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اس قسم کی مجہولیت کا تبعاً تحمل کرلیا جاتا ہے جیسا کہ مضاربت وغیرہ میں۔

اس شرکت کے اندر چونکہ مال اور تصرف اور دین میں مساوات ہونا شرط ہے۔ اسلئے یہ بھی ضرور ہے کہ ہر دو شریک تصرفات میں ایک درجے کے ہوں یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک تصرفات کرسکتا ہے دوسرا نہیں کرسکتا۔ یا ایک کے تصرفات کا دائرہ وسیع ہے دوسرے کا ناقص۔ اسی وجہ سے آزاد غلام۔ نابالغ و بالغ میں اس قسم کی شرکت نہیں ہوسکتی اور اسی طرح اُسکے بہت سے شرائط و قوانین ہیں۔ مگر ہم

ان کی حیثیت سے تمام مافی الارض کی ملکیت و تصرفات کا استحقاق و قابلیت
...بھی کو اس پر مالکیت کا حق نہیں ہے۔ وہ اپنی ذات و منافع ذات کا مالک و متصرف
ہے یہ حالت اگر اس کی آخر تک یونہی موجود ہے تو حریتِ ذات قائم و باقی ہے۔ اگر اس کی
یہ حالت باقی نہ رہی تو حریتِ ذات مفقود ہو کر بجائے اس کے غلامی آگئی۔

حریتِ صفات یہ ہے کہ اس کا نفس مکارمِ اخلاق سے مزین ہو۔ اس میں وہ اخلاق نہ
ہوں جو انسان کو داغدار بنا کر بہیمیت تک پہنچا دیتے ہیں مکارم اخلاق میں حیا و مروت شجاعت
و سخاوت عدل و انصاف رحم و علم سب ہی داخل ہیں۔ رذائلِ انسانی میں ان اخلاق کے اضداد
ظلم و ستم۔ بے حیائی و بے مروتی۔ بزدلی و بخل وغیرہ داخل ہیں۔

حریتِ معاملات یہ ہے کہ جو استحقاق تصرفات مالکانہ کا منجانب اللہ اس کو عطا ہوا تھا وہ اسی
حال اور اسی طرز پر باقی ہے زائل نہیں ہوا۔

حریت کی ہر سہ اقسام کے متعلق چند امور قابل بحث و تحقیق ہیں۔

(۱) یہ حریت اس کو کہاں سے عطا ہوئی (۲) اس حریت کی حفاظت کا حق اس کو کس حد تک ہے
(۳) اس کے استعمال کے کیا طریقے اور کیا حدود ہیں (۴) اس حریت کے زوال یا نقص کی کس قدر
صورتیں ہیں (۵) عقل و عرف یا دیانت و مذہب کے اعتبار سے ان حریتوں کا سلب و زوال ممکن ہے
نہیں ہے تو کہاں تک اور وہ محمود ہے یا مذموم۔

امر اول، انسان کو ہر سہ قسم کی حریتیں اس کے خالق و مالک کی طرف سے عطا ہوئی ہیں۔ خداوند
نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ۔ جانشین و قائم مقام بنا کر بھیجا ہے۔ زمین کی حکومت اس کی ہر
...حق ملکیت و تصرف اس کو عطا فرمایا ہے جو حق ملکیت و تصرفات خداوند عالم کو تمام مافی الارض
... وہی حق بحیثیت خلافت انسان کو حاصل ہے۔

انی جاعل فی الارض خلیفۃ	میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

... دلیل شرعی موجود ہے اور انسان کے تصرفات کل مخلوقات پر اس کی عقلی و عرفی دلیل ہیں۔
انسان خود اپنے خالق کا مملوک بےشک ہے جیسے کہ اور مخلوقات ہیں۔ مگر باعتبار باقی اجزاء عالم
... ہے کسی کو اس پر باعتبار اصل فطرۃ حقِ ملکیت نہیں ہے۔ ذات بھی اس کی آزاد ہے

ات سے یاد کی جاتی ہے۔ ...ہم قوم سب ہی میں ذلت و خواری
ہے۔ برخلاف اس کے اگر دوسری صورت ہوئی تو اُس کی عزت وعظمت کا ڈنکہ
...صرف اس لئے کہ اس نے اپنا فرض ادا کیا۔ یہ حال تو عقل و عرف کے اعتبار سے
...دیانت و مذہب نے اس کا فیصلہ اس طرح کر دیا ہے۔

من قتل دون نفسه فهو شهيد۔ من قتل دون عرضه فهو شهيد۔ من قتل دون ماله فهو شهيد (بخاری)	جو شخص اپنی جان کی حفاظت میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنی آبرو کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے اسی طرح جو اپنے مال کو بچانے کے لئے قتل کیا جائے وہ بھی شہید ہے۔

انسان کو اپنی ذات و معاملات۔ حرمت و عزت کی حفاظت جیسے کہ دوسرے کی باتوں سے
ضروری ہے خود اپنے اعتبار سے بھی ایسی ہی ہے۔ اپنی جان کو ہلاک کر ڈالے۔ تو گناہ کبیرہ ہے قاتل
نفس مستحق عذاب جہنم ہے۔ خود ایسے افعال و اخلاق کا مرتکب ہو اور اپنی ہی ملکیت کے اندر اپنی ذات
کے لئے ان اخلاق کا استعمال کرے تب بھی عرفاً عقلاً۔ شرعاً۔ اس کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا وہ
تب بھی قابلِ نفرین ہوتا ہے۔ جیسا کہ صورت اوّل میں۔
علیٰ ہذا اپنے اموال و معاملات کو اپنے ہاتھ سے اپنے اختیار سے تباہ کر دے تب بھی مجرم۔
احمق بسرف۔ مبذر۔ اخوان شیاطین وغیرہ خطابات سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ بلکہ صورت اول
میں جب کہ کسی دوسرے کی طرف سے جان و مال وغیرہ آبرو کو گزند پہنچ جائے۔ یہ شخص عدم حفاظت یا
کوتاہی حفاظت میں معذور بھی سمجھا جاتا ہے۔ مگر صورتِ ثانیہ میں معذور نہیں سمجھا جاتا۔
امر سوم۔ انسان اپنی ذات کا اور اپنی ذات کے منافع کا مالک ہے۔ اخلاق و صفات تابع
ہیں وہ بھی اس کے اختیاری ہیں۔ اس اعتبار سے تو اختیاری نہیں ہیں کہ وہ اپنے اندر حسن خلق
یا ملکہ کو جب چاہے پیدا کر سکے۔ یہ تو صرف خداوند عالم کے اختیار میں ہے۔ جس طرح ذاتِ انسانی
کی خلقت اس کے اختیار میں نہیں ہے، اسی طرح صفات و اخلاق کی خلقت بھی اختیار میں نہیں
اسی طرح ذات کے اندر اس کو یہ تصرفات دیئے گئے کہ وہ حسن جمیل بنا کر خلقی قبح اور کراہت
ایک حد تک تلافی کر سکتا ہے۔ اسی طرح نفسانی رذائل کو مستور و مغلوب کرنے کے روحانی
تفوق و امتیاز دینے کا اختیار بیشک اس کو دیا گیا ہے۔ یہی مراد ہماری صفات و اخلاق کے

[illegible] کے نزدیک سلب یا نقص کی چند صورتیں ہیں۔
[illegible] بالکل جاتی رہی اور وہ مثل دوسرے اموالِ منقولہ وغیر منقولہ کے قابل بیع وشرار [illegible]

[illegible] ذات کلیۃً تو زائل نہ ہو۔ اور نہ بالکل مثل اموال کے ہوجائے۔ مگر اُس کے ساتھ معاملہ وہی کیا جائے جو ایک مملوک شے کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسے اسیران جنگ کہ گو عرف میں انکو مثل اموال نہیں سمجھا جاتا مگر اُن کے عوض مال لیا جاتا ہے۔ تبادلہ کیا جاتا ہے اور اس تبادلہ کو گو اصطلاح میں بیع وشرار نہ کہیں اور نہ اُس اسیر کو غلام مگر معاملہ وہی ہوتا ہے جو مملوک اشیار کے بیع وشرا ہیں۔

(۳) باوجود ذات کی کامل آزادی کے اگر انسان میں عقل نہیں ہے حد جنون تک پہنچگیا ہے۔ اس صورت میں حریتِ صفات زائل ہوجاتی ہے اس کا کوئی خلق وملکہ قابل اعتبار نہیں رہتا اور نہ اس پر کوئی حکم مرتب ہوتا ہے۔ یہانتک کہ مدح وذم کا ثمرہ ہی مرتب نہیں ہوتا۔

(۴) باوجود عقل وفہم ہونے کے اخلاقِ ذمیمہ نے اس کے پسندیدہ اخلاق کو مغلوب کردیا۔ اُسوقت یہ شخص اخلاقِ ذمیمہ کے استعمال اور اخلاقِ حسنہ کے ترک سے قابل ملامت وطعن ہوتا ہے اور احکام بھی اس پر مرتب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ دانشمندوں اور ارباب عقول سے ناملائم اخلاق ظلم وستم بخل وبے حیائی وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کے لئے زیادہ امثلہ کی ضرورت نہیں ہے۔

(۵) کبھی دوسری قوۃ قاسرۃ اس حریتہ کے استعمال میں مانع آجاتی ہے اور انسان کو یہ آزادی باقی نہیں رہتی کہ وہ اپنے اخلاق حسنہ سے جس طرح چاہے کام لے سکے۔ حق گوئی کرسکے جراۃ اخلاق کو استعمال میں لاسکے۔

(۶) حالتِ جنون میں حریتِ معاملات بالکل سلب ہوجاتی ہے اس کا کوئی عقد ومعاملہ نافذ و [illegible] نہیں ہوتا

[illegible] سفاہت وکم عقلی وغیرہ حالتوں میں ناقص ہوجاتی ہے اور اسی وجہ سے ایسے لوگوں کو جو بچپن سے [illegible] حالتِ بلوغ میں بھی اُن کے انداز آثارِ رشد ظاہر نہ ہوں اُن کے اموال اُن کے سپرد نہیں [illegible] اُن کے اولیا کے قبضہ میں رکھے جاتے ہیں۔ اگر بعد بلوغ سفاہت ظاہر ہو تب بھی اُنکے

[illegible] قوانین ہیں۔ البتہ اس صورت کو اس زمانہ [illegible] مذموم سمجھا جاتا ہے کہ انسان کی ذات مثل اموال کے ہو جائے جمادات و بہائم کی طرح [illegible] بیع و شرا جائز کر دی جائے اور جہانتک عقل کام کرتی ہے یہ بات ظاہر ناروا بھی معلوم ہوتی ہے کہ انسان جس کو قدرت نے آزاد پیدا کیا ہے اُس کی ذات کو مثل جمادات و نباتات بہائم و طیور کر دیا جائے۔ گویا قدرت کا صریح مقابلہ ہے اور اسی طرح شریعت اسلام کے مسئلہ غلامی پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔

دوسرے اس صورت کو بھی مذموم سمجھا جاتا ہے کہ انسان جرأتِ اخلاق سے کام نہ لے سکے وہ اپنے فطری اخلاق کو کام میں لانے سے محروم کر دیا جائے۔ صحیح رائے یا مفید مشورہ نہ دے سکے کسی امیر یا وزیر بادشاہ و شہنشاہ کے خلاف منشار کوئی لفظ نہ کہہ سکے۔ اخلاقی حریت بہت ہی زیادہ قابل ستائش و مدح ہے۔ اس کے مقابلہ میں جس قدر آزادی مسلوب ہے۔ اگر وہ خود اُس شخص کی طرف سے ہے تب وہ دنیا میں قابل نفرین و ملامت ہے۔ اگر کوئی دوسرا مانع ہے تو وہ شخص یا وہ قانون جو سد راہ ہے ظالم و ظالمانہ سمجھا جاتا ہے۔

ان دو صورتوں کے سوا سب صورتوں کو جن میں حریت ذات سلب ہوتی ہے یا ناقص حریۃ صفات میں زوال آتا ہے۔ یا نقصان پسند کیا جاتا ہے اور وہ عقلا دنیا کے معمول بہا ہیں یہانتک کہ وہ صورتیں بھی جو حقیقتاً باعتبار عقل مذموم ہیں اور عرف عام میں بھی اچھی نہیں سمجھی جاتیں بعض اقوام یا بعض ممالک میں اچھی سمجھی جاتی رہی ہیں اور زمانہ طویل تک اُن پر عملدرآمد رہا اور اب بھی ہے۔

یہ فیصلہ تو عقل و عرف کا ہے اور اس فیصلہ کی رو سے شریعت اسلام کے بعض احکام پر نکتہ چینی کی نوبت آتی ہے۔ اس لئے ہم کو ضرورت ہے کہ ہم اس معاملہ میں شریعت کے احکام کو ذرا وضاحت سے لکھ کر بتلا دیں کہ اسلام نے حریتِ ذات و صفات و معاملات کی کس حد تک رعایت کی ہے اور مسئلہ غلامی کی حقیقت کیا ہے۔

انسان میں دو حیثیتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ ایک اُس کی ذات کی باعتبار موجود ذی حیات صاحب عقل و [illegible] ہونیکے۔ ایک باعتبار منافع ذات کے جس کی وجہ سے وہ اموال میں شمار ہونیکے قابل ہو جاتا ہے۔ [illegible] اس کی یہ ہے کہ موجودات غیر ذی حیات میں تو صرف اُن کے منافع کا لحاظ ہے اور اس لئے

[illegible] اسی طرح شمار کئے ہیں ان سب کو یک لخت ممنوع قرار دیدیا اور مٹادیا یا لڑکیوں کو حق وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اس کے تصرفات مالکانہ کو کالعدم سمجھا جاتا ہے شریعت نے اس کو بھی مٹادیا۔ نسوان کو کامل حریت مثل رجال عطا فرمادی۔

[illegible] کسی انسان کے ہلاک کرنے کی سوا مخصوص صورتوں کے اجازت ہی نہیں دی۔ مثلاً کسی صورت قصاص یا حدود شرعی وغیرہ مگر ان میں بھی وہ احتیاط ہوتی ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں اور ذرا ذرا سے شبہ سے حدود قصاص کو ساقط کر دیا۔

البتہ غلامی کی صورت میں حریتِ ذات سلب ہو جاتی ہے۔ لیکن اُس کے سلب ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس کے ذی حیات و ذی دم ہونے سے قطع نظر کر لی گئی ہے۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ جہتہ مالیۃ کو غلبہ دے کر مثل اموال اس کی بیع و شرار کو جائز کر دیا گیا ہے۔ بایں ہمہ اس کی جان کی حفاظت باعتبار ذی حیات و ذی دم ہونے کے اسی طرح باقی ہے سرِ مو فرق نہیں آیا۔

غلامی کی بیع و شرار کو شرع نے مثل اموال جائز رکھا۔ مگر اس کے قتل یا اذیت واہانت کی کسی حال اجازت نہیں دی۔ اور اس فرق کو اس حد تک ملحوظ رکھا کہ اگر کسی کا غلام اپنے ذمہ دین کا اقرار کرے تو معتبر نہیں۔ کیونکہ یہ اقرار غیر کے حق میں ہے یعنی اس کا اثر اس کی مالیت پر پڑتا ہے اور مالیت کا تعلق مولیٰ اور آقا سے ہے غلام کا اس میں کچھ نقصان نہیں ہے وہ اس کی ملک نہ رہے گا کسی دوسرے کی ملک ہو کر رہے گا۔

اور اپنے ذمہ کسی حد یا قصاص کا اقرار کرے تو معتبر ہے۔ کیونکہ اس کا اثر اصالتاً و بلاواسطہ اس کی جان کو پہونچتا ہے۔ اور بالواسطہ مالیت کو اور جب غلام نے ہلاکت جان اور اذیت کو گوارا کر لیا جس کو انسان کبھی برضا و رغبت گوارا نہیں کرتا۔ تو مالک کے نقصانِ مالی سے قطع نظر کر لی گئی۔

منافع کی آزادی کا لحاظ اس حد تک کیا گیا۔ کہ کسی کو اس پر جبر کا اختیار نہیں دیا گیا۔ وہ اپنی خوشی سے اپنے منافع کو فروخت کر سکتا ہے۔ مگر کسی دوسرے کو اس پر حق نہیں ہے۔ یہانتک کہ جو لوگ [illegible] یا حقوقِ عباد کی وجہ سے حبس میں رکھے جاتے ہیں۔ ان کو منافع سے انتفاع کی بھی شریعت نے

[illegible] پچیس سال کی [illegible] استدلال عمل کیا جائے گا۔ بعد پچیس سال کے امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اب انتظار کی کوئی حد باقی نہیں رہی اب اس کے اموال کو روکنا اور اس کی تصرفات کو ناجائز [illegible] یہ معنی ہیں کہ اس کو انسانیت سے نکال کر بہائم میں داخل کر دیا جائے۔ وہ مجنون کی طرح مسلوب العقل تو ہے نہیں۔ اس میں سفاہت و کم عقلی سے نفع و نقصان میں امتیاز و ترجیح کا مادہ کم ہے۔ لیکن اُن کے نزدیک یہ نقصان ایسا نہیں جس کی وجہ سے اس کو انسانیت سے خارج کر دیا جائے اور اگر بعد بلوغ سفہ ظاہر ہوا تو باوجودیکہ دوسرے ائمہ مثل امام شافعیؒ و صاحبین کے اس کے قائل ہیں کہ قاضی اس شخص کو حجر کر دے یعنی تصرفات و معاملات سے روک دے مگر امام اعظمؒ یہاں بھی یہی فرماتے ہیں کہ ایک آزاد عاقل بالغ کو قاضی حجر نہیں کر سکتا۔ ایسا کرنے میں اس کو انسانیت سے خارج کر دینا ہے۔

جو ائمہ ایسی صورت میں حجر کے قائل ہوئے اس کا منشا بالکل صحیح ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب وہ اپنے مال کو خلاف مقتضائے عقل صرف کرتا ہے تو کیوں نہ اس کو روک دیا جائے۔ سلطان و والی قاضی و حاکم اس لئے ہیں کہ اپنی رعایا کی نگرانی کریں اور ان کو مضرت کے پہلو سے بچائیں۔ ایک عاقل نابالغ پر حجر ہو سکتا ہے تو بالغ سفیہ پر بدرجہ اولیٰ ہونا چاہئے۔ ان حضرات نے درحقیقت اس کی حریت کو زائل کرنا نہیں چاہا۔ بلکہ جیسے بحالت جنون مجبوراً زائل ہو جاتی ہے ایسے ہی خود اس کی حفاظت کے لئے حجر کو جائز رکھا ہے۔

امام اعظمؒ کی نظر اس جانب ہے کہ انسان میں جب تک کسی حد تک اہلیت باقی ہے اس کو ایسے حق سے محروم نہ کرنا چاہئے۔ جنون سے اہلیت جاتی رہتی ہے۔ صبیِ نابالغ کی حالت قابل انتظار ہے۔ چند روز انتظار میں انسانیت سے خارج نہیں ہوتا اور جو بالغ ہو چکا عقل اُس میں موجود ہے۔ مگر سفاہت ہے یعنی یہ نہیں سمجھتا کہ مجھ کو کہاں خرچ کرنے میں فائدہ ہے کہاں نہیں۔ اور اسی وجہ سے بے ہودہ مصارف میں مال کو اُڑا دیتا۔ اسراف و تبذیر کرتا ہے۔ معاملاتِ بیع و شرا میں بھی کم عقلی کی وجہ سے نقصان اُٹھاتا ہے۔ اس کو اگر حجر کر دیا جائے تو انسانیت سے بہائم میں داخل کرنا اور حقوق آدمیت سے محروم کر دینا ہے مال ادنیٰ شے ہے ان کے خیال میں ایک ایسے اعلیٰ شرف سے محروم کر دینا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ ہاں اگر سفیہ کے افعال و معاملات سے نوعِ اعلیٰ میں ضرر

[illegible] مجتہدین کے اختلاف مذہب بیان کرنے سے اس وقت یہ نہیں کہ میں کسی ایک مذہب کی [illegible] ضعف کو باعتبار دلائل کے بیان کروں یا یہ کہوں کہ ان میں مرجح کون ہے اور فتویٰ کس [illegible] صرف اسقدر دکھلانا ہے کہ انسانیت و حریتِ معاملات کو کہانتک ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اور جن آئمہ نے جس جس مواقع میں حجر و حبس جبراً بیع اموال کی اجازت دی ہے ان کو بھی انسانیت کا لحاظ ایسا ہی ہے۔ مگر ایک عقلی و شرعی قاعدہ نے ایسی اجازت دینے پر مجبور کیا جو یہ ہے کہ ضررِ خاص کو ضررِ عام کے مقابلہ میں گوارا کر لیا جاتا ہے۔ اس قاعدہ میں سب آئمہ متفق ہیں اور عقل و عرف میں بھی یہ قاعدہ نہ صرف مسلم ہے بلکہ معمول بہ ہے ہر قوم کے قانونِ عزل میں اس کی دفعات موجود ہیں۔ یہ نہ ہو تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔ باوجود اس قاعدہ کے تسلیم کے پھر جو اختلاف ہے وہ اس ضررِ خاص و عام کی تشخیص و تعیین میں ہے۔ اور اس میں کہ آیا یہ ضرر اس درجہ کا ہے کہ بمقابلہ اُس کے انسان کی انسانیت و اہلیت سے قطع نظر کر لی جائے یا نہیں۔

حریتِ اخلاق وصفات کو شرع نے اس حد تک قائم رکھا ہے جس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک انسان اپنے اخلاق حسنہ وصفات محمودہ کے استعمال میں آزاد ہے۔ کوئی چیز اس کے حق کو زائل نہیں کر سکتی۔ ہاں جنون یا سفہ غالب آجائے تو اُس کے اقوال و افعال حرکات و سکنات سبھی نا قابل اعتبار ہو جاتے ہیں اور اس درجہ میں ملامت و نفرین سے بچ جاتا ہے مواخذات بھی اُٹھ جاتے ہیں مگر باینہمہ شرع نے ہر ایک صفت و ملکہ کے استعمال کے طریقے اور حدود مقرر کر دیئے ہیں عقلی طور پر بھی حدود مقرر ہیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ مگر شریعت میں چونکہ مرضیاتِ آلٰہی کا اتباع پیش نظر ہوتا ہے اور اس کی اطلاع محض عقلِ انسانی سے بلا توسطِ وحی حقیقی یا حکمی نہیں ہو سکتی اس لئے شرع کے حدود و طریق میں بھی تفصیل زیادہ ہے اور اس کے ادراک سے بسا اوقات ناقص عقلین مقصر رہجاتی لیکن کامل عقول کو عقل و شرع کے تطابق میں کبھی بھی وقت پیش نہیں آتی۔

یہ ممکن تھا کہ ہم اس کی تفصیل اس جگہ بیان کر دیتے۔ مگر ایسا کرنے میں تطویل بہت زیادہ ہو جاتی [illegible] لئے اس کو چھوڑ کر حریتِ صفات میں سے محض اس حریۃ مصطلحہ کے متعلق کچھ بحث کرنا چاہتے ہیں [illegible] عرفِ عام میں حریتِ اخلاق بمعنی جرأت و آزادی کہتے ہیں۔ اور اسی حریۃ پر آج کل زیادہ بحث

...ں سے [illegible] ذکر کئے جاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔

[illegible] والجهاد في سبيل الله عند الامر بالمعروف والنهي عن المنكر الا كنفثة [illegible]

تمام نیک عمل اور جہاد فی سبیل اللہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسے دریائے مواج میں لعاب دہن کی تری۔

عن ابي بكر الصديق قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الناس اذا [illegible] المنكر فلم يغيروه يوشك ان يعمهم الله بعقابه۔

ابوبکر صدیق فرماتے ہیں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا۔ کہ لوگ جب بُرائی کو دیکھیں اور اُس کے دفعیہ کی کوشش نہ کریں تو قریب ہے کہ حق تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کردے۔

وقال النبي صلى الله عليه وسلم ان الله لا يعذب العامة بعمل الخاصة حتى [ير]وا المنكر بين ظهرانيهم وهم قادرون على ان ينكروه فان فعلوا ذلك عذب الله العامة والخاصة۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ خاص لوگوں کی وجہ سے عام مخلوق کو عذاب میں مبتلا نہیں فرماتا مگر جبکہ یہ لوگ کسی بُرائی کو اپنے درمیان ہوتے دیکھیں اور باوجود قدرت کے نہ اسکو روکیں نہ بُرا جھیں اسمیں بیشک حق تعالےٰ خاص خاص لوگوں کی عملوں سے عام لوگوں پر عذاب نازل کرتا ہے۔

امر بالمعروف نہی عن المنکر اس درجہ کے ضروری۔ اُن کے فضائل ومناقب اور درصورت [تر]ک وعید اور اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہر شخص کو یہ منصب حاصل ہے۔ ایک معمولی درجہ کا آدمی اپنے [سے] بڑے منصب والے کو امر بالمعروف کرسکتا ہے اور منکرات کو روک سکتا ہے۔ اس سے بڑھکر [مساو]ات اخلاق اور حریت کیا ہوگی۔

مگر شریعت نے جس طرح تمام احکام کے حدود وطرق استعمال مقرر فرمادیئے ہیں۔ امر بالمعروف [کے] بھی کچھ شرائط وحدود طرق ہیں۔ مثلاً یہ شرط ہے کہ نیت اس کی درست وخالص ہو مقصود اعلاء [کلمۃ] اللہ ہو۔ ریاوسمعہ۔ اپنی شہرت وعزت طلبی کا دخل نہ ہو۔ یا یہ کہ جس معروف کا امر کرتا ہے اور [جس م]نکر سے نہی کرنا چاہتا ہے اُس کے معروف ومنکر ہونے کی دلیل وحجۃ بھی جانتا ہو۔ اور کم سے [کم و]ثوق علم اُن کے معروف ومنکر ہونے کا ہو ورنہ نفع سے زیادہ مضرت کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ [جب و]ہ خود اپنے مدعا کی دلیل یا اس کو باوثوق ذریعہ سے بیان نہ کرسکے گا تو اس کی سعی

[illegible] ہاں شرک درجہ بہتی میں بڑھتا گیا۔ تو شدت و
[illegible] فرمایا۔

أفٍّ لكم ولما تعبدون من دون الله
أفلا تعقلون۔

اُف ہے تم پر اور اللہ کے سوا جس کی تم عبادت کرتے ہو
اس پر کیا تم نہیں سمجھتے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفق و ملاطفت۔ شدۃ و عنف کے مواقع استعمال کا
فیصلہ فرمادیا ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم لما وقعت بنو اسرائیل فی معاصی
نھتھم علماءھم فلم ینتھوا فجالسوھم
فی مجالسھم وواکلوھم وشاربوھم
فضرب اللہ بعضھم ببعض فلعنھم علی
لسان داؤد وعیسیٰ بن مریم ذلک بما
عصوا وکانوا یعتدون فجلس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وکان
متکئا فقال لا والذی نفس محمد
بیدہ حتی تاطروھم اطراً۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بنی
اسرائیل معاصی میں منہمک ہو گئے تو علما نے ان کو منع کیا وہ باز
نہ رہے تو علماء نے سکوت کیا انکی ہمنشینی کرتے رہے کھانے پینے میں
شریک رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انکو باہم ٹکرا دیا باہم اختلاف در قلوب
میں منافرت و عداوت پیدا ہو گئی ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے داود
عیسیٰ علیہما السلام کی ذریعے سے لعنت بھیجی۔ یہ کیوں ہوا صرف اسلئے کہ وہ
نافرمانی کرتے اور حدود سے تجاوز کرتے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے یہ فرما کر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا قسم ہے
اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کا نفس ہے تم کبھی معذور نہ سمجھے
جاؤ گے جبتک ان پر زبردستی کر کے نہ روکو گے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

کلا واللہ لتامرن بالمعروف
ولتنھون عن المنکر
ولتاخذن علی یدی
الظالم ولتاطرنہ علی الحق اطرا
ولتقصرنہ علی الحق قصراً
لیضربن اللہ بقلوب بعضکم

قسم ہے اللہ کی۔ ہرگز تم معذور نہیں ہو سکتے۔
تمکو امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا ہوگا
تمکو ظالم کا ہاتھ پکڑ لینا ہوگا۔ تم اُس کو
حق پر قائم رکھنے کے لئے جبر و زبردستی کرو گے
ایسا نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب
میں اختلاف پیدا کر دے گا۔ تم آپس میں لڑ مرو گے

[illegible] ہے۔ بسا اوقات مضر اور سخت مضر

[illegible] حریت کے مدعی اور اس کے ثنا خوان ہو خواہ ہوں

[illegible] سلطنت و حکام کو جو رعایا کی جان و مال ننگ و ناموس کے محافظ ہیں تیسری

جانب ملک و اہل ملک کو یہ لوگ اس وجہ سے کہ اُنہوں نے حریت کے مفہوم و حدود و طرق

استعمال کو نہیں سمجھا افراط و تفریط میں مبتلا ہو گئے۔

اخلاقی حریت میں جیسے کہ تفریط نہایت معیوب و مذموم ہے۔ اگر سلطنت نے زبان بند کر دی قلم روک دیئے۔ تو اس سلطنت کی بنیاد نہایت سست و ضعیف ستونوں پر قائم ہے۔ اگر خوشامدیوں نے سلطنت و حکام کو اس کا خوگر بنا دیا تو وہ دنیا و آخرت میں روسیاہ قابل ہزار نفرین و ملامت ہیں ملک کے تباہ کرنے والے حقوق کو پامال کرنے والے سلطنت و حکام کو گمراہ کرنے والے ہیں۔

ایسے ہی افراط بھی مہلک ترین مرض ہے اس کا پہلا نتیجہ یہ ہے کہ سلطان و قوانین سلطنت کے حقوق کی حرمت قلب میں باقی نہیں رہتی۔ مواقع حریۃ اور اُس کی حدود کو نہیں سمجھتے۔ یہ نہیں جانتے کہ کونسا موقعہ زبان کھولنے رائے دینے نکتہ چینی کرنے کا ہے اس کی تمیز بھی اُن کو نہیں رہتی کہ اس کا اہل کون ہے۔ کس میں مادہ اظہار رائے کا ہے۔ کون وہ ہے جس کو مقلد محض بنکر ارباب رائے کا اتباع کرنا چاہیئے۔ اس زمانہ کی سمی ہوا نے حریت کا ایسا عام سودا دماغوں میں بھر دیا ہے۔ کہ بیٹے کے دل میں باپ کا احترام باقی ہے نہ شاگرد کے دل میں اُستاد کا ادب، رعایا کے دل میں حکام کی عظمت نہ قانون کی قدر و منزلت۔ نہ حقوق کی نگہداشت۔ نہ اہلِ عہدہ کی حق شناسی ایک عام طوفان حریت کا ہے جس نے انسان کو بہمیت کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ حریۃ حقیقی وہی ہے جو افراط و تفریط سے خالی ہو ورنہ یہ حریۃ جو زبان زدِ عام و خاص و ممدوح خلائق ہے تباہی کے کنارہ پر پہنچانے والی ہے۔ بہتوں کو پہنچا چکی ہے۔ اور جاری ہے۔ جگہ جگہ انقلابات کی دھوم اس مفروضہ حریت کی بدولت ہے۔

ہمیں زمانہ حال کی حریت پر ایک مزیدار حکایت یاد آ گئی۔ جو ہمارے مکرم معظم مولانا حبیب مرادآبادی مقیم بھوپال نے چشم دید بیان کی ہے۔ مولانا موصوف چند سال ہوئے

[illegible] کی وجہ سے بھی طول ہوگیا۔ زیادہ لکھنے میں حد
[illegible] ور رہا تو ہم کبھی بہ سلسلہ تعلیمات اس کو مستقل رسالہ میں
[illegible] درج کریں گے۔ واللہ الموفق۔
[illegible] مسئلہ غلامی کی حقیقت کو بیان کر دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ناظرین ایفاء وعدہ کے
[illegible] ہوں گے۔ اس لئے بخیال ایفاء وعدہ چند سطروں میں مجملاً اس کو بیان کر دینا کافی
[سمج]ھتے ہیں تحقیق و تفصیل کا نہ یہ موقع ہے نہ اس کی گنجائش اُس کے لئے دوسرے وقت کا انتظار
[کر]نا چاہئے۔
مسئلہ غلامی کی وجہ سے اسلام پر بڑے بڑے اعتراض کئے جاتے ہیں۔ لیکن ہماری سمجھ میں
نہیں آتا کہ منشاء اعتراض کیا ہے اور کیوں ایسا کیا جاتا ہے۔ ہمارے خیال میں تو معترضین نے
کبھی غور و فکر سے کام نہیں لیا۔ اگر ذرا بھی غور و فکر کرتے۔ تو بجائے اعتراض کرنے کے اسلام
کی برگزیدہ خصوصیات کے اور زیادہ قائل ہو جاتے۔ ان لوگوں کو چند امورِ ذیل ذہن
نشین کر لینے چاہئیں۔
(۱) انسان اصل فطرت سے باوجودیکہ آزاد و مالک و مختار پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم ابھی
بیان کر چکے ہیں اُس کی یہ حریت کبھی قدرتی اسباب سے اور کبھی اختیاری افعال و حرکات سے زائل
یا ناقص بھی ہو جاتی ہے۔
(۲) جس قدر حریت اُس کو عطا ہوئی ہے عقلاً عرفاً شرعاً اُس کے حدود و طرقِ استعمال مقرر
ہیں۔ گو عقل و عرف اور شرع کے حدود و طرقِ استعمال میں فرق و تفاوت ہو۔ مگر اتنی بات میں اتفاق
ہے کہ انسان آزاد مطلق ہو کر اپنی حریت کو ہر وقت استعمال میں نہیں لا سکتا۔
(۳) کسی کی حق تلفی کے وقت اس فطری حر و آزاد کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ جو ایک
[illegible] حقیر و ذلیل چوپایہ کے ساتھ اُس سے وہی کام لئے جاتے ہیں جو بہائم سے۔ اُس کے منافع
[اسی ط]رح کام میں لیا جاتا ہے۔ جیسے اموال کے منافع کو۔ اُس کی ذات کے ساتھ وہی معاملہ کیا
[جاتا ہے] جو بہائم یا اموالِ منقولہ و غیر منقولہ کے ساتھ۔
[مجر]م کو سزا دینے میں جرم کی نوعیت اور مماثلت کا خیال کیا جانا عقل و عرف میں ضروری

[illegible] تمرد ہے اور اگر مادۂ بغاوت و تمرد نے خدا کی خدائی
[illegible] واجب الاطاعت نہیں سمجھتا تو یہ شخص باغی ہے اُس
کی سزا وہی ہونی چاہیے جو [illegible] مجرم اور باغی کی ہوتی ہے۔ مادۂ بغاوت و تعنت سرکشی
[illegible] سے گذر کر خدا اور اُس کے انبیاء سے جہاداً مقابلہ کی ٹھہرا دیتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ
کے یہاں سے بمناسبت نوعیت جرم یہ سزا ملتی ہے کہ اُس کی ذاتی آزادی و حریت یک لخت
مسلوب ہو جاتی ہے اُس کو خدا کا بندہ بننے سے انکار ہوتا ہے۔ جس کی سزا میں بطور نیابتِ
خداوندی بندوں کا مملوک بنا دیا جاتا اور اُس کی انسانیت کو مغلوب کر کے مثل بہائم اموال
میں داخل کر کے بیع و شرا کی اجازت دیدی جاتی ہے۔ اُس کے تصرفات غیر معتبر قرار دیدیئے
جاتے ہیں اور یہ محض اُس حق خداوندی کی انکار اُس کی خالقیت و مالکیت سے تمرد و عصیان
کی سزا ہے۔ اور یہ سزا بالکل اُسی طرح کی ہے جیسے راس المتمردین شیطان لعین کو دی گئی۔ اُس نے
خداوند کے حکم تسلیم کرنے سے انکار و تمرد کیا۔ حضرت آدم علیہ السّلام کو اپنے سے کمتر سمجھ کر سجدہ کرنے
سے انکار کیا۔ جس کی سزا یہ ہے کہ بنی آدم کے ورغلانے۔ اُن کو معاصی و کفر میں مبتلا کرنے کا ذلیل
کام اُس کے سپرد ہوا۔ وہ کٹنیوں کی طرح لوگوں کو فواحش پر جمع کرتا پھرتا اور اسی کو اپنی کامیابی
سمجھتا ہے۔ ایک شاعر نے اس مضمون کو خوب ادا کیا ہے۔ ؎

تاہ جلّے آدم فی سجدیتہ	فصار قواداً لذریتہ
آدم کو سجدہ کرنے میں تو نخوت کی	لیکن اُن کی اولاد کا دلال و کٹنا بن گیا

لیکن یہ سزا ابھی مجبوری کے درجہ کو دی جاتی ہے۔ اگر کسی حد تک بھی احکام خداوندی
کے آگے سر تسلیم خم کر کے نائبان خدا سے عہد و پیمان کر کے رہنا گوارا کرے تب بھی اُس کی آزادی
برقرار رکھی جاتی ہے۔

چونکہ اُس کی مملوکیت بمقابلہ حق خداوندی ہے۔ مخلوق کو بجز اس کے کہ نائبانہ حیثیت سے
اُن پر قبضہ کریں اور مثل ذلیل اُس کی بیع و شرا کریں اور کسی قسم کی دسترس اُن پر نہیں دی گئی
[illegible] کے ساتھ ہر قسم کی رعایت و مراعات کرنے کا حکم دیا گیا۔ شریعت نے ممالیک کی رعایت
حقوق کے جو احکام ہم کو بتلائے ہیں اُن سے صاف ظاہر ہے کہ اُس غلامی پر آجکل

[illegible] اسلام نے اُن کے حقوق کی نگہداشت کہاں تک کی ہے۔
باوجود ملوکیت اُن کی جان کی حفاظت احرار کی برابر رکھی ہے۔ اس معاملہ کی اجازت نہیں دی جو بعض متمدن ممالک میں کالے رنگ کی رعایا کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

ہم مسئلہ غلامی میں اس قدر لکھنا کافی سمجھتے ہیں۔ زیادہ لکھنے کے لئے مستقل تحریر کی ضرورت ہے اہل انصاف کیلئے اتنا بھی کافی ہے۔ واللہ الموفق والهادی۔

مسئلہ حریت و مساوات کا تذکرہ بذیل حالات سیف اللہ آگیا اور جس قدر اس موقع پر تفصیل و توضیح کردی گئی اس سے زیادہ کبھی اُس وقت لکھا جائے گا جب کہ اس مسئلہ کو مستقلاً کسی رسالہ کی صورت میں شائع کیا جائے گا۔ یہاں پر تو اس کو ختم کر کے اصل مقصود کی طرف عود کرتے ہیں۔

حضرت سیف اللہ کے حالات میں سے چار فوائد ہم بیان کر چکے ہیں۔ اُن کے طویل الذیل حالات میں سے اور بھی بہت سے فوائد مستنبط ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اُس کے درپئے ہوں تو یہ مضمون جو اب بھی بہت زیادہ طویل ہو گیا ہے۔ بہت زیادہ مبسوط ہو کر اصلی غرض سے دور ہو جائے گا۔ اس لئے صرف ایک فائدہ خامسہ کے بیان پر قناعت کر کے تذکرہ حالات سیف اللہ کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔

فائدہ خامسہ ۔ فتوحات شام و عراق میں حصہ لینے والے عساکر اسلامیہ کی تعداد ساٹھ ستر ہزار سے کم نہ تھی اس اسلامی فاتح و جرار عسکر میں ہر طبقہ کے مسلمان موجود تھے۔ مہاجرین اولین انصار قدیم الاسلام و متاخر الاسلام صحابہ۔ قبائل عرب کے جدید الاسلام۔ ابناء مہاجرین و انصار جن کو درجۂ صحابیت حاصل ہوا اور بہت سے وہ بھی جو فتنۂ ارتداد میں شریک ہو کر مسلمانوں سے نبرد آزما ہوئے اسلام کی صریح مخالفت و بیخ کنی کر چکنے کے بعد پختہ کار مسلمان ہوئے اور ان معرکوں میں حصہ دار بنے ایک بڑی جماعت تابعین کی تھی جن کو صحابہ کا فیضِ صحبت نصیب ہوا تھا۔ غرض مختلف اقسام مختلف قبائل۔ مختلف سن و سال۔ مختلف طبائع و امزجہ سے مرکب یہ اسلامی لشکر تھا۔
لیکن ایسے مجمع میں ناممکن ہے کہ طبائع کا اصلی رنگ ظاہر نہ ہو کیسا ہی کچھ مزاج کو بنا لیا جائے۔ تہذیب و اخلاق پابند کر لیا جائے مگر طبعی اخلاق و ملکات کا ظہور نہ ہو۔ ممکن نہیں۔

[illegible] ہوتیں سے ہے جو بے اختیار دل میں

[illegible] ہیں [illegible] ہوتا ہے۔ اُس کی تدبیر کرتا ہے کہ دل تک یہ اثر پہنچے

پہنچ کر رہتا ہے اور [illegible] عداوت سے لبریز بغض و نفرت کا مرکز تھا اُنس و محبت

[illegible] ہوجاتا ہے۔ اُس کے جوارح و اعضاء سے محبانہ افعال و حرکات بے اختیارانہ

[illegible] ہونے لگتے ہیں۔

تلوار کا زور حکومت کا رعب آدمی کو مطیع بنا سکتا ہے لیکن محب و جانباز والہ و شیدا نہیں بنا سکتا جوارح کو منقاد کر سکتا ہے لیکن قلوب کو مسخر نہیں کر سکتا۔ یہ کرامت صرف اخلاق و معاملات کی ہی کہ دل مسخر ہوتا ہے۔ اعضاء و جوارح کو جو سرکش بنے ہوئے تھے رفتہ رفتہ رام ہو کر بے درم خریدہ غلام بن جاتے ہیں۔

دیکھئے فتح مکہ کے وقت جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں داخل ہونے کے لئے عثمان بن طلحہ ابن عبد الدار سے مفتاح بیت اللہ کو لینا چاہا تو اُس نے بوجہ سخت بغض و عداوت کے جو ذاتِ مقدس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے رکھتا تھا انکار کر دیا اور نہایت متعدی و تمرد سے کہہ دیا کہ ہرگز کسی کو میں کنجی نہ دوں گا۔ البتہ اگر میں جانتا کہ رسول اللہ ہیں تو بے تامل کنجیاں دے دیتا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اُس کا یہ انکار کیا اثر رکھتا تھا۔ اشرافِ قریش کی مجتمع قوت تو آپ کے مقابلہ میں کچھ کام دے ہی نہ سکی یہ بیچارہ تنہا کیا کرتا۔ مگر بغض قلبی سے مجبور تھا۔ اُس کی عداوت کا سبب فقط اختلافِ ملت ہی نہ تھا بلکہ اعزہ و اقارب کا جنگ بدر میں مقتول ہونا ایسے اسباب تھے جن کو کبھی دل سے مٹا ہی نہ سکتا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ نرمی و ملاطفت سے کنجیاں نہیں دیتا تو آپ نے اُس کے ہاتھ کو مروڑ کر چھین لیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اُسی وقت آیہ شریفہ۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا۔	خدا تعالیٰ تم کو حکم کرتا ہے کہ تم امانتوں کو اُن کے مستحقوں کے حوالے کر دو۔

نازل ہوگئی آپ نے اُسی وقت یہ ارشاد فرمایا کہ "یہ کنجیاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تم کو دی جاتی ہیں"۔ کنجیاں اُس کے حوالے کر دیں۔ اسی ارشاد کا یہ اثر ہے کہ مکہ مکرمہ میں اُس وقت سے اس وقت

[illegible] ان کو مطلع کیا جاتا تھا۔
[illegible] اسلام اندار کے ذریعے جس سے کلام آہی بھرا ہوا
[illegible] تکالیف سے اُن کو ڈرایا جاتا تھا۔ عذاب آخرت دائمی
[illegible] کو سن کر کوئی فہیم و عاقبت اندیش اسلام کی طرف مائل ہو جائے
[illegible] کی خوش قسمتی مسلمانوں کی طرف سے منوانے اور بجبر سمجھانے کا کوئی پہلو اختیار نہ کیا جاتا تھا۔

ان حالات کے ساتھ اسلام کا اثر بسرعت پھیلتا چلا گیا۔ وہی اقوام جو برسرِ پیکار تھیں ان حالات کو دیکھ کر نہ صرف مسلمان ہو گئیں بلکہ دین کو ثریا سے اُتار لانے کی قابل بن گئیں۔ تو اس کو اسلام کی کھلی کرامت اور اخلاق کی واضح و بین تسخیر کیوں نہ سمجھا جائے۔ ہاں اگر ایک دو مثال سے معلوم ہوتا کہ اس اسلامی کثیر التعداد فاتح مظفر و منصور و مقبول لشکر کے طرزِ عمل سے کسی ایک دو پر جبر و تشدد نے اسلام کی بنیاد جمائی تو پھر یہ قیاس آگے بھی چلتا۔ یہاں تو حال یہ تھا جو ہم نے بیان کیا کہ حدِ شریعت سے قدم نکالنا ممکن نہ تھا۔ نرمی و ملاطفت تھی تو احاطۂ شرع کے اندر سختی و شدت تھی تو اُس کی حدود میں اور پھر اُس سختی و نرمی میں مسلم و غیر مسلم شریک بلکہ مسلم کی ذرا سی لغزش پر زیادہ گرفت ہوتی تھی۔ اس کے بعد بھی کوئی سنگ دل نا انصاف اسلام کے اعجاز و کرامت کا قائل نہ ہو تو اُس کا علاج کچھ نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ فتوحاتِ اسلام اور تبلیغ دین کی یہ ابتدا تھی جو اس مہذب اور با اخلاق قوم کے ہاتھوں پڑی۔ اور تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مشہور اور با وقعت ممالک و اقالیم کی تسخیر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے وقت میں اُن کے ہاتھوں سے پڑ چکی۔ اُس کے بعد جس قدر فتوحات ہوئیں وہ تکمیل کا درجہ رکھتی ہیں اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ نظر اُصول و بدایت پر ہوتی ہے۔ مابعد کے قرون میں بھی یہی طریقہ صحابہ میں اصل مقصد قرار دیا گیا۔ پھر کسی کا کیا حوصلہ ہے۔ اور اُس کے پاس کیا حجت ہے کہ ان حالات کو دیکھنے اور سمجھنے کے بعد یہ کہہ سکے کہ اسلام بزور تلوار پھیلایا گیا ایسی بات وہی کہہ سکتا ہے جو عقل و دانش دین و ایمان انصاف و حق پسندی سے ہاتھ اٹھائے اور بلا دلیل و حجت اپنی ہی بات پر اصرار کئے جائے۔ لیکن اس کا نتیجہ اُس کے

خاتمہ حصّہ دوم

ہم نے اس مضمون اشاعت اسلام کی تمہید میں لکھا تھا اس مضمون کو تین حصّوں پر منقسم کیا
جائے گا حصّہ اول حالات زمانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حصّہ دوم حالات زمانہ صحابہ
رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ حصّہ سوم حالات زمانہ مابعد صحابہ۔ حصّہ اوّل کو دو حصّوں پر منقسم کیا تھا۔
ایک حالات قبل ہجرت اور دوسرا مابعد ہجرت۔ حصّہ اوّل کے بیان میں اختصار ہو گیا اور بہت سے
ضروری حالات لکھنے سے رہ گئے جس کی وجہ یہ تھی کہ جس وقت ہم نے اس مضمون پر قلم اُٹھایا۔
خیال اتنی بسط و تفصیل کا نہ تھا۔ لیکن جب یہ مضمون لکھا گیا اور مسلمانوں کے ہر طبقہ بالخصوص تعلیم
یافتہ طبقہ میں زیادہ مقبولیت و پسندیدگی سے دیکھا گیا اور ہم کو معلوم ہو گیا کہ اس کی ضرورت تھی
[illegible]ن سے ناواقف مسلمان بھی اس اعتراض (اسلام بزور شمشیر پھیلا) سے متاثر ہیں یا کم از کم اُن
[illegible]حاجت ہے کہ واقعات و دلائل سے اس کی حقیقت اُن پر واشگاف کر دی جائے تو
حصّہ دویم میں ہم نے اختصار سے کام نہ لیا۔ اور الحمد للہ واقعات سے اشاعت اسلام
حقیقت دکھلا دی۔

اگرچہ حصّہ دویم میں بھی ابھی اور بہت سے واقعات لکھنے اور اُن کے نتائج بتلانے کی
گنجائش تھی مگر اوّل تو اس قدر بیان کو دفعہ شبہات کے لئے ہم نے کافی سمجھا۔ اس کے علاوہ بدیں
خیال کہ شاید کوئی یہ خیال کرے کہ یہ زمانہ تو صحابہ کا تھا قرب فیض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے صحابہ تو کوئی امر خلاف حقیقی تعلیم اسلام کے نہ کر سکتے تھے۔ مگر زمانہ مابعد میں جب کہ مسلمانوں
[illegible] تغیر ہونے لگا اور وہ حقیقی تعلیم سے باعتبار امتداد زمانہ و نیز باعتبار اختلاط تاثرات ملک گیری
[illegible]حالات باقی نہ رہے اور مسلمانوں نے بجائے اشاعت اسلام قومیت و عصبیت کے دائرہ کو وسیع
کرنا چاہا اور اس طرح یہ طریقہ بھی بدل گیا ہو اس لئے ہم کو ضرورت محسوس ہوئی کہ حصّہ دویم کو

اشاعتِ اسلام

یعنی

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

103

تالیف

ادیبِ جلیل مؤرخِ اسلام حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی